وَلِلّٰہِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡہُ بِہَا

اللہ تعالیٰ کے

بہت اچھے نام ہیں اسے انہی ناموں سے پکارا کرو

شرح اسماء الحسنیٰ

اس کتاب میں

اسماء الحسنیٰ کے معنیٰ، تشریح، خواص اور فوائد تفصیل کیساتھ
لکھے گئے ہیں جن کے ورد سے اللہ تعالیٰ مشکلات دُور
فرما کر خیر و برکت عطا فرماتے ہیں

تاج کمپنی لمیٹڈ، ڈاکخانہ تاج کمپنی پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

هو الله جل جلاله · الذی لا اله جل جلاله · الا هو جل جلاله · الرحمن جل جلاله · الرحيم جل جلاله · الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله · السلام جل جلاله · المؤمن جل جلاله · المهيمن جل جلاله · العزيز جل جلاله · الجبار جل جلاله

المتكبر جل جلاله · الخالق جل جلاله · البارئ جل جلاله · المصور جل جلاله · الغفار جل جلاله · القهار جل جلاله

الوهاب جل جلاله · الرزاق جل جلاله · الفتاح جل جلاله · العليم جل جلاله · القابض جل جلاله · الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله · الرافع جل جلاله · المعز جل جلاله · المذل جل جلاله · السميع جل جلاله · البصير جل جلاله

الحكم جل جلاله · العدل جل جلاله · اللطيف جل جلاله · الخبير جل جلاله · الحليم جل جلاله · العظيم جل جلاله

الغفور جل جلاله · الشكور جل جلاله · العلی جل جلاله · الكبير جل جلاله · الحفيظ جل جلاله · المقيت جل جلاله

الحسيب جل جلاله · الجليل جل جلاله · الكريم جل جلاله · الرقيب جل جلاله · المجيب جل جلاله · الواسع جل جلاله

الحکیم جل جلاله	الودود جل جلاله	المجید جل جلاله	الباعث جل جلاله	الشهید جل جلاله	الحق جل جلاله
الوکیل جل جلاله	القوی جل جلاله	المتین جل جلاله	الولی جل جلاله	الحمید جل جلاله	المحصی جل جلاله
المبدی جل جلاله	المعید جل جلاله	المحیی جل جلاله	الممیت جل جلاله	الحی جل جلاله	القیوم جل جلاله
الواجد جل جلاله	الماجد جل جلاله	الواحد جل جلاله	الاحد جل جلاله	الصمد جل جلاله	القادر جل جلاله
المقتدر جل جلاله	المقدم جل جلاله	المؤخر جل جلاله	الاول جل جلاله	الآخر جل جلاله	الظاهر جل جلاله
الباطن جل جلاله	الوالی جل جلاله	المتعال جل جلاله	البر جل جلاله	التواب جل جلاله	المنتقم جل جلاله
العفو جل جلاله	الرؤف جل جلاله	مالک الملک جل جلاله	ذو الجلال والاکرام جل جلاله	المقسط جل جلاله	الجامع جل جلاله
الغنی جل جلاله	المغنی جل جلاله	المانع جل جلاله	الضار جل جلاله	النافع جل جلاله	النور جل جلاله
الهادی جل جلاله	البدیع جل جلاله	الباقی جل جلاله	الوارث جل جلاله	الرشید جل جلاله	الصبور جل جلاله

تاج کمپنی لمیٹڈ، ناشران قرآن مجید و اسلامی مطبوعات کراچی - لاہور -

جملہ حقوق عکس الطباعت محفوظ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اللہ تعالیٰ کے

بہت اچھے نام ہیں اسے انہی ناموں سے پکارا کرو

شرح اسماء الحسنیٰ

اِس کتاب میں

اسماء الحسنیٰ کے معنیٰ، تشریح، خواص اور فوائد تفصیل کیساتھ لکھے گئے ہیں جن کے ورد سے اللہ تعالیٰ مشکلات دُور فرما کر خیر و برکت عطا فرماتے ہیں

تاج کمپنی لمیٹڈ، ڈاکخانہ تاج کمپنی پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

انتساب

اس ذاتِ کبریا، کی بارگاہ میں.... جس نے اس
تحریر کی توفیق بخشی اور جو.... ایک حقیر شے کو بھی درجۂ
قبولیت عطا فرماتا..... ہے.... اور جس سے دُنیا و
آخرت میں رحم و کرم کی امیدیں وابستہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے نام ہیں اسے انہی

فَادْعُوْہُ بِھَا ناموں سے پکارا کرو۔

قرآن کریم کے یہ الفاظ اس پر دلیل ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں اور اپنی مخلوق پر انتہائی مہربان اور کرم فرما ہے کہ اپنے سے مانگنے کا حکم بھی دیتا ہے اور اسکا طریقہ بھی خود ہی تعلیم فرماتا ہے۔ یہ اس کا ایک احسانِ عظیم ہے کہ مخلوق کو خود ہی حکم دیتا ہے کہ میری جناب میں درخواست کرو اور فلاں ذریعہ سے ارسال کرو۔

اور یہ امر روزِ روشن سے زیادہ ظاہر ہے کہ درخواست منظور کنندہ جو طریقہ تعلیم فرمائے گا تو اس طریقۂ کار سے قبولیتِ درخواست میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اور جب یہ امر مسلم ہے تو یہ بات بھی خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ اسماءِ حسنٰی کے ذریعہ جناب کبریائی میں جو بھی درخواست کی جائیگی اسے انشاء اللہ درجۂ قبولیت بھی ضرور حاصل ہوگا۔

اسی بناء پر آج تک تمام علماء و اولیاء ہمیشہ اسمائے حسنٰی کا ورد کرتے رہے اور انکے ذریعہ فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ اور جسے جس طریقۂ کار اور جس اسم سے جو جو فیض حاصل ہوا وہ لوگوں کو اسکی تعلیم و تلقین کرتا رہا۔

اس طرح اسمائے حسنیٰ پر بہت سی کتابیں عالمِ وجود میں آئیں لیکن یہ تمام تر ذخیرہ عربی زبان تک محدود تھا۔ اور اُردو میں ابھی تک اسمائے حسنیٰ کے فضائل پر کوئی جامع کتاب عالم وجود میں نہ آئی تھی۔ اور ہر کس و ناکس اس تشنگی کو شدت سے محسوس کرتا تھا۔

ناچیز کے ذہن میں بھی یہ خیال ایک مدت سے جاگزیں تھا کہ اسمائے حسنیٰ پر اردو میں کسی عالم سے کوئی جامع کتاب تصنیف کرائی جائے جس سے اس زبردست کمی کا ازالہ ہو سکے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس خدمت دینیہ کے لئے اس نے تاج کمپنی کو منتخب فرمایا اور اس امر کی توفیق بخشی کہ اس کتاب کی (جو اپنی جامعیت اور حسن و خوبی کے لحاظ سے یکتا ہے) بلاک سازی و اشاعت پر زر کثیر خرچ کر کے ایک شاندار مثال پیش کرے۔

درگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ وہ ناچیز کی اس حقیر سی خدمت کو قبول فرما کر میری بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ اور اس کتاب کی برکت سے میرے مرحوم والدین اور میرے مرحوم برادران نذیر احمد و بشیر احمد کو اپنی مغفرت و رحمت میں ڈھانپ لے۔ اٰمین۔

طالبِ دُعا

عنایت اللہ مینیجنگ ایجنٹ تاج کمپنی لمیٹڈ

لاہور — کراچی — ڈھاکہ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اسمائے حسنیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

اعراف

اللہ کے لئے بہترین نام ہیں تم انہی ناموں کے ذریعہ اسے پکارا کرو اور ان لوگوں کا طریقہ کا چھوڑ دو جو اسمائے خداوندی کے منکر ہیں عنقریب ان لوگوں کو انکے عمل کی سزا دی جائے گی۔

مقصودِ ربانی یہ ہے کہ جب بھی تم خدا تعالیٰ کی درگاہ میں ہاتھ پھیلاؤ تو تم اسے اسی کے ناموں سے پکارو۔ اپنے فرضی اور مصنوعی ناموں سے اسے یاد نہ کرو۔ اس کی تسبیح بھی انہی اسمار کے ذریعہ ہو۔ اس کا ذکر بھی انہی اسمار گرامی کے ذریعہ کیا جائے اور ان ہی اسمائے گرامی کے ذریعہ اس کی اطاعت و عبادت کی جائے۔ اسی بنا پر شریعتِ مطہرہ نے نمازیں بھی انہی اسمار کا بار بار اعادہ فرمایا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے اللہ اکبر کی صدا زبان پر جاری ہوتی ہے۔ بندہ پروردگار کے سامنے

عاجزانہ جھکتا ہے تو کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ۔ سرِ نیاز خم کرتا ہے تو زبان سے گویا ہوتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔

اور اسی باعث بار بار قرآن مجید میں اس حکم کا اعادہ کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (بنی اسرائیل)

آپ فرما دیجئے اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے تمہارا جس نام کے ذریعہ جی چاہے پکارو کیونکہ اس کے لاتعداد بہترین نام ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

اللہ وہ ذات ہے کہ جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کے بیشمار بہترین نام ہیں

سورۂ حشر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

وہی ایک ذات اللہ ہے جو خالق بھی ہے باری بھی اور مصوّر بھی ہے اور اسکے علاوہ اور بھی بہت سے پاک نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام آیاتِ کریمہ میں ایک خاص نکتہ کی جانب بھی اشارہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر مقام پر لفظ اللہ سے آیت کو شروع فرمایا جس سے یہ چیز خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ اللہ اسم ذات ہے اور باقی اسماء صفاتی ہیں جیسا کہ تمام شخصیتیں اسم ذات سے پہچانی جاتی ہیں، اسی طرح وہ ذاتِ کبریائی بھی لفظ اللہ سے مشخص ہوتی ہے۔ اور یہی نام ہے جس کے ذریعہ اس کی معرفت

حاصل ہوتی ہے۔ اور جس لفظ کے ذریعہ اللہ کی معرفت حاصل ہو وہی اسم اعظم ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

جیسا کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اسمائے گرامی ہیں لیکن جس اسم گرامی سے آپ متعارف ہیں اور جو آپ کا ذاتی نام ہے وہ صرف ایک ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

بعینہٖ اسی طرح اللہ مالک بھی ہے، قہار بھی ہے۔ اول بھی آخر بھی ہے لیکن ان صفات کے اظہار کے لئے ہماری زبان پر سب سے پہلے جو لفظ جاری ہوگا وہ اللہ ہوگا۔

پھر ان اسماء کی حُسنیٰ کے لفظ سے صفت بیان فرمائی۔ حُسنیٰ حسن سے بنا ہے جس کے معنیٰ خوبصورتی اور عمدگی کے ہیں۔ یعنی خدا ہی کے نام ہیں جو خوبصورتی و عمدگی، حسن و جمال کے زیور سے آراستہ ہیں اور اوصافِ حسنہ سے متصف ہیں۔

آخر وہ حسن و جمال اور خوبصورتی کیا ہے جس سے خدا تعالیٰ نے انہیں متصف کیا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے ان کے حسن و جمال کی مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ جو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات گرامی سب سے اعلیٰ، سب سے بلند، تمام صفات سے موصوف اور تمام نقائص سے منزّہ اور پاک ہے۔ تو جو ذات ایسی ہو کہ ہمہ صفت موصوف ہو اس کے اسماء بھی ہمہ صفت موصوف ہونگے۔ کیونکہ ذات اسماء ہی کے ذریعہ مشخص و متصف ہوتی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اِن آیاتِ کریمہ میں اپنے مختلف اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

وحدانیت جلال و عزت احسان تخلیقِ ربانی، رحم و کرم اور اپنی ذات کا کسی کے مشابہ نہ ہونا۔ اور جب انسان خدا کو ان اسمار کے ساتھ پکارتا ہے تو یہ تمام صفات اس کے سامنے مجسّم ہو کر آجاتی ہیں۔ اور اس کا ایک ایک رونگٹا اِس امر کی شہادت دیتا ہے کہ خدا ہی وہ ذات ہے جو رحمان بھی ہے واحد بھی ہے خالق بھی ہے اور تمام عیوب سے منزّہ ہے۔

۳۔ اِن اسمار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا اظہار فرمایا ہے جن میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ جیسے وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔ نہ خلقت میں اس کا کوئی شریک ہے نہ علم میں۔

اور جن اسمار میں یہ صفات پائی جائیں وہ بدرجہ اولیٰ حسن و جمال سے متصف ہونگے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ نے ان اسمار کے ساتھ اپنے آپ کو پکارنے اور یاد کرنے کا حکم دیا ہے اور یاد کرنے یعنی ذکر کے بھی مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ذکر کی اقسام بیان کی جائیں تاکہ انسان ان کے ورد کے وقت ذکر کی اعلیٰ قسم پر عامل ہو سکے۔

اقسامِ ذکر

علمار نے ذکر کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ ذکر باللسان[۱]، ذکر بالقلب[۲]، ذکر بالجوارح[۳]۔

۱۔ ذکر باللسان۔ یعنی زبان سے ذکر کرنا۔ اس میں بندہ اپنے الفاظ کے ذریعہ خدا کی حمد و ثنا اور عظمت و جلال کا اظہار کرتا ہے۔ یہ ایک ادنیٰ درجہ ہے جو تمام عام لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

۲- ذکر بالقلب، یعنی دل سے ذکر کرنا۔ اس کے بھی مختلف مدارج ہیں۔

الف- اول یہ کہ انسان خدا کی وحدانیت اور ذات و صفات میں غور کرے اور اپنے قلب میں ان صفات کو جاگزین کرکے ذکر کرے۔

ب- دوسرے خدا تعالیٰ کے احکام۔ اوامر و نواہی، وعدہ و وعید پر غور کرے۔ حتیٰ کہ تمام احکامِ خداوندی سے واقفیت حاصل کرکے اس کے اسرار معلوم کرے۔ اس صورت میں اس پر تمام طاعتیں آسان ہو جاتی ہیں اور انسان گناہوں سے پرہیز کرنے لگ جاتا ہے۔

ج- تیسری قسم کا ذکر قلبی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے اسرار معلوم کرنے کی سعی کرے اور اسے ہر ہر ذرہ میں جلوۂ خداوندی کارفرما نظر آنے لگے۔ اور جب انسان عقل و فکر کے ذریعہ ان اشیاء پر نظر کرے تو جلالِ کبریائی کے پرتو سے لرزنے لگے۔ اور یہ قسم ایک بحرِ بے پایاں ہے جسکی کوئی حد و انتہا نہیں اور اس قسم کے ذکر کرنے والے پر اسرارِ خداوندی منکشف ہونے لگتے ہیں اور امدادِ الٰہی اس کے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ بالفاظِ دیگر آپ اسے کشف و الہام سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

۳- ذکر کی تیسری قسم ذکر بالجوارح ہے یعنی زبان کے ساتھ ساتھ تمام اعضائے انسانی ذکر و عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ اور کسی عضو سے کسی وقت بھی کوئی عمل خلافِ شرع صادر نہ ہو۔ شریعت کے تمام افعال انہی ذکر بالجوارح پر مبنی ہیں۔ نماز، حج، روزہ وغیرہ۔ اسی باعث اللہ تعالیٰ نے نماز کو ذکر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

اے مومنو جب نمازِ جمعہ کی اذان ہو تو تم ذکر اللہ کی طرف دوڑو۔

اس سے یہ بات بھی خوب واضح ہوگئی کہ قرآن میں جہاں جہاں ذکر کا لفظ آیا ہے اس سے خالی ذکر باللسان مراد نہیں بلکہ وہ تینوں اقسام کو شامل ہے۔ اور اکثریت سے ذکر بالجوارح مراد ہے۔ مثلاً ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط

اور گنتی کے چند دنوں (یعنی ایام تشریق میں) اللہ کا ذکر کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے اذکار کی جانب اشارہ فرمایا ہے ایک ذکر باللسان، اور ایک ذکر بالجوارح۔ ذکر باللسان تو وہ ہے جو بندہ ایام تشریق میں اپنی زبان سے اپنے رب کی کبریائی کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ الْحَمْدُ۔

اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اور تمام تعریفیں اسی کی ذات کے لئے خاص ہیں۔

اور ذکر بالجوارح یہ ہے کہ حُجّاج کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اس ذکر کے ساتھ ساتھ جمرات پر کنکریاں بھی ماری جائیں۔

آمدم بر سرِ مطلب۔ اس تمہیدِ ضروری کے بعد اب ہم اصل مقصد کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اور اس سے قبل کہ ہر ہر اسم کی جداگانہ وضاحت کریں ان تمام اسمائے حسنیٰ کی تعداد پر ایک سرسری تبصرہ کرنا بھی ضروری تصور کرتے ہیں۔

تعداد اسمائے حُسنیٰ

یہ بات بھی خوب ذہن نشین فرمالیں کہ اسمائے حسنیٰ ان ننانوے ناموں ہی میں منحصر نہیں جیسا کہ عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

علماء کا اسمائے خداوندی کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے تین سو نام ہیں۔ اور بعضوں نے ایک ہزار ایک کی تعداد گنائی ہے۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ جتنے انبیائے کرام گذرے ہیں اتنے ہی خدا تعالیٰ کے نام ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک خاص اسم عطا فرمایا ہے جس کے ذریعہ وہ درگاہِ خداوندی میں امداد کا طالب ہوتا ہے۔ اور انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

لیکن اکثر علماء اور صحابہ کے نزدیک یہ قول قابلِ قبول نہیں۔ بلکہ ان کا اتفاق اس بات پر ہے کہ خدا کے ناموں کی کوئی حد و انتہا نہیں جیسا کہ کلمات اللہ لا انتہا ہیں اسی طرح اسماء اللہ بھی لا انتہا ہیں۔ یہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ اور یہی تمام اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لیکن ان میں سب سے زیادہ معزز و اشرف وہ اسمائے حسنیٰ ہیں جنہیں امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔

یاد رکھئے کہ تمام اسمائے حسنیٰ چاہے وہ حدیث ترمذی میں مروی ہوں یا

نہ ہوں، تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

۱۔ ذاتی نام۔ یہ وہ اسماء ہیں جو ذاتِ خداوندی پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی اگر اس نام کی جگہ کوئی دوسرا نام لیا جائے تو اس کی ذات پر دلالت نہ کرتا ہو اور اسی طرح کسی اور شخص کے لئے وہ اسم مستعمل نہ ہوتا ہو۔ جیسے لفظ اللہ کہ اس ذات کے علاوہ کسی اور کے لئے اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح جب لفظ اللہ بولا جاتا ہے تو سوائے ذاتِ خداوندی کے کوئی اور ذات متصور نہیں ہو سکتی۔

۲۔ صفاتی نام۔ جو خدا کی ذات پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ان ناموں سے اس کی کسی نہ کسی صفت کا اظہار ہوتا ہو۔ جیسا کہ علیم، خبیر، رحیم اور لطیف وغیرہ۔

۳۔ فعلی نام۔ اِن اسماء کا مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی فعل پر دلالت کرتے ہوں۔ جیسے مبدیٔ، معید، خالق وغیرہ

اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی اسماء ہیں سوائے لفظ "اللہ" کے انہی دو اقسام پر مشتمل ہیں۔ صفاتی یا فعلی۔

حدیث ترمذی میں جو اسمائے گرامی آتے ہیں ہم ذیل میں ان کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ اور علماء اور عوام کے مابین یہی اسماء "اسمائے حسنیٰ" کے نام سے مشہور ہیں۔

اللہ لا الٰہ الا ھو۔ الرحمان، الرحیم، الملک، القدوس، السلام، المؤمن، المھیمن، العزیز، الجبار، المتکبر، الخالق، البارئ، المصور، الغفار، القھار، الوھاب، الرزاق، الفتاح، العلیم، القابض، الباسط، الخافض،

الرافع، المعز، المذل، السمیع، البصیر، الحکم، العدل، اللطیف، الخبیر، الحلیم، العظیم، الغفور، الشکور، العلی، الکبیر، الحفیظ، الحسیب، الجلیل، الکریم، الرقیب، المجیب، الواسع، الحکیم، الودود، المجید، الباعث، الشھید، الحق، الوکیل، القوی، المتین، الولی، الحمید، المحصی، المبدئ، المعید، المحی، الممیت، الحی، القیوم، الواجد، الماجد، الواحد، الصمد، القادر، المقتدر، المقدم، المؤخر، الاول، الآخر، الظاھر، الباطن، الوالی، المتعال، البر، التواب، المنتقم، العفو، الرؤف، مالك الملك، ذو الجلال والاکرام، المقسط، الجامع، الغنی، المغنی، المانع، الضار، النافع، النور، الھادی، البدیع، الباقی، الوارث، الرشید، الصبور۔

اس حدیث ترمذی میں چند اسرار ہیں جن سے بہت کم لوگوں کو واقفیت ہے ان کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

۱۔ یہ تمام اسمار توقیفی ہیں۔ توقیفی کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جن الفاظ میں کسی قسم کا ردوبدل اور کمی وزیادتی جائز نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن میں۔ یاد رکھیے کہ احادیث میں جتنی دعائیں مروی ہیں سب توقیفی ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی یا کسی قسم کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں۔ اس کی علت و وجہ سے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ مثلاً الرحمٰن الرحیم کے بجائے الرحیم الرحمٰن کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث میں تبدیلی ہوگی اور حدیث میں جان بوجھ کر تبدیلی کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

۲- آج تک تمام علماء و اولیاء اسی ترتیب سے ان اسماء کا ورد کرتے رہے ہیں۔ ان پر ان اسماء کی برکات کا جو کچھ وقوع ہوا ہے وہ اسی ترتیب سے ظاہر ہوا ہے۔

۳- اور اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ننانوے ناموں کا ذکر فرمایا۔ حالانکہ پورے سو کا بھی اظہار فرما سکتے تھے۔ اس میں خاص نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وتر یعنی طاق ہے۔ جفت نہیں۔ اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ اَوْتِرُوْا — اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے تو تم بھی

یَآ اَھْلَ الْقُرْاٰنِ — اے اہل قرآن نماز وتر پڑھا کرو۔

یہی وہ راز ہے جو وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھویا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو رکوع اور سجدہ میں تین تین بار تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اور اسی باعث حضورؐ ہر کام میں طاق کو پسند فرماتے۔ سرمہ لگاتے تو تین بار لگاتے، الغرض شریعت میں جتنے احکام وارد ہوئے ہیں ان میں سے اکثریت طاق پر مبنی ہے مثلاً شب و روز میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور پانچ کا عدد طاق ہے۔ اور تمام فرض نماز وں کی رکعتیں جمع کیجئے تو سترہ بنتی ہیں اور وہ بھی طاق ہے۔ تمام سنن اور واجبات جمع کیجئے تو مع وتروں کے طاق ہونگے۔ مقصود ربانی یہ ہے کہ اگر ہر عدد میں سے جفت جدا کر دیا جائے تو ایک کا عدد باقی رہ جائے جو وحدانیت خداوندی پر دال ہے۔ مثلاً تین میں دو کا عدد جفت ہے اسے جدا کر دیجئے تو ایک باقی رہتا ہے۔ اسی طرح ننانوے میں سے اٹھانوے جفت ہے۔ آپ اسے جب خارج کرینگے تو ایک باقی رہ جائے گا۔ یعنی لفظ اللہ۔ اسی طرح بہت سی عبادات اور

احکامِ خداوندی اسی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں جہاں یہ اسماء ذکر فرمائے ہیں وہاں بھی یہ ترتیب علی حالہ باقی ہے۔ مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں جو ان تین ناموں کی ترتیب ہے اس حدیث میں وہی ترتیب واقع ہوئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے۔

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ	وہ بادشاہ ہے پاک ذات ہے سالم ہے
الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ	امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے زبردست
الْمُتَكَبِّرُ (حشر)	ہے خرابی کا درست کر دینے والا ہی بڑی عظمت والا ہے
هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ	وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر
وَ الْبَاطِنُ (حدید)	ہے اور وہی مخفی ہے۔

اس حدیث میں بھی یہ اسماء اسی ترتیب سے واقع ہیں۔ اور یہ نکتہ آج تک میری نظر سے کسی کتاب میں نہیں گذرا۔ بلکہ ان سطور کی تحریر کے وقت میرے دل میں القا ہوا جو عین القائے ربانی ہے۔

۵۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو ان ناموں کو یاد کرے جنت میں داخل ہوگا۔ اس حدیث کا مقصود و مفہوم کیا ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ جنت کا دار و مدار اعمالِ صالحہ پر ہے۔ اگر خالی ان ناموں کے یاد کرنے پر جنت کا دار و مدار ہو تو نزولِ قرآن اور رسالت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اور اسی اعتراض کی بناء پر تمام علماء اس امر پر تو متفق ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ظاہر الفاظ نہیں۔ بلکہ اس کا مقصود کچھ اور

ہے۔ اس مقصود کے تعین میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اِن اسمار کو یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہونا۔ اور ہر اسم سے جو حکم ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے مطابق عبادت کرنا۔ مثلاً رحمٰن اور رحیم پر عمل یہ ہوگا کہ اپنے میں رحمت کا مادہ پیدا کیا جائے۔ اسی طرح باقی کو قیاس کر لیجئے۔ جب بندہ میں یہ صفت پیدا ہو جائے گی تو اسکے جنتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

۲۔ بعض علمار کا خیال ہے کہ ہر اسم کو قرآن میں تلاش کیا جائے اور جس آیت کے ساتھ وہ اسم واقع ہوا ہے اور اس آیت سے جو مفہوم ظاہر ہوتا ہو اس پر بندہ عمل پیرا ہو۔ اس حدیث کا یہ مفہوم ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام علمائے جید کے علاوہ اور کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ اور حدیث عام ہے۔ اس صورت میں حدیث اپنے عموم پر باقی نہ رہے گی۔

۳۔ جو صفات خداوندی ان اسمار کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں انسان وہ اپنے میں پیدا کرنے کی سعی کرے۔ مثلاً خدا کا اسم حلیم ہے کریم ہے۔ انسان اپنے میں حلم وکرم کا مادہ پیدا کرے اور اس پر عمل پیرا ہو۔

۴۔ یاد کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے معانی پر غور کیا جائے۔

۵۔ اپنے دل پر ان اسمار کا اثر قبول کیا جائے۔

ان مختلف خیالات کا علمائے کرام نے اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس ناچیز کی رائے یہ ہے کہ تمام اسمار دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جن کا تعلق عمل سے ہے۔ مثلاً رحمٰن، حلیم وغیرہ تو بندہ کا فرض ہے کہ اپنی ذات میں رحمت وحلم کا مادہ پیدا کرے۔ اور دوسرے وہ اسمار ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہے۔ مثلاً

خالق، رزاق، معطی وغیرہ۔اس میں انسان پر یہ چیز عائد ہوتی ہے کہ ان اسماء کے مطابق اپنا عقیدہ درست کرے۔ کسی اور کو خالق، رازق اور معطی تسلیم نہ کرے۔ فافہم

ان اسماء کے علاوہ قرآن مجید اور دیگر احادیث میں اور بھی بہت سے نام آئے ہیں جن کی ہم مختصر سی فہرست پیش کرتے ہیں۔اس کے بعد ہم ہر ایک کی تفصیلاً کیفیت ذکر کریں گے۔

الرب، رب المشرقین۔رب المغربین، رب المشارق، رب المغارب رب العالمین، رب العزۃ، رب الکعبۃ، رب جبرئیل، رب میکائیل، رب اسرافیل، رب محمد، رب کُلّ شیءٍ، رب السمٰوٰت والارض، رب الارضین، منزل القراٰن، منزل محمد، منزل التوریٰۃ، منزل الانجیل، خیر الفاتحین، خیر الحاکمین، خیر الرازقین خیر الفاصِلِیْنَ، منزل، خیر الغافرین، خیر الوارثین، خیر المنزلین، خیر الناصرین، خیر الراحمین، ارحم الراحمین، احکم الحاکمین، اسرع الحاسبین، احسن الخالقین، سریع الحساب، ذو القوۃ، ذو انتقام، ذو العرش، ذو عقاب، ذو مغفرۃ، ذو الفضل سریع العقاب، سریع الحساب، فالق، فالق الحب والنوٰی، فالق الاصباح، بدیع، بدیع السمٰوٰت والارض، عالم الغیب والشھادۃ، علیم بذات الصدور، مالک یوم الدین، غافر الذنب، قابل التوب، شدید العقاب، ذی الطول، فعال لما یرید، رفیع الدرجات، علام الغیوب، مخرج، مخرج الحی، مخرج المیت، عالم، علام، غافر، قابل، ھالک، سریع، احسن، اسرع، احکم، ارحم، فعال، شدید المحال،

رب العرش، سمیع الدعاء، المولیٰ، النصیر، اهل التقویٰ، اهل المغفرة، ذو الرحمۃ، ذو الطول، ذو المعارج، البار، الامر، المدبر، التام، الوافی، الوفی، الفاتح، القاسم، الجواد، المتفضل، الحسن، المعطی، الدافع، الصادق، السامع، المنیر، المنیب، المبین، الکفیل، الجمیل، الراشد، الحنان، المنان، الدیان، المستعان، البرهان، الباهر، الغالب، السید، العادل، الاحد، الفرد، الباری، القدیم، الدائم، القائم، الابد، الاعز، الاعلیٰ، الاکبر، الحافظ، الخلاق، الکافی، الرفیع، القاهر، الملیك، الوتر، الاکرم، الفاطر، الجاعل، القریب، الشاکر، الاله، العالم، المحیط، القدیر، رب العرش الکریم۔ رب السمٰوٰت السبع، رب العرش العظیم، ذو الجود، ذو المجد، ذو العلیٰ، موئل، حرز، اعلم، بدیع العجائب، خالق کل شیٔ، خالق محمد، خالق السماء۔

یہ کل دو سو اکیاون نام ہیں جو قرآن مجید اور احادیث میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ اگر کتب احادیث کی چھان بین کی جائے تو اور بھی بہت سے نام نکل آئیں گے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے خواص و فوائد بے شمار ہیں اور علماء و اولیاء ہمیشہ ان سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک اسم کے خواص و فوائد کا جداگانہ تذکرہ کیا جائے۔ اور جیسا کہ ہم سطور بالا میں کسی مقام پر اشارۃً تحریر کر چکے ہیں کہ لفظ اللّٰہ اسمِ اعظم ہے۔ اس باعث یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو اسمِ اعظم کے ذکر سے شروع کیا جائے۔ اور

احادیثِ رسولؐ میں جو اس کی کیفیت و تفصیل آئی ہے وہ قارئین کے سامنے پیش کر دی جائے۔ الابتداء منی والاتمام من اللہ ؛

الاسم الاعظم

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ان الفاظ میں دعا مانگتے سنا:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ	اے اللہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی
اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا	وہ اللہ ہے کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں مگر تیری
اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ	ذات۔ تو یکتا اور وہ بے نیاز ہے جو نہ جنتا ہے
لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ	اور نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس کا کوئی
یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	شریک ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سن کر اس شخص سے ارشاد فرمایا کہ تو نے اللہ سے اس نام کے ذریعہ دعا مانگی ہے کہ جب بھی اس اسم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ وہ سوال عطا فرماتے ہیں۔ اور جب بھی کوئی دعا مانگی جاتی ہے قبول کی جاتی ہے۔

اسماء بنت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیاتِ قرآنیہ میں مخفی ہے:۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا	تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ اس کے علاوہ
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○	کوئی معبود نہیں وہی رحمٰن و رحیم ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ	اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور
الْقَیُّوْمُ	تمام اشیا کا بندوبست کرنے والا ہے

تیسری حدیث میں حضرت انس سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر نماز پڑھی۔ اور پھر درگاہِ خداوندی میں اِن الفاظ میں دست بدعا ہوا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں یقیناً تمام تعریفیں تیرے
لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ	ہی لئے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی احسان
الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	کرنیوالا تو ہی زمین و آسمان کا بنانے والا ہے اے بڑائی والے
یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاحَیُّ	اور اے عزت والے۔ اے زندہ اے جہان کا بندوبست
یَاقَیُّوْمُ	کرنے والے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دعا سن کر ارشاد فرمایا۔ اِس شخص نے اللہ کے اُس اسمِ اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب بھی اس اسم کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے اور جب بھی اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے عطا ہوتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم وہ اسم ہے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دعا کی جائے قبول ہوتی ہے اور جب بھی کوئی سوال کیا جائے عطا ہوتا ہے۔ اور اسمِ اعظم اس دعا میں ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ	آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ کی ذات

اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (الانبیاء)

تمام عیوب سے منزہ (اور) یقیناً میں گناہگاروں میں داخل ہوں۔

اِس دعا کو دعائے ذی النون اور دعائے یُونس علیہ السلام بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہی دعا فرمائی تھی، اور خدا تعالیٰ نے انہیں اس دعا کی برکت سے نجات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

فَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (الانبیاء)

تو نے یونس کو غم سے نجات دی اور مومنین کو ہم اسی طرح غموں سے نجات دیتے ہیں۔

اس آیت کے آخری الفاظ میں اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ جو شخص بھی کسی رنج و مصیبت کے وقت اس دعا کو پڑھے گا، خدا تعالیٰ اسے نجات عطا فرمائے گا۔ علمائے کرام نے اس کے عمل کے بہت سے طریقے تحریر فرمائے ہیں، جن میں سب سے بہتر سوا لاکھ ہے۔ یعنی مُہمات کے لئے اسے ایک لاکھ چوبیس ہزار بار پڑھے۔ چاہے انفرادی طور پر ایک شخص پڑھے یا پُوری جماعت مل کر۔ اِس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ حتّٰی کہ خدا تعالیٰ نے بھی اس کی مدح فرمائی ہے اور ہمیشہ علماء کا اِس پر عمل رہا ہے۔

ابن ابی عدی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے اسمِ اعظم کے بارے میں دریافت کیا تو میرے پاس جبرئیل علیہ السلام لیکر آئے جو مہر بند تھا۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بھی اسم اعظم سکھا دیجئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسم اعظم عورتوں، بچوں اور بیوقوفوں کو تعلیم دینے سے منع فرمایا ہے۔

نیز ابن ماجہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دعا کرتے سنا:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْاَحَبِّ اِلَيْكَ الَّذِیْ اِذَا دُعِيْتَ بِهٖ اَجَبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَيْتَ وَاِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِهٖ رَحِمْتَ وَاِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِهٖ فَرَّجْتَ۔

اے اللہ میں آپ سے تیرے پاک وصاف اور مبارک نام کے ذریعہ سوال کرتا ہوں۔ وہ نام جو آپ کو بہت محبوب ہے اور جس کے ذریعہ جب بھی آپ سے دعا کی جاتی ہے تو آپ قبول فرماتے ہیں جب آپ سے سوال کیا جاتا تو آپ عطا فرماتے جب آپ سے رحمت طلب کی جاتی ہے تو رحمت فرماتے اور جب بھی اس کے ذریعہ آپ سے کشادگی طلب کی جاتی ہے تو آپ کشادگی فرماتے ہیں۔

اس دعا کے کچھ عرصہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تو یہ بات جانتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے وہ اسم اعظم سکھا دیا ہے جس کے ذریعہ تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بھی سکھا دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ وہ تیرے لئے مناسب نہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں یہ سُن کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی اور کچھ دیر کے بعد پھر آپ کی خدمت میں گئی اور آپ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور پھر وہی

سوال عرضِ خدمت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ اگر میں تجھے وہ اسم بتا دوں تو میں تیرے لئے یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تُو اسکے ذریعہ خدا سے دنیا طلب کرے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں یہ جواب سُن کر حضور کی خدمت سے اٹھی، جا کر وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دُعا مانگنی شروع کی:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ	اے اللہ میں تجھ کو اسم اللہ کے ذریعہ، اور
وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ	اسم رحمان اور اسم بر کے ذریعہ پکارتی ہوں
الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ	اور تجھے تیرے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ
بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا	پکارتی ہوں میں جانتی ہوں یا نہ جانتی
مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ	ہوں کہ آپ میری مغفرت فرما دیجئے
اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ	اور مجھ پر رحم کیجئے۔

(ابنِ ماجہ)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ دعا سُن کر ہسنے لگے اور ارشاد فرمایا وہ اسم اس دعا میں پوشیدہ ہے۔

ابو امامہ فرماتے ہیں نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا۔ اسمِ اعظم اِن تین سورتوں میں ہے۔ سورۂ بقرہ، آلِ عمران اور طٰہٰ۔

امام قاسم بن عبدالرحمٰن شامی فرماتے ہیں۔ میں نے ان تینوں سورتوں میں اسمِ اعظم تلاش کیا تو الحیّ القیّوم کے الفاظ تینوں سورتوں میں نظر آتے

امام جزری فرماتے ہیں اسمِ اعظم اِن الفاظ میں پوشیدہ ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ — اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہی ہمیشہ

الْقَیُّوْمُ (البقرۃ) — زندہ رہنے والا اور بندوبست کرنیوالا ہے

حضرت حسین کے صاحبزادے امام زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (یعنی علی اکبر) نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ شب کو خواب میں دیکھا کہ انہیں کوئی یہ الفاظ تعلیم کر رہا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ — وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ — وہی بڑے عرش کا مالک ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اسم اعظم کے بارہ میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ اس رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس دعا میں وہ تمام الفاظ موجود ہیں جن کے لئے اسم اعظم ہونے کا قول پایا جاتا ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ — اے اللہ میں آپ سے اس ذریعہ سے سوال کرتا

لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ — ہوں کہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے خاص ہیں

یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعُ — آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اے احسان کرنیوالے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا — اے آسمان و زمین کے بنانے والے اے بڑائی

الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یَا خَیْرَ — والے۔ اے عزت والے۔ اے بہترین وارث

الْوَارِثِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ — اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے

یَا سَمِیْعَ الدُّعَآءِ یَآ اَللّٰهُ! — اے دعاؤں کے سننے والے۔ اے اللہ اے

یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا عَالِمُ — اللہ اے اللہ اے جاننے والے۔ اے

یَا سَمِیْعُ یَا عَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ — بہت سننے والے اے بہت جاننے والے اے بردبار

یَا مَلِكَ الْمُلْكِ یَا مَالِكُ	اے ملک کے بادشاہ۔ اے مالک۔ اے سلامتی کے
یَا سَلَامُ یَا حَقُّ یَا قَدِیْمُ	مالک۔ اے سچے۔ اے ہمیشہ رہنے والے اے
یَا غَنِیُّ یَا مُحِیْطُ یَا حَکِیْمُ	مال دار۔ اے ہر شے کا احاطہ کرنیوالے۔ اے حکمت کے
یَا عَلِیُّ یَا قَاهِرُ یَا رَحْمٰنُ	مالک اے بلند۔ اے زبردست اے بہت رحم فرمانیوالے
یَا رَحِیْمُ یَا سَرِیْعُ یَا کَرِیْمُ	اے رحمت والے۔ اے کاموں کے جلدی کرنیوالے
یَا مُخْفِیُ یَا مُعْطِیُّ یَا مَانِعُ	اے قابل عزت۔ اے چھپانے والے اے دینے والے
یَا مُحْیِیْ یَا مُقْسِطُ یَا حَیُّ	اے روکنے والے اے زندہ کرنیوالے اے انصاف
یَا قَیُّوْمُ یَا اَحْمَدُ یَا حَمْدُ	کرنیوالے۔ اے زندہ۔ اے عالم کا انتظام کرنے والے
یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا رَبُّ	اے لائق تعریف اے سراپا تعریف اے میرے پروردگار
یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا وَهَّابُ	اے میرے پروردگار اے بہت دینے والے اے بہت
یَا غَفَّارُ یَا قَرِیْبُ یَا لَآ اِلٰهَ	مغفرت فرمانے والے اے قریب۔ اے وہ ذات کہ
اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ	آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ کی ذات ہر
کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ	عیب سے منزہ۔ یقیناً میں گناہگار ہوں۔

شیخ عارف تیجانی فرماتے ہیں۔ میں نے حالتِ کشف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اسمِ اعظم پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کے علاوہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔

نیز شیخ صاحب مذکور فرماتے ہیں اسم اعظم وہ شے ہے کہ کسی عمل کا ثواب اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن وہ اسم بہت کم لوگوں کو عطا ہوتا ہے

اور وہ بھی لازماً صدیقین سے ہوتے ہیں۔

نیز علماء کا اس امر میں جو اتنا شدید اختلاف نظر آتا ہے اور جس کے باعث اس کی معرفت ناممکن ہو گئی ہے اس کا اصل باعث یہ ہے کہ اگر عوام کو اسم اعظم معلوم ہو جاتا تو صرف اسی میں مشغول رہتے اور اس کے علاوہ قرآنِ پاک اور دیگر عبادات کو ترک کر بیٹھتے اور اس طرح خدا تعالیٰ کے نافرمان بنتے۔

چونکہ اسم اعظم طلبِ دنیا اور طالبِ دنیا کے لئے مناسب نہیں اور اسی باعث نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت عائشہ کو بھی اسکی تعلیم نہ دی۔ اگر اہلِ دنیا اس اسم کے ذریعہ دنیا طلب کرتے تو دنیا اور آخرت دونوں خراب ہوتیں ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

شیخ یوسف بن الحسن فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ ذی النون مصری اسمِ اعظم سے واقف ہیں۔ میں اس مقصد کے لئے سفر کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب دو تین روز ان کی خدمت میں گذر چکے تو آنکی خدمت میں ایک متکلّم یعنی فلاسفر آیا اور علم کلام پر ان سے مباحثہ شروع کیا۔ نتیجۃً وہ متکلّم ذی النون پر غالب آگیا۔ مجھ سے ان کی شکست برداشت نہ ہوئی میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دونوں کے درمیان آکر بیٹھ گیا۔ اور ذی النون کی جگہ اس متکلّم سے میں نے مباحثہ شروع کیا۔ حتّٰی کہ وہ اتنا لاچار ہو گیا کہ میرے کلام کو سمجھنے تک سے قاصر رہا۔ اور اپنا سا منہ لے کر واپس ہوا۔

ذوالنون مصری اس وقت ضعیفُ العمر تھے اور مَیں جوان تھا لیکن انہیں میرے علم پر انتہائی تعجب ہوا۔ وہ اپنے مقام سے اٹھے اور میرے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا مجھے معلوم نہ تھا کہ تیرا علمی مقام اتنا بلند ہے۔ اسکے بعد ذی النون ہمیشہ مجھے اپنے قریب بٹھاتے اور دیگر اصحاب سے زیادہ میری عزت فرماتے حتّٰی کہ اسی طرح ایک سال گذر گیا۔

مَیں نے ایک سال بعد عرض کیا اے میرے استاد مَیں ایک غریب آدمی ہوں۔ اتنی مشقّت برداشت کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر متواتر ایک سال آپ کی خدمت کرتا رہا۔ جیسا جناب کا مجھ پر حق ہے ویسا ہی میرا جناب پر بھی حق ہے۔ مجھے اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ جناب اسمِ اعظم سے واقف ہیں اور مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ میں بھی اسکا اہل ہُوں کہ آپ مجھے اسمِ اعظم تعلیم فرمائیں۔ یہ سُن کر ذی النون خاموش رہے اور مجھے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ مَیں نے اسی خیال کے تحت ان کی خدمت میں چھ ماہ اور گذارے۔

جب متواتر ڈیڑھ سال گذر گیا تو انہوں نے ایک روز مجھ سے دریافت فرمایا۔ تم فلاں شخص سے واقف ہو جو فسطاط میں رہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا جی ہاں۔ انہوں نے مجھے ایک طباق عنایت فرمایا جو دوسرے طباق سے ڈھکا تھا اور اس پر ایک رومال پڑا ہوا تھا، وہ مجھے دیا اور فرمایا اس طباق کو ان بزرگ کی خدمت میں پہنچا دو۔ مَیں نے طباق اٹھا کر سر پہ رکھ لیا اور اسے لیکر فسطاط کی جانب چلا۔ اور راہ میں سوچتا جاتا تھا کہ آخر اس

میں کیا شئے ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ وزن محسوس نہ ہوتا تھا۔ حتٰی کہ میں فسطاط پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آخر اس طباق میں ایسی کیا شئے ہے جو ذی النون نے بطور ہدیہ فسطاط بھیجی ہے۔ یہ سوچ کر میں نے اوپر سے رُومال اٹھایا اور اسے کھول کر دیکھا۔

اچانک اسے کھولتے ہی اس میں سے ایک چُوہا کود کر بھاگا۔ مجھے اس بات کا انتہائی افسوس ہوا کہ حضرت ذی النون نے مجھ سے مذاق فرمایا ہے۔ اور میں سخت غصہ میں واپس ہوا۔ جب خدمت میں پہنچا تو دیکھ کر مسکرانے لگے اور فرمایا۔ اے بیوقوف جو ایک چوہے کی بھی حفاظت نہ کرسکا وہ اسمِ اعظم کی حفاظت کیونکر کر سکے گا۔ اب تم میرے پاس سے جاؤ۔ آیندہ میں تمہیں کبھی نہ دیکھوں۔

سید عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر سب سے بڑا اکرام یہ ہے کہ میں اسمِ اعظم سے واقف ہوں۔ لیکن میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں جو اسے مجھ سے حاصل کر سکے۔

کیونکہ اسمِ اعظم کو وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جسے اپنی دینداری پر کامل بھروسہ ہو۔ خوف خداوندی سے ہر وقت اسکا دل لرزاں رہے اور مخلوقاتِ خداوندی پر مہربان ہو۔ کیونکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں کسی کو اسمِ اعظم تعلیم کروں اور پھر وہ اس کے ذریعہ کسی کو ایذا پہنچائے تو خدا تعالیٰ اسے ہلاک فرمائیں گے جیسا کہ بلعم بن باعورا کہ خدا تعالیٰ نے اسے اسمِ اعظم عطا فرمایا اور اس نے اس کے ذریعہ حضرت موسٰی علیہ السّلام پر بددعا

کی۔جس کے نتیجہ میں اس کی زبان باہر نکل آئی۔یہ قصہ تفاسیر میں تفصیلاً مذکور ہے۔
احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چونکہ مختلف دعاؤں کو اسم اعظم سے تعبیر کیا گیا ہے اسی لئے علماء میں اس کی تعیین میں زبردست اختلاف ہے۔

بعض علماء اس امر کے قائل ہیں کہ اسم اعظم کا کوئی وجود ہی نہیں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اسم اعظم ہے۔یہ مسلک امام مالک رحمہ اللہ، امام ابوالحسن اشعری، امام ابوجعفر طبری، امام ابن حبان اور امام باقلانی وغیرہ کا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اسم اعظم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ہے
بعض کے نزدیک اَلۡحَیُّ الۡقَيُّوۡمُ ہے۔یہ مسلک حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور امام قاسم بن عبدالرحمٰن شامی کا ہے۔

امام جزری کے نزدیک هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَيُّوۡمُ ہے۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں۔اسم اعظم یہ الفاظ ہیں:۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ — وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں بڑے عرش کا پروردگار ہے۔

امام شعبی اور شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں وہ لفظ اللہ ہے اور یہی اکثر علماء کا مسلک ہے۔بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ چند علماء کے علاوہ اس پر سب کا اجماع ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

ثانیاً جتنی دعائیں مذکورہ مضامین میں آئی ہیں ان تمام دعاؤں میں تقریباً لفظ اللہ ضرور پایا جاتا ہے۔

ثالثاً لفظ اللہ اسم ذاتی ہے باقی تمام اسماء صفاتی ہیں اور اسمِ ذات کو اسمِ صفت پر ترجیح ہوتی ہے۔

رابعاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے اسماء کا ذکر فرمایا وہاں اللہ سب پر مقدم رکھا اور مقدم کو دوسروں پر فضیلت ہوتی ہے۔

خامساً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی اسم ضمیر کو کسی اور نام کی جانب راجع نہیں فرمایا بلکہ ہر مقام پر ضمیر کا مرجع لفظ اللہ واقع ہوا ہے اسی باعث لفظ ھُوَ سے اللہ ہی مراد ہوتا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی نقل فرمایا ہے کہ کسی شخص پر تین ہزار دینار قرض تھے، اس نے اللہ تعالیٰ سے اِن الفاظ میں دعا مانگی :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ یَا اَللّٰہُ	یا اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ
یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ بَلٰی وَاللّٰہِ	اے اللہ۔ اے اللہ۔ کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم،
اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ	آپ ہی اللہ ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی معبود
اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَاللّٰہِ اَنْتَ	نہیں۔ اے اللہ۔ اے اللہ۔ اے اللہ۔
اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ یَا حَیُّ	اے اللہ۔ آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں
یَا قَیُّوْمُ	اے زندہ۔ اے جہاں کے منتظم۔

اس دعا کے بعد وہ شخص سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ تو نے اللہ سے اسمِ اعظم کے ذریعہ سوال کیا ہے۔ یہ کلمات وہ ہیں کہ اگر یہ بہتے پانی پر پڑھے جاتے تو وہ بھی جم جاتا۔ اس خواب کے بعد اُس کی

آنکھ کھلی تو سرھانے تین ہزار دینار رکھے نظر آئے۔

علامہ فاسی شرح الدلائل میں فرماتے ہیں کہ وہ مشہور دعا جس میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

بِحَقِّ اسْمِكَ الْمَخْزُوْنِ الْمَكْنُوْنِ	تیرے اس مخفی اور پوشیدہ نام کے
الَّذِیْ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَكَ وَاَنْزَلْتَہٗ	ذریعہ جو آپ نے اپنا نام رکھا ہے۔اور
فِیْ كِتَابِكَ وَاسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ	اسے کتاب اللہ میں نازل فرمایا ہے۔اور
عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ	اسے اپنے پاس علم غیب میں نہاں رکھا ہے

ظاہر ہے کہ اس میں مخزون مکنون سے مراد وہی اسم اعظم ہے جو ان سونا مول میں سے قرآن مجید میں مخفی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس اسم کو مخفی رکھا ہے اور قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی یہ نہیں فرمایا گیا کہ یہ اسمِ اعظم ہے۔ اور نہ احادیث میں نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اور نہ آپ کے صحابہ نے یہ بات فرمائی۔

اور اس کے مخفی رکھنے میں وہی راز ہے جس کی جانب ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ اگر بندہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں اسم اسمِ اعظم ہے تو دیگر فرائض کو ترک کر کے اسی میں مشغول ہو جائے اور نتیجۃً تارکِ فرض بن جائے۔

دوسری وجہ اس کے اخفا کی یہ ہے کہ چونکہ انسان بالذات حریص واقع ہوا ہے اور جب اسے یہ شے حاصل ہو جائے گی تو وہ اس کے ذریعہ دنیا کی تمنا کرے گا۔ اور چونکہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اس کے ذریعہ دنیا طلب کرے تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب ہیں۔ تو نہ تو دنیا ہی ملے گی اور نہ آخرت ہی نصیب ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نزولِ قرآن کی غرض وغایت یہ ہے کہ بندہ اطاعتِ الٰہی میں مصروف رہے اور ہمہ وقت اسکی درگاہ میں دست بدعا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ لیلۃ القدر کی بھی کوئی تاریخ معین نہیں کی گئی تاکہ بندہ کسی وقت بھی خدا کی عبادت سے غافل نہ ہو۔ وہی غرض اسمِ اعظم کے اخفاء میں رکھی گئی۔ تاکہ بندہ ہمہ وقت دست بدعا رہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان کو اس کا علم دیا جاتا تو وہ تلاوتِ قرآن اور درود وغیرہ کے پڑھنے سے غافل بن جاتا۔ اور اس طرح ایک بہت بڑی سعادت سے محروم ہوتا۔ بلکہ ایک اس شے کا تارک بنتا جو اسمِ اعظم سے لاکھوں درجے بڑھ کر ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ ہمہ وقت تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے اور اسے مجھ سے کچھ مانگنے کی فرصت نہ ملے تو میں اسے بغیر مانگے ہی حاجت سے زیادہ دیتا ہوں۔ نیز ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

اٰیَۃٌ مِّنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ	اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت
الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا (مسلم)	دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر اسم اعظم معلوم ہوتا تو بندہ دیگر اسماء کو چھوڑ کر صرف اسی نام کے ذریعہ خدا کو پکارتا۔ اس طرح نعوذ باللہ من ذٰلک وہ دیگر اسماء کا تارک بنتا۔ اور حکمِ خداوندی کا نافرمان بھی ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک نام کے ذریعہ دعا مانگنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ سب کے ساتھ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب انسان ایک اسم کا عامل بن جاتا تو دیگر اسمار کے خواص اور فوائد ظاہر نہ ہوتے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم خواص سے خالی نہیں تو دیگر اسماء کے ذریعہ جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان سے محروم ہو جاتا۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ انسان حریص واقع ہوا ہے۔ لازماً اس اسم کے ذریعہ طالبِ دنیا بنتا۔ اور اس صورت میں جو عبادتِ خداوندی کا مقصود ہے وہ فوت ہو جاتا یعنی اخلاص۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵ (البینہ)

لوگوں کو حکم نہیں دیا گیا ہے۔ مگر اس بات کا کہ اللہ کے لئے دین کو خالص کر کے اس کی عبادت کریں۔

اِس اخفا میں اور بھی دیگر وجوہات ہیں جو ہم طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتے ہیں۔

لیکن اکثر علمار کا خیال یہی ہے کہ وہ لفظ اَللّٰہ ہے جس کی وجوہات ہم لفظ اللہ کی تحقیق میں عرض کرینگے۔ اور درحقیقت اللہ کا ہر اسم اسمِ اعظم ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہاں درجۂ قبولیت کی دیر ہے جس اسم کے ذریعہ بھی دعا کو وہ درجۂ قبولیت عطا فرمائے وہ اسمِ اعظم ہے۔ بندے کا فرض ہے کہ ہمہ وقت اس سے اپنی حاجات طلب کرتا اور اس سے امداد کا طالب رہے۔ کیونکہ دعا کا ترک کرنا خود ایک گناہ ہے اور نعمتِ خداوندی کی ناشکری ہے اس کا ارشاد ہے:۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ — مجھ سے مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

اور خدا تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں فرماتے۔ دعا کی قبولیت میں جو تاخیر واقع ہوتی ہے وہ بندے کی کوتاہی کی بنا پر ہوتی ہے۔ ورنہ اس ذاتِ کبریائی نے ہر شے کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھی ہے۔

پھر قبولیت کے تین درجے ہوتے ہیں۔

کبھی وہ دعا بعینہٖ قبول کر لی جاتی ہے۔

کبھی اس دعا کے ذریعہ کسی آنے والی مصیبت کو رفع کر دیا جاتا ہے

اور کبھی آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے۔

اور انسان چونکہ پہلے ہی درجہ سے واقف ہے اس لئے بے صبری کرتا اور سمجھتا ہے کہ میری دعا قبول ہی نہیں ہوئی۔ حدیث میں نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا۔ خدا اس سے زیادہ کسی شخص سے ناراض نہیں ہوتا جو اس سے دعا کرے اور یہ سمجھ کر چھوڑ دے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

اَللّٰہُ

اللہ اور الٰہ اصل میں الوہیت سے مشتق ہیں جس کے معنٰی عبادت کے ہیں اور یہ دونوں الفاظ معبود کے معنٰی میں مستعمل ہیں۔ اگرچہ لغوی لحاظ سے یہ دونوں ہم معنٰی ہیں لیکن عرفی اور اصطلاحی لحاظ سے ان میں یہ فرق ہے کہ لفظ الٰہ ہر معبود پر استعمال ہوتا ہے چاہے وہ حق ہو یا باطل اور لفظ اللہ معبودِ برحق کے ساتھ خاص اور اس ذاتِ کبریائی کا ذاتی نام ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ — اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

کلمہ میں اسی لئے اللہ کو الٰہ کی ضد قرار دیا گیا ہے۔ کہ اللہ کے علاوہ جتنے بھی معبود ہیں سب باطل ہیں اور حقانیت صرف ذاتِ خداوندی کیلئے خاص ہے یہ تو لغوی اور اصطلاحی معنٰی ہیں اور شریعت میں لفظ اللہ اس ذات پر بولا جاتا ہے جو حق ہو، ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہنے والی ہو، تمام صفاتِ الٰہیہ کی جامع ہو، ہر شے کی خالق اور پروردگار ہو، جس کا وجود واجب ہو۔ دنیا اپنے وجود میں اس کی محتاج ہو اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ نہ اس کے ماں باپ ہوں اور نہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ بالفاظ دیگر اسمائے حسنٰی میں جتنی صفاتِ خداوندی ثابت ہیں۔ وہ کل تمام کی تمام اس میں مجتمع ہوں۔

یہ بات بھی خوب ذہن نشین فرمالیں کہ حدیثِ ترمذی میں جن ناموں کا ذکر آیا ہے وہ اور اس کے علاوہ بقیہ تمام اسماء سے لفظ اللہ عزت و جلال اور رتبہ میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ یہ اسمِ مبارک تمام صفات

الٰہیہ کو شامل ہے کوئی صفت اس سے خارج نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی ایسا اسم نہیں جو تمام صفات پر دلالت کرتا ہو بلکہ بقیہ اسمار صفات خداوندی میں سے صرف ایک ایک صفت کا اظہار کرتے ہیں مثلاً رحمٰن سے اظہار رحمت ہوتا ہے۔ رزاق سے صفتِ رزاقیت ثابت ہوتی ہے اور رب سے ربوبیت لیکن اظہارِ ربوبیت کے لئے آپ رحمٰن کبھی نہ بولیں گے۔ اسی طرح رزاقیت کے لئے رب کا استعمال ممکن نہیں۔ لیکن لفظ اللہ کا استعمال رزاقیت و رحمت اور ربوبیت سب پر ہوگا۔ اس لئے کہ یہ تمام اسکے معانی میں شامل ہیں اور اس سے جدا نہیں۔ بایں صورت جزو پر کل کا اطلاق ہوگا۔

ثانیاً اس کے علاوہ ایسا کوئی اسم نہیں جو ذات خداوندی پر دلالت کرتا ہو۔

ثالثاً دیگر اسمار خدا کے علاوہ دوسروں پر بھی بولے جاتے ہیں۔ جیسے قادر، رحیم، حکیم، عزیز وغیرہ لیکن اس لفظ کا غیر اللہ پر اطلاق کسی صورت میں جائز نہیں۔ بلکہ غیر اللہ کو اللہ کے لفظ سے پکارنے والا متفقہ طور پر کافر ہے۔ کیونکہ اس میں کسی تاویل کا احتمال نہیں۔

رابعاً یہ کہ باقی تمام اللہ کی صفت واقع ہوئے ہیں لیکن لفظ اللہ کسی اسم کی صفت واقع نہیں ہوتا مثلاً یہ بولا جاتا ہے کہ اللہ حکیم اور علیم ہی لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ حکیم اللہ ہے۔ یا علیم اللہ ہے۔ وقس علیٰ ہذا۔

جن علمار نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے۔ ان کا قول ان دلائل کی بنا پر دیگر اقوال سے قوی تر اور مناسب تر ہے۔ اگرچہ اس کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے۔ یعنی اگرچہ اس لفظ کے اسم ہونے میں عین الیقین نہیں

تو یقین ضرور ہے۔

اس اسم میں انسان کو تائید یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں متفکر و مستغرق رہنے کا درس دیا گیا ہے کہ انسان اپنے قلب کو ماسوا اللہ سے منقطع کر لے۔ کہ اس ذاتِ کبریائی کے علاوہ کسی کی جانب ملتفت نہ ہو۔ نہ خدا کے علاوہ کسی سے امید باقی رہے۔ اور نہ کسی کا خوف۔

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (آلِ عمران) — اگر تم مومن ہو تو کفار سے نہ ڈرو۔ صرف میری ذات سے ڈرو۔

نہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز ہو، نہ اللہ کے سوا کسی کے سامنے گردن خم ہو۔ اولاد طلب کی جائے تو اس ذات سے۔ رزق طلب کیا جائے تو اس ذات سے۔ دعا مانگی جائے تو اس ذات سے۔ اظہار تکلیف ہو تو اس ذات خداوندی سے۔ الغرض اس دنیا کی ہر ہر شے اور ہر ہر ذرہ فانی اور مجبور نظر آنے لگے۔ بلکہ اسکی نظر میں ہر شے جلوۂ خداوندی کا پرتو ہو۔ دنیا کی جس شے سے محبت ہو تو خدا کیلئے ہو اور جس سے دشمنی ہو تو خدا کے لئے ہو۔ اس منزل میں پہنچنے کے بعد انسان کو ہر وہ شے محبوب بن جاتی ہے جو خدا کو محبوب ہو اور ہر اس شے سے عداوت ہوتی ہے جو خدا کی مبغوض ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شعرائے عرب نے جتنے شعر کہے ہیں ان میں سب سے سچا لبید کا شعر ہے۔ ع

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ — خبردار اللہ کے علاوہ تمام اشیاء باطل ہیں

گویا یہ مصرع اس آیتِ قرآنی کا ترجمان ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ — ہر شے فنا ہو جائے گی۔ اور تیرے جلال و

رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن) عزت والے رب کی ذات باقی رہ جائیگی۔

وظائف - جو شخص یومیہ بلا ناغہ یَا اللّٰہُ یَا ھُوْ کی ایک ہزار بار تلاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے کمال یقین کے ساتھ رزق عطا فرمائے گا۔

جو شخص نماز جمعہ سے قبل طہارت وصفائی اور سکونِ قلب کے ساتھ سو بار اس اسم کو پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے تمام امور آسان فرمائیں گے۔

اگر کوئی شخص شدید بیمار ہو اور حکماء اس کے علاج سے عاجز ہوں تو اس اسم کی کثرت سے تلاوت کرے اور خدا سے دست بدعا ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسے شفائے کلی عطا ہو گی۔

جو شخص یَا اللّٰہُ کو روزانہ ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا اس کے دل سے شکوک وشبہات دور ہونگے اور دل میں احکامِ الٰہیہ کی محبت پیدا ہو گی۔

ھُوَ

عربی میں یہ ضمیر ہے جو ہر شخص کی جانب راجع ہو سکتی ہے۔ اور اللہ کے لئے بھی اس کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔ جیسے

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص) آپ فرما دیجئے اللہ ایک ہے۔

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (الحشر) وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں

یعنی یہ خود کوئی اسم نہیں لیکن اسم ذات پر دلالت کرتا ہے۔ اور صوفیائے کرام اسے بطور وظیفہ پڑھتے ہیں۔ اسے یہ حضرات مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے ہیں۔ یہ لفظ قلبِ انسانی کو خدا کی جانب متوجہ کرنے میں بہت مؤثر ہے۔

الرَّحْمٰنُ

رحمٰن اور رحیم رحمت سے مشتق ہیں اور رحمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو وہ رحمت ہے جو دوست اور دشمن سب کے لئے عام ہو اور ایک وہ رحمت ہے جو دوستوں کے ساتھ خاص ہو۔ رحمٰن پہلے معنیٰ کو شامل ہے کہ اس کی محبت عام ہے، چاہے دوست ہو یا دشمن۔ اور رحیم دوسری قسم کی رحمت کے لئے خاص ہے۔ تو ان دونوں میں عام خاص کی نسبت ہوئی یعنی جو رحمٰن ہو گا رحیم ضرور ہو گا، لیکن رحیم کے لئے رحمٰن ہونا ضروری نہیں۔

لفظ رحیم باعتبار استعمال ذات خداوندی اور غیر ذات خداوندی پر عام ہے۔ لیکن رحمٰن ذات خداوندی کیلئے خاص ہے یعنی کسی انسان کے لئے رحیم تو کہا جا سکتا ہے لیکن اسے رحمٰن کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی شان میں فرمایا ہے:-

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (التوبہ)

نبی کریمؐ تمہاری تلاش و جستجو رکھتے اور مومنین پر شفقت و رحمت فرماتے ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ اللہ کے بعد اکثر رحمٰن کا استعمال ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ اسمِ صفت ہے لیکن کثرتِ استعمال کی بنا پر اسم ذات کا درجہ رکھتا ہے۔ مثلاً

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (بنی اسرائیل)

آپ فرما دیجئے چاہے اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو (دونوں ایک ہی ذات کے نام ہیں)

اور اللہ کے بعد رحمٰن ہی کا لفظ ہے جو اللہ کے معنی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے قرآن میں بعض مقامات پر اللہ کی جگہ اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (الفرقان) رحمٰن عرش پر مستقیم ہوا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان) اور رحمٰن کے بندے زمین پر نرمی و وقار سے چلتے ہیں۔

بعض علماء نے رحمٰن و رحیم کے معانی میں یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ رحمٰن کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والا اور رحیم آخرت میں مغفرت فرمانے والا۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں۔ رحمٰن وہ ذات ہے کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو عطا کرے اور رحیم کا مقصود یہ ہے کہ جب اس سے کوئی سوال نہ کرے تو غضبناک ہو۔ یعنی اگر بندہ اس سے مانگتا تو وہ ضرور عطا فرماتا۔ اسی لئے طلب کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (الزمر) مجھ سے مانگو میں تمہاری حاجتیں پوری کروں گا

سدی کا قول ہے کہ رحمٰن وہ ذات ہے جو مصائب اور تکالیف دور کرتی ہو اور رحیم وہ ذات ہے جو گناہوں کی بخشش کرتی ہے۔

میرے نزدیک ایک فرق یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رحیم دنیا میں رحمت کے لئے خاص ہو اور رحمٰن دنیا و آخرت کے لئے عام ہو۔

درجاتِ رحمت۔ رحمت کے بھی مختلف مراتب ہوتے ہیں۔ رحمت کا پہلا درجہ تو یہ ہے

کہ خدا تعالیٰ انسان کو عدم سے وجود میں لایا، دوسرا درجہ یہ ہے کہ باوجودیکہ بندہ خدا کا نافرمان ہے پھر بھی اس پر رزق و رحمت کے دروازے کشادہ فرمائے۔ تیسری رحمت یہ ہے کہ ہمیں ایمان سے مشرف کیا۔ اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مومنین کو آخرت میں دخولِ جنت اور بخشش سے سرفراز فرمائے گا۔ اور سب سے اعلیٰ ترین مرتبہ یہ ہے کہ مومنین کو دیدارِ خداوندی حاصل ہوگا۔ اور لفظِ رحمٰن ان تمام درجات کو شامل ہے۔

بندہ کو چاہئے کہ اپنے میں یہ صفتِ خداوندی پیدا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک کرے۔ اور انہیں وعظ و نصیحت اور تعلیم و تعلم کے ذریعہ خدا کی جانب متوجہ کرے۔ اور اس طرح گناہگاروں کو گناہوں سے بچانے کی سعی کرے۔ کیونکہ ان کے لئے رحمت یہی ہے کہ انہیں عذابِ خداوندی سے بچانے کی سعی کی جائے۔ اور حتی الامکان لوگوں کی تکالیف دُور کرنے کی جدوجہد کرے۔ مجبوروں اور ضعیفوں کی حاجت روائی میں دریغ نہ کرے۔ کیونکہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ لَمْ یُرْحَمْ (مشکوٰۃ) جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا

وظائف جو شخص یومیہ ہر نماز کے بعد سو بار اس اسم کی تلاوت کرے گا اللہ تعالےٰ اس کے دل سے سختی اور غفلت دُور فرمائیں گے۔

جو شخص اس اسم کا بکثرت ورد کرے گا آفاتِ دنیویہ سے محفوظ رہے گا۔

اگر اس اسم کو مشک و زعفران سے لکھ کر کسی بدطینت اور بدخلق انسان کے گھر میں دفن کر دیا جائے تو اس شخص میں اخلاقِ حسنہ، حیا، ترحم اور مسکنت و عاجزی پیدا ہو۔

اَلرَّحِیْمُ

اس اسم کی لفظی و معنوی بیشتر تشریح اسم رحمٰن میں گذر چکی ہے۔ اور لفظ رحمٰن کو رحیم کے ساتھ لانے کی وجہ اور ان میں فرق مراتب سطور بالا میں تحریر کئے جا چکے ہیں۔ لیکن بین فرق یہ ہے کہ رحمٰن ہر کافر و مومن، نیک و بد سب کو عام ہے۔ اور رحیم مؤمنین کے لئے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا — اور خدا تعالیٰ مومنین پر رحم فرمانے والا ہے۔

بعض اصحاب نے باہم یہ بھی فرق بیان کیا ہے کہ رحمٰن بڑی بڑی نعمتیں نازل فرمانے والا اور رحیم باریک باریک رحمتیں نازل کرنے والا۔

اس اسم کی خصوصیات یہ ہیں کہ اپنے دل کو اپنا تابعدار بنائے اور ذکرِ خداوندی میں اسے مشغول کرے۔ حتیّ الامکان معاصی سے پرہیز کرے تاکہ قیامت کے روز ارحم الراحمین اس پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے۔ مخلوقِ خداوندی کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آئے۔ بعض عارفین فرماتے ہیں:۔

اِرْحَمْ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكَ مَنْ فِی السَّمَآءِ (ترمذی) — تو اہل زمین پر رحم کر تجھ پر آسمان والا رحم فرمائے گا۔

وظائف۔ جو شخص یہ اسم یومیہ ہر نماز کے بعد سو بار پڑھے گا تمام آفاتِ دنیویہ سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص یومیہ سو بار پڑھے گا اسکے دل میں رقت و شفقت پیدا ہو جسے کسی مصیبت یا دشمن کا خوف ہو وہ اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کی کثرت

سے تلاوت کرے یا لکھ کر باندھے ۔ خدا تعالیٰ اسے دشمن سے پناہ دے گا۔
اگر کوئی شخص اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کو لکھ کر اور پانی سے دھو کر وہ پانی کسی درخت کی جڑ میں ڈال دیں ۔ اس درخت کے پھل میں برکت ہو ۔ اور اگر کسی کو گھول کر پلائے تو اسکے دل میں کاتب کی محبت ہو ۔ اسی طرح اگر طالب و مطلوب کا نام مع والدہ کے لکھ کر باندھے مطلوب اسکی محبت میں سرگرداں ہو بشرطیکہ محبت جائز ہو۔

اَلْمَلِكُ

ملك وہ ذات ہے جو اپنی ذات وصفات میں ہر موجود و غیر موجود شئے سے بے نیاز ہے ۔ بلکہ کوئی شے اپنی ذات وصفات ، عدم و وجود اور حیات و بقا میں اس سے مستغنی نہ ہو ۔ اس کے علاوہ کل موجودات اس کی مِلک ہو اور وہ کسی کی ملک نہ ہو ۔ اور بغیر کسی کی اعانت و امداد کے وہ تمام مخلوقات میں تصرف کرتا ہو ۔ تو صحیح معنیٰ میں مطلقاً ملك وہی ہے ۔ باقی تمام مخلوق مملوک ہے ۔ اسی لئے بندے پر مَلِک کا اطلاق اس عمومیت کے ساتھ جائز نہیں ۔ بلکہ انسان کے ہاتھ میں جو بھی شے ہے وہ خدا کی مِلک ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو بعض اشیاء پر قدرت دی ہے اسی لحاظ سے بندہ کے لئے ملکیت ثابت کی جاتی ہے ۔ یعنی خدا کی جانب سے وہ اس کی مملکت کا مالک بنتا ہے ۔ تاکہ بندہ خدا کا شکر بجا لائے اور اپنے نفس اور خواہشات کو احکامِ خداوندی کا تابعدار بنائے ۔
اور انسان کے لئے ملکیت عامہ اس لئے بھی ثابت نہیں ہوتی کہ موت اس

ملکیت کو ختم کردیتی ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ موت وحیات کا بھی مالک ہے۔ اس لئے انسان کی جانب ملکیت کی نسبت مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔

دوسرے یہ دعوائے ملکیت صرف موت تک ہے قیامت کے دن یہ تمام دعوے کرنے والے اپنے دعووں سے منحرف ہوجائینگے۔ جب کہ ارشاد ہوگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (المومن) آج ملک کس کا ہے۔

اور جب کسی کی زبان سے بھی جواب ظاہر نہ ہوگا تو خود ہی فرمائیں گے۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المومن) اللہ واحد قہار کی ملکیت ہے۔

اور جب یہ صورت حال ہے تو اس چند روزہ زندگی میں ملکیت کا دعویٰ ظنِ باطل سے زائد نہیں۔

اور جب انسان ہر امر میں اس کا محتاج ہے تو اس کا فرض ہے کہ اس شہنشاہِ مطلق کی صحیح رعیت بن کر رہے اور جیسے وہ خود بے نیاز ہے انسان کو بھی چاہئے کہ اسکی ذات کے علاوہ ہر ایک سے بے نیاز ہوجائے۔ اور کسی مخلوق سے حاجت برآری کی امید نہ رکھے۔ اور نہ دل میں بجز خدا کے کسی کا خوف ہو۔

وظائف۔ جو شخص بلاناغہ زوال کے وقت اسے سو بار پڑھے گا اس کا دل منوّر ہوگا۔

جو شخص صبح کی نماز کے بعد ایک سو بیس بار اس کی تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اسے غنی فرمائیں گے۔

جو شخص اس اسم پر مداومت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے جاہ و مرتبہ میں زیادتی فرمائیں گے۔

القُدُّوسُ

قدوس قدس سے مشتق ہے جس کے معنی پاکی کے ہیں۔ اسی سے ارضِ مقدسہ اور بیت المقدس بنا ہے۔ اس اسم سے مراد ہے کہ ذاتِ خداوندی تمام نقائص و عیوب اور آفات سے منزہ و پاک اور تمام صفات کی جامع ہے۔ منزہ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہر وہ وصف جس کا انسان ادراک کر سکے یا اس کے وہم و خیال میں آسکے خدا کی ذات ان سب سے پاک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ مَا خَطَرَ بِبَالِكَ فَهُوَ هَالِكٌ وَاللّٰهُ غَيْرُ ذٰلِكَ (ترمذی)	تیرے دل میں جتنے بھی خیالات آئیں سب ہلاک کرنیوالے ہیں ذاتِ خداوندی خیالات انسانی سے بالا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسم ملک کے بعد اس اسم کا ذکر فرمایا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں ذکر فرمایا ہے۔

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ	وہ ملک بھی۔ قدوس بھی۔ سلام بھی۔
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ	مؤمن بھی۔ مہیمن بھی۔ عزیز بھی۔ جبار بھی
الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (الحشر)	متکبر بھی۔

اس ترتیب میں راز یہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کا مالک بنتا ہے اور تخت حکومت اس کے ہاتھ میں آتا ہے تو اس پر مختلف حالات طاری ہوتے ہیں کبھی وہ عدل کرتا ہے تو کبھی ظلم۔ کبھی راہ راست پر گامزن ہوتا ہے تو کبھی حد سے تجاوز کرتا ہے۔ اپنوں سے سلوک کرتا اور غیروں کو دھکے دیتا

ہے۔ پھر اسکی حکومت زوال پذیر ہوتی ہے۔ اور خدا کی ذات ان تمام عیوب سے پاک ہے۔ اسی لئے ملک کے بعد قدوس لائے۔ تاکہ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ وہ بھی دنیاوی بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ ہے نہیں دنیاوی بادشاہوں کی طرح اس کی ذات سے ہرگز کوئی نقص صادر نہیں ہوتا۔

انسان کا فریضہ ہے کہ اپنے دل کو ماسوا اللہ سے پاک کرے۔ اور گناہوں سے احتراز کرے۔ تاکہ اس صفتِ خداوندی کا مظہر بن سکے۔

وظائف

جو شخص نماز جمعہ کے بعد روٹی پر یہ الفاظ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ لکھ کر کھائے تو اسکے دل میں شوق عبادت پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ اسے آفات سے محفوظ رکھے۔

جو شخص زوال کے وقت اس اسم کی تلاوت پر مداومت کرے گا اس کا دل امراض روحانیہ سے پاک ہوگا۔ یعنی حسد، بغض، کینہ، حرص، خودغرضی اور ریاکاری وغیرہ۔

اگر دشمن کا خوف ہو تو اس کی کثرت سے تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دشمن سے محفوظ رکھے گا۔

اگر مسافر سفر میں اس کی تلاوت کرے تو عاجز و درماندہ نہ ہو۔

اگر کسی میٹھی چیز پر اسے تین سو انیس بار پڑھ کر کسی کو کھلائے تو وہ دوست ہو جائے۔

اَلسَّلَامُ

نقائص سے سلامت یا مومنین کو عذاب سے سلامت رکھنے والا یعنی وہ ذات جو اپنی ذات میں عیب سے اور اپنی صفات میں نقائص سے اور اپنے افعال میں مطلقاً برائی سے پاک ہو۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنے کسی فعل میں برائی کا ارادہ فرمائے گا تو موجودات میں کوئی بھی برائی سے محفوظ نہ رہے گا۔ اسی لئے وہ اپنے افعال میں برائی سے منزہ ہے۔

انسان کو چاہئے کہ دوسروں پر کسی قسم کی زیادتی اور ظلم نہ کرے اور نہ اسکی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ اسی لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (بخاری)

مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں

اسی لئے مسلمانوں کو باہم سلام کا حکم ہوا ہے تاکہ ایک دوسرے کے لئے سلامتی کی دعا کرتے رہیں۔ اور اس سلامتی کا سب سے بڑا ظہور قیامت کے روز ہوگا جب کہ مومنین کو دوزخ سے محفوظ رکھکر جنت میں داخل کیا جائیگا اور کہا جائیگا۔

سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ ۝ (الزمر)

تم پر سلام ہو۔ تم خوش رہو۔ اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ

وظائف

جو شخص اس پر مداومت کرے گا تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

اگر مریض کے سر پر ہاتھ بلند کر کے ایک سو تیس بار باآواز بلند اس کو پڑھا جائے تو انشاء اللہ اسے شفا حاصل ہوگی۔

المُؤمِنُ

جو ذات ہر قسم کے خوف سے امن میں ہو۔ بایں معنیٰ یہ صفتِ خداوندی نہیں بن سکتی۔ اس لئے کہ امن کے لئے وجودِ خوف شرط ہے۔ بعض علماء نے اسکے معنیٰ یہ بیان کئے ہیں کہ وہ ذات جو مخلوقات کو امن دیتی ہو یعنی دنیاویہ واخرویہ سے۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے تمام امن وامان ذاتِ خداوندی کیساتھ خاص ہے۔ بعض علماء نے اسکے یہ معنیٰ بیان کئے ہیں کہ انبیاء کرام اور اپنے محبین کی معجزات وکرامات کے ساتھ تصدیق کرنے والا۔ اور ان کی تائید میں دلائل ظاہر فرمانے والا۔ اور ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنی ذات کی تصدیق کرنے والا یعنی وعدہ کا سچا کہ جس ذات کے لئے کذب اور نقضِ عہد کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔

اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ تمام مخلوق ہمہ قسم کی آفاتِ دینیہ و دنیویہ میں اسی سے پناہ حاصل کرے۔ اور دوسروں کو اپنی ذات سے کسی قسم کی تکلیف اور دکھ درد نہ پہنچنے دے۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَأْمَنْ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مسلم)	جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسکو چاہئے کہ اس کی برائیوں سے پڑوسی محفوظ رہے۔

اور اس اسم کا سب سے بڑا نصیب یہ ہے کہ مخلوقاتِ خداوندی کو ہدایت اور دین کا راستہ بتائے اور انہیں عذابِ خداوندی سے ڈرائے تاکہ وہ عذابِ خداوندی سے محفوظ رہ سکیں۔ اور تمام انبیاء کرام اور علماء کا طریقہ یہی رہا ہے

اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّکُمْ تَھَافَتُوْنَ فِی النَّارِ	تم دوزخ میں اسی طرح گرتے ہو جیسے
تَھَافُتَ الْفِرَاشِ وَاَنَا اٰخِذٌ	پروانے آگ پر گرتے ہیں۔ اور میں تمہاری
بِحُجَزِکُمْ (مسلم)	کمر پکڑ پکڑ کر روک رہا ہوں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ اسمار یعنی ناموں میں مشابہت ذات میں مشابہت لازم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک منادی سے اعلان کرائیں گے کہ جس شخص کا نام میرے انبیار کے نام پر ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ بہت سے ایسے اشخاص ہونگے کہ جن کے نام انبیار کے ناموں پر نہ ہونگے، اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا۔ میں مومن ہوں اور میں نے دنیا میں تمہارا نام مومن رکھا تھا۔ تو تم میرے حکم سے جنت میں جاؤ۔

اس لحاظ سے اس اسم میں ذاتِ خداوندی اور بندہ دونوں شریک ہیں لیکن معانی اور مراتب کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ بایں الفاظ مومن ہے کہ وہ دنیا کو خوف سے نجات دینے والا ہے۔ اور بندہ بایں لحاظ مومن ہے کہ اللہ اور اس کے احکام اور انبیار کی تصدیق کرنے والا ہے۔

وظائف

جو شخص خوف کے وقت اسے چھ سو تیں بار پڑھے گا ہر قسم کے خوف سے محفوظ رہے گا۔ اور اسکی جان و مال کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا۔ اور جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا مخلوق اسکی تابع فرمان ہو گی۔

اَلْمُهَيْمِنُ

یہ اسم اس ذات کے لئے خاص ہے جس میں تین صفات جمع ہوں، وہ مھیمن ہے۔ اول لوگوں کو ان کے اعمال اور انجام سے مطلع کرتا ہو کہ اس عمل کا یہ نتیجہ ظاہر ہوگا۔ دوسرے تمام مخلوق کے رزق کی ذمہ داری اس ذات کے ذمہ ہو۔ تیسرے ان کی زندگی اور موت اسکے قبضۂ قدرت میں ہو۔ اور جس ذات میں یہ تینوں صفات جمع ہوں وہ اسے مھیمن کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تینوں صفات بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی ذات میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ کتبِ قدیمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن اسماء کا اظہار فرمایا تھا یہ ان ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تمام عالم اور اس سے جتنی اشیاء متعلق ہیں ان میں جو سب سے اشرف ہو اسے مھیمن کہتے ہیں اور اس سے حفاظت طلب کی جاتی ہو اور سب کی پرورش کا ذمہ دار ہو۔ نیز ایک قول یہ ہے کہ یہ محافظ کے ہم معنٰی ہے۔ اور بعض علماء نے اسے بمعنٰی حاضر لیا ہے۔

اِس اسم سے بدیں طور استفادہ کیا جاتا ہے کہ آدمی اپنے نفس کی محافظت کرے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ اور ہر کام کی انجام دہی کے وقت پہلے یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی امر مخفی نہیں ہے۔

وظائف۔ جو شخص غسل کرکے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور خلوت میں خلوصِ قلب اور پوری توجہ کے ساتھ اس اسم کی سو بار تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن کو صاف فرمائے گا اور اس پر اسرارِ الٰہی منکشف ہونے لگیں گے۔

اَلْعَزِیْزُ

یہ اسم عزت سے مشتق ہے جسکے معنیٰ قوت و غلبہ کے آتے ہیں اور اس اسم کا مقصود وہ ذات ہے کہ جو اوصافِ مخلوقات سے متصف نہ ہوسکے اور جس ذات کا حواسِ ظاہرہ اور باطنہ ادراک نہ کرسکیں۔ بعض علماء نے اس کے یہ معنیٰ بیان فرمائے ہیں کہ وہ ذات جس کا مقام اتنا اعلیٰ اور ارفع ہو جس کا حصول ناممکن الوجود ہو، اور جو افہامِ مخلوقات سے بالاتر ہو کہ اس کا ادراک ہی ممکن نہ ہو۔ نہ وہ ذات آنکھوں سے دیکھی جاسکے، نہ ہاتھوں سے چھوئی جاسکے اور نہ قوتِ متخیلہ اسے خیال میں لاسکے اور اپنی ذات و صفات میں اتنا مستغنی ہو کہ کسی چیز میں کسی غیر کا محتاج نہ ہو تو ایسی ذات کو عزیز کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ غالباً قرآن میں اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے:-

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (النساء) یقیناً تمام عزت اللہ کے لئے ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عزیز وہ ذات ہے کہ جس کا مثل ممکن نہ ہو، اور حاجتیں اسی سے روا ہوتی ہوں۔ اور اس تک پہنچ ناممکن ہو جس میں ان تینوں صفات میں سے کسی کی کمی ہو وہ عزیز نہیں۔ اور یہ تمام بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

بندوں میں عزیز اسے کہا جاتا ہے کہ جس شخص کے اہم امور میں لوگ محتاج ہوں۔ اور ہماری اہم امور سے مراد ہدایت و سعادت و اخروی معاملات ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ اور افعال و کردار پر غلبہ حاصل

کرے اور خود کو سوال کی ذلت سے محفوظ رکھے۔ تاکہ صورۃً عزت و وقار حاصل ہو۔ غرور و تکبر اور فخر و ریا سے اپنے دل کو پاک کرے۔ اس لئے کہ تمام عزت اللہ کے لئے ہے۔ اور بندہ خدا کا محتاج ہے۔ اور محتاج عزت دار نہیں ہوتا۔

وظائف

جو شخص چالیس روز تک یومیہ چالیس بار اس اسم کا ورد کریگا۔ اللہ تعالےٰ اسے دنیا میں معزز و مشرف کریگا حتّٰی کہ وہ کسی کا محتاج نہ رہے گا۔

اَلْجَبَّارُ

جس کی مشیئت اور حکم ہر ایک پر زبردستی جاری ہو سکے اور اسکی مشیئت اور حکم میں نہ کسی کا دخل ہو اور نہ اسے رد کر سکے اور وہ وہ ذاتِ گرامی ہے جس کے قبضۂ قدرت سے کوئی شے باہر نہ ہو۔ اسکے سامنے ہر شے مجبور و لاچار اور اسکی دست نگر ہو۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ جبر بمعنی اصلاح سے مشتق ہے۔ بایں صورت اس کے معنی ہونگے کہ تمام مخلوقات کے امور درست کرنے والا۔

انسانوں میں جبار اس کو کہا جاتا ہے جو دوسروں کے اتباع سے بے پروا ہو اور دوسرے ہر ایک کام میں اس کی اتباع کرتے ہوں۔ اور اپنے عزت و مرتبہ میں یکتا ہو۔ اور دوسرے اشخاص اس کی ہیئت و سیرت، عادات و اطوار میں اور کردار میں اس کی اقتدا کرتے ہوں مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچتا ہو اور وہ کسی سے فائدہ کا خواہاں نہ ہو۔ دنیا اس کی اقتدا کرتی ہے اور وہ کسی کی

اقتدار سے بے نیاز ہو۔ جو شخص بھی اسکی جانب نظر اٹھا کر دیکھے اس کی صورت کا مشتاق بن جائے۔ اور دوسروں کی محبت اس کے دل سے خارج ہو جائے۔ اور اس کا رتبہ حاصل کرنا کسی کے لئے ممکن نہ ہو۔ اور یہ تمام اوصاف بحیثیت مجموعی صرف ایک ذات میں مجتمع تھے اور وہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ذاتِ گرامی تھی اور خود ارشاد فرمایا:۔

لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ	اگر موسیٰ علیہ السلام آج حیات ہوتے تو میری
اِلَّا اِتِّبَاعِیْ وَاَنَا سَیِّدُ	اتباع کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ اور میں آدم
وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ	کی تمام اولاد کا سردار ہوں گا قیامت کے روز اور
(مسلم)	اس میں کوئی فخر نہیں

انسان کو چاہیئے کہ اپنے نفسِ امارہ اور خواہشاتِ نفسانیہ پر قابو حاصل کرے اور انہیں شریعت کا متبع بنائے۔ بری صفات ترک کرے اور اخلاقِ حسنہ اختیار کرے۔

وظائف

جو شخص یومیہ صبح و شام دو سو چھبیس بار اس کی تلاوت کرے گا انشاء اللہ ظالموں کے قہر سے محفوظ رہے گا۔

جو شخص صبح و شام سات سات بار مسبعاتِ عشر پڑھے اور اس کے بعد اکیس بار اس اسم کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو شخص اس کی پابندی کرے گا مخلوق کی عیب جوئی اور ایذا رسانی سے نجات پائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے صاحبِ ثروت و جاہ کرے گا۔ اگر اسے

انگوٹھی پر نقش کر کے پہنے گا تو دنیا کی نظروں میں عزیز ہوگا۔ مسبعات عشر دس چیزیں جنہیں بسم اللہ کے ساتھ سات سات بار پڑھا جاتا ہے۔ سورۂ فاتحہ، الفلق، الناس، الاخلاص، الکٰفرون، آیۃ الکرسی، کلمہ تمجید، درود شریف اور حسب ذیل یہ دونوں دعائیں:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ
وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ
صَغِيْرًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِيْعِ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ
وَالْمُسْلِمٰتِ الْاَحْيَآءِ مِنْهُمْ
وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعَوٰتِ
يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَيَا رَافِعَ
الدَّرَجٰتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ ـ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ
افْعَلْ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا
فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ جَوَّادٌ كَرِيْمٌ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

اے اللہ میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔ اور ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا۔ اے اللہ تمام مومن مردوں اور عورتوں اور تمام مسلم مردوں اور عورتوں زندہ ہوں یا مردہ ان سب کی مغفرت فرما۔ یقیناً آپ ہی دعاؤں کو قبول کرنے والے۔ اے حاجتیں پوری فرمانے والے اپنی رحمت سے۔ اے درجے بلند فرمانے والے۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔ اے میرے مولا اے میرے پروردگار۔ تو میرے اور ان سب کے ساتھ جلدی اور بدیر معاملہ فرما جس کے آپ ہی اہل ہیں بیشک آپ بہت ہی مغفرت فرمانے والے۔ گناہوں پر صبر کرنے والے لاانتہا سخی سب سے زیادہ قابل قدر۔ انتہائی مہربان اور بے پناہ رحم فرمانے والے ہیں۔

اَلْمُتَکَبِّرُ

وہ ذات جو اپنے سامنے تمام مخلوقات کو حقیر سمجھے اور تمام عظمت و کبریائی، فخر و جلال اور بڑائی اسی کے لئے خاص ہو۔ جو تمام مخلوق پر اس طرح نظر رکھتا ہو جیسے ایک بادشاہ اپنے غلاموں پر نظر رکھتا ہے۔ اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کے لئے بھی اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا۔ بڑائی میرا تہبند اور عظمت میری چادر ہے۔ جو شخص اسے مجھ سے چھیننا چاہے یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا میں اسے ضرور دوزخ میں داخل کروں گا۔ اور اس اسم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و جلال کا اظہار فرمایا ہے۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کا جلال، اس کا رتبہ اور اس کی صحیح معنٰی میں قدر اور عزت کو پہچان لے گا وہ خود بخود عاجزی و انکساری اختیار کرے گا۔ اسی لئے علماء کا مقولہ ہے۔

هَتَكَ سِتْرَهٗ مَنْ جَاوَزَ قَدْرَهٗ	جس نے اپنی حد سے تجاوز کیا اس نے پردہ خداوندی کو چاک کیا

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً عَرَفَ قَدْرَهٗ فَلَمْ يَتَعَدَّ طَوْرَهٗ	اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنی قدر پہچانی اور اپنی حد سے تجاوز نہ کیا۔

انسان میں تکبر اور فخر اور غرور کا مادہ پیدا ہونا ایک عادت مذمومہ جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ صفتِ خداوندی کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ خالق کجا اور مخلوق کجا۔ انسان

جو مٹی کا پُتلا ہے اور ایک گندے پانی سے وجود میں آیا ہے اس میں صفتِ خداوندی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے۔ تواضع، عاجزی اور انکساری اختیار کرے اور اپنی عقل وفہم پر نازاں نہ ہو۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن اسے اپنی اصل کی جانب لوٹنا اور گل سڑکر مٹی ہوجانا ہے ؎

تکبّر عزازیل راخوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

بعض متقی اور پرہیزگاروں میں بھی تکبر کا مادہ پایا جاتا ہے۔ لیکن اُن کی نیت فاسد نہیں ہوتی، بلکہ وہ حکمِ خداوندی کے پیشِ نظر دنیا اور دنیا کی تمام اشیاء کو حقیر گردانتے ہیں اور اس صفت میں جب انہیں انہماک ہوتا ہے تو اُن سے کچھ ایسے امور وافعال صادر ہوتے ہیں کہ دیکھنے والے کی نظر میں وہ تکبر معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان پرہیزگاروں کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کجا کہ تکبر۔ لیکن عوام میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ بلکہ وہ آخرت کو ایک بے کار سی شے سمجھ کر اس متاعِ دنیا کو اُس پر ترجیح دیتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

وظائف

جو شخص بیوی کے پاس جاتے وقت اس اسم کی دس بار تلاوت کریگا اللہ تعالیٰ اسے نیک لڑکا عطا فرمائے گا۔

جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا تو انشاء اللہ اسے عزت و جاہ حاصل ہوگی۔

اَلْخَالِقُ ـــ اَلْبَارِئُ ـــ اَلْمُصَوِّرُ

خالق اس ذات کا نام ہے جو کسی شے کو عدم سے وجود میں لائے۔ بارئ اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کی خلقت میں کوئی نقص نہ ہو۔ اور مصور وہ ذات ہے جو مخلوقات کی صورتیں بناتا ہو۔ کیونکہ تصویر کے معنٰی صورت بنانے کے ہیں۔ تو اللہ تعالٰی نے پیدا فرما کر اسے شکل وصورت عطا فرمائی۔

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ انہوں نے ان تینوں ناموں کو ہم معنٰی قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی چیز کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے تین مدارج ہوتے ہیں۔ پہلا درجہ تو اندازہ ہے۔ اس کے بعد اس کا وجود ہے۔ اور تیسرا درجہ اس کی شکل وہیئت ہے۔ پہلے درجہ کے لئے **خالق** کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور دوسرے کیلئے **بارئ** اور تیسرے درجہ کے لئے **مصور** بولا جاتا ہے۔

مثلاً ایک شخص مکان بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اولاً اس کا نقشہ تیار کرتا اور اس کے لئے سامان فراہم کرتا ہے۔ یہ پہلا درجہ ہے اسے **خلقت** کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد معمار مکان بناتا ہے۔ یہ دوسرا درجہ ہے اسے عربی میں **برء** کہتے ہیں جس سے **بارئ** بنا ہے۔ تیسرا درجہ اس مکان کی سپیدی اور نقش ونگار ہیں، اسے **تصویر** کہا جاتا ہے۔ اور یہ شے ہم نے مثال کے طور پر تحریر کی ہے۔ ورنہ اللہ تعالٰی ان احتیاجات سے پاک ہے۔

کیونکہ وہ خود ہی اندازہ کرنے والا، خود ہی بنانے والا، اور خود ہی زینت بخشنے والا ہے۔

چونکہ یہ تینوں صفات خدا کا خاصہ ہیں اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاندار شئے کی تصویر بنانے کو حرام فرمایا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مصور کو حکم فرمائیں گے کہ اس تصویر میں جان ڈالو۔ اور جب تک وہ جان نہ ڈالے گا دوزخ میں جلتا رہے گا۔ اور جان ڈالنا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا کام نہیں۔ اسی لئے ایک اور حدیث شریف میں فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بخاری) یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

وظائف

جو شخص نصف شب میں ایک گھنٹہ یا خالق کا ورد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ ایمان سے منور فرمائیں گے۔

جو شخص اسم الخالق کو سات روز تک متواتر سو بار پڑھے گا انشاء اللہ تعالیٰ تمام آفات سے سالم رہے گا۔

اگر بانجھ عورت سات روز متواتر روزہ رکھے اور پانی سے افطار کرے اور افطار کے بعد اکیس بار البارئ المصور پڑھے تو انشاء اللہ اولادِ نرینہ عطا ہو۔

الغَفَّارُ

غفار غفر سے مشتق ہے جس کے معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے آتے ہیں اور مغفرت خداوندی کا مقصود یہ ہے کہ بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمانا اور ان پر اپنا فضل ورحمت فرمانا ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ بندے کے گناہوں پر مواخذہ فرماتا تو کوئی بھی اسکے عذاب سے محفوظ نہ رہتا۔ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے:۔

عَبْدِیْ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ	اے میرے بندے اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے
الْاَرْضِ ذُنُوْبًا لَاَتَیْتُكَ بِقُرَابِهَا	پاس آئے گا۔ تو میں زمین بھر مغفرت لے کر تیرے
مَغْفِرَةً مَالَمْ تُشْرِكْ (مشکوٰۃ)	پاس آؤنگا لیکن اس شرط سے کہ تو شرک نہ کرے۔

تو غفار اُس ذاتِ کبریا کو کہا جاتا ہے کہ جو دنیا میں بندے کی خوبیاں تو ظاہر فرماتا ہو اور برائیوں پر پردہ ڈالتا ہو۔ اور آخرت میں اسکے گناہوں سے درگذر فرماتا ہو۔ اور اس فضل ورحمت میں بندے کی توبہ وعبادت کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ	کوئی شخص جنت میں اپنے عمل سے داخل نہ
بِعَمَلٍ قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ	ہوگا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا
فَقُلْتُ وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ	یارسول اللہ کیا آپ بھی؟ فرمایا نہ میں نہ میں قسم
وَلَا اَنَا وَلَا اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ	ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی

مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِلَّا اَنْ تَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ (مشکوٰۃ)

جان ہے۔ مگر ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم میں ڈھانپ لیا ہے۔

خدا تعالیٰ کی بندے کے ساتھ پہلی پردہ پوشی تو یہ ہے کہ بدنِ انسانی میں جو قبیح اور بُری اشیا تھیں مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ اسے پیٹ میں مخفی فرمایا اور اس کے چہرہ کو حسن و جمال سے مزیّن فرمایا۔

دوسری پردہ پوشی یہ ہے کہ روحانی عیوب مثلاً حسد، کینہ وغیرہ اسے دل میں مخفی فرمایا۔ کیونکہ اگر وہ لوگوں پر ظاہر ہوتا تو دوسرے اسکے دشمن بنتے اور اس کی زندگی کے درپئے آزار ہوتے۔

اور تیسری پردہ پوشی یہ ہے کہ بندے کے گناہوں کو چھپایا۔ حالانکہ وہ بندہ اس قابل تھا کہ اسے مخلوق کے سامنے ذلیل و خوار کیا جاتا۔ اور وعدہ فرمایا کہ مومن کی برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل فرمادیں گے۔

اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ دوسرے کی پردہ پوشی کرے اور غیبت سے پرہیز کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُؤْمِنٍ عَوْرَتَہٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ کَشَفَ عَلٰی مُؤْمِنٍ عَوْرَتَہٗ کَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (ترمذی)

جو کسی مومن کا پردہ چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا پردہ چھپائیں گے اور جو کسی مومن کا پردہ فاش کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا پردہ فاش فرمائیں گے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ آپ

نے فرمایا کہ تیرے منہ سے مردار گوشت کی بو آرہی ہے۔ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کھایا، اس لئے کہ میں روزہ سے ہوں۔ مردار گوشت تو کجا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے اپنے مسلم بھائی کی غیبت کی ہے۔ یعنی مردار گوشت کھانا اور غیبت کرنا مساوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا	تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں کیا تم میں
اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ	سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت
اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات)	کھائے اور اسے تم برا سمجھتے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار ایک مردار پر سے گذرے جس میں سے بدبو آرہی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ دیکھئے اس مردار سے کتنی بدبو پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے دانت کتنے عمدہ ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ دوسرے کی خوبیاں ذکر کرنی چاہئیں، نہ کہ برائیاں ممکن ہے کہ تمہارا انجام اس سے بدتر ہو۔

وظائف

جو شخص نماز جمعہ کے بعد اس اسم کو سو بار پڑھے گا اس پر انشاءاللہ تعالیٰ مغفرت خداوندی کے آثار ظاہر ہونے لگیں گے۔ اور ہر تنگی رفع ہوگی اور بے شمار رزق حاصل ہوگا۔

یاد رکھئے کہ مغفرت سے اللہ تعالیٰ کے تین اسماء مشتق ہیں۔ غافر غفور اور غفار۔ غفار میں سب سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں بے انتہا پردہ پوشی فرمانے والا۔

اَلْقَھَّارُ

قہار اور قاہر اس ذات کی صفت ہے جو ہر شئے پر کامل قدرت رکھتی ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (الانعام) وہ اپنے بندوں پر کامل قدرت رکھنے والا ہے

تو جتنی بھی موجودات ہیں ان کے غلبہ و قدرت کے تحت داخل ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں قاہر اور قہار وہ ذات ہی جو ظالموں اور سرکشوں سے مظلوموں کا انتقام لیتی ہو۔ بایں طور کہ ظالموں کو ہلاک کرتی اور ان کو ذلیل و رسوا کرتی ہو۔ اور کوئی موجود شے ایسی نہیں جو اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو بلکہ قدرتِ انسانی بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے

اور بندے میں قہاریت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور شیطان سے انتقام لے۔ اور شیطان سے انتقام یہ ہے کہ اسکی خواہشات کو روندتا رہے اور پھر ہر چھوٹی اور بڑی بات میں خدائے واحد قہار سے لو لگائے رکھے۔ کیونکہ اگر ان دونوں چیزوں پر اسے قدرت حاصل ہوگئی تو اسے تمام دنیا پر قدرت حاصل ہوگئی اور ہر مکروہ حرام کا ترک آسان ہوگیا۔

وظائف۔ جو شخص حبِ دنیا اور ماسوی اللہ کی عظمت میں مشغول ہو وہ اس اسم کا کثرت سے ورد کرے۔ اسکے دل سے دنیا کی محبت و عظمت جاتی رہے گی۔ اور انشاء اللہ اسے دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی ——— جو شخص سحر کی بنا پر عورت پر قادر نہ ہو۔ یہ اسم چینی کے برتن پر لکھکر اس شخص کو پلایا جائے۔ انشاء اللہ سحر دفع ہو

اَلْوَهَّابُ

بے سوال کے عطا فرمانے والا۔ اور ایسا دینے والا جس کا کوئی ثانی نہ ہو۔ اور یہ اسم ہبہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی بغیر عوض اور بغیر کسی غرض کے دوسرے کو عطا کرنا ہے۔ اور جو اس طرح مال کو لٹاتا اور دوسروں کو دیتا رہتا ہو اسے جواد اور وہاب کہتے ہیں۔

اور فی الحقیقت جود و عطا اور بے غرض و غائت ہبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو بغیر کسی معاوضہ اور غرض و غائت کے عطا کرتا ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ انسان کی بعض اوقات عطا سے غرض اس وقت معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ مستقبل میں اس معاوضہ کی امید ہوتی ہے۔ دنیاوی عطایا اور ہدایا سے ترک نظر کرتے ہوئے انفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) کو دیکھئے کہ اس میں بھی یہ غرض و غائت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا معاوضہ ہمیں آخرت میں عطا فرمائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کو معاوضہ کی حاجت نہیں۔

بندوں میں وہاب اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جو لوگوں کو بغیر کسی خوف اور ڈر کے عطا کرتا ہو۔ نہ ان سے بدلہ کا خواہاں ہو اور نہ اس عطا سے اسکی غرض جزاء اخروی ہو۔ یعنی دخولِ جنت وغیرہ۔ بلکہ صرف غرض و غائت اللہ تعالیٰ کی محبت اور احکام کی اتباع ہو۔

اس اسم کی صفت یہ ہے کہ بندہ کو چاہیئے کہ لوگ جس چیز کے محتاج ہوں

یہ انہیں بلا غرض عطا کرے اور اس نعمت پر شکر الٰہی بجالائے۔ حدیث میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسمار کو ارشاد فرمایا:۔

اِنْفِقِی یُنْفَقْ عَلَیْكِ وَلَا تُمْسِکِی یُمْسَكْ عَلَیْكِ وَلَا تُحَاسِبِی یُحَاسَبْ عَلَیْكِ (ترمذی)	اے اسمار خوب خرچ کر تجھ پر خوب خرچ کیا جائیگا (یعنی خدا تعالیٰ خوب رزق مہیا فرمائیں گے) ہاتھ نہ روک تجھ پر بھی ہاتھ روک لیا جائے گا۔ شمار نہ کر تجھے بھی شمار کرکے دیا جائے گا۔

کیونکہ انسان کے پاس جتنا مال اور دولت ہے وہ اللہ کا عطا کردہ ہے اور اس نے یہ مال اس لئے عطا کیا ہے کہ تم دوسروں کی ضروریات کے کفیل بنو۔ اور پھر بھی اگر کوئی بخل کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ دوسرے کے مال پر قبضہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کا مال نہیں۔ اگر وہ اس کا مالک ہوتا تو قبر میں بھی ساتھ لے کر جاتا۔ حالانکہ اسکی موت کے بعد اس مال کے مالک اس کے وارث ہو جائیں گے۔

وظائف

جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو تو چاشت کی نماز میں اخیر سجدہ میں اسے چالیس بار ہمیشہ پڑھا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فقر و فاقہ کو دُور فرمائیں گے۔ اسی طرح جو اس اسم کی کثرت کریگا مخلوق سے بے نیاز ہوگا۔

جو شخص نماز صبح کے بعد اس اسم کا تین سو بار ورد کرے اور اول و آخر گیارہ بار درود پڑھے اور بعد میں دعا کرے اللہ تعالیٰ اس پر رزق کے دروازے کشادہ فرمائیں گے۔ اسی طرح اس کا سوا لاکھ بھی مفید ہے۔

اَلرَّزَّاقُ

رزق اور اس کے اسباب پیدا فرمانے والا۔ اور وہ چیزیں وجود میں لانے والا جو جسم و روح کے لئے معاون و مددگار ثابت ہوں جیسے غذائیں اور علوم و معارف وغیرہ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رزاق وہ ذات ہے جس نے رزق اور رزق سے فوائد حاصل کرنے والوں کو پیدا فرمایا۔ اور ان کے فوائد کے لئے اسباب مہیا فرمانے والا۔

رزق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رزق ظاہر، ایک رزق باطن۔ رزق ظاہر تو غذائیں اور وہ وہ چیزیں ہیں جو بدن کے لئے فائدہ مند ہوں۔ اور رزقِ باطن علوم و معارف ہیں۔ اور یہ اشرف رزق ہے۔ کیونکہ رزقِ ظاہر تو صرف بدن کے لئے کار آمد ہے اور وہ بھی ایک مدتِ معینہ تک۔ لیکن رزقِ باطن ابدی ہے جس کا فائدہ آخرت میں بھی جاری ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ دونوں قسم کے رزقوں کا کفیل ہے۔ جس کے لئے چاہتا ہے اور پسند فرماتا ہے اس کیلئے ہر دو رزق کشادہ فرماتا اور جس کے لئے چاہتا ہے اسے ایک رزق عطا فرماتا ہے۔

انسان پر اس صفت سے دو قسم کے احکام صادر ہوتے ہیں:

اولاً یہ کہ جب انسان کو یہ امر معلوم ہو گیا کہ خدا تعالیٰ ہی رزق عطا فرماتا ہے اور اس کے علاوہ کسی میں رزق دینے کی قدرت نہیں۔ تو اب اسے چاہیئے کہ بجز خدا کے رزق کا کسی سے طالب نہ ہو۔ اور نہ اللہ کے علاوہ کسی پر بھروسہ کرے۔ بلکہ اس کی ذات کے علاوہ کسی اور سے رزق یا کسی قسم کی امداد کا طلب کرنے والا کافر ہے۔ اس لئے کہ وہ رزاقیت خداوندی کا منکر ہے۔ دوسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ جب رزق کی دو قسم ہیں تو انسان کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ سے رزق روحانی طلب کرے۔ یعنی ہدایت و علم۔ اور وہ زبان جو لوگوں کو ہدایت کرے اور وہ مال جو اللہ کی راہ میں لٹایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو محبوب رکھتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں اس سے متعلق ہو جاتی ہیں۔ اور اسے دوسروں کی حاجتیں برلانے میں لطف محسوس ہونے لگتا ہے۔

وظائف

جو شخص نماز صبح سے قبل مکان کے چاروں کونوں میں دس دس بار اس اسم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر رزق کی کشادگی فرمائینگے۔ یہ عمل قبلہ کی داہنی جانب سے شروع کیا جائے۔

الفتّاحُ

فتاح وہ ذات ہے جسکی عنایت سے ہر مصیبت دور ہوتی ہو۔ اور اسی کی ہدایت سے ہر مشکل آسان ہوتی ہو۔ اور اسی کے ذریعہ دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہو اور فتوح خداوندی کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ کبھی انبیاء کرام کے ذریعہ رشد و ہدایت سے کھولے جاتے ہیں اور خدا کے دشمنوں کو ذلیل کیا جاتا ہے۔ کبھی اولیاء کے قلوب پر کشف و الہام کے ذریعہ فتوح فرمایا جاتا ہے۔ اور کبھی قدرتی طور پر معجزات کے ذریعہ۔ اور ان فتوحات اور اس کی اقسام کا علم بھی اللہ ہی کے لئے خاص ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ — اور اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں۔

لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ — جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

ایک مقصود یہ بھی ہے کہ اپنی مخلوق پر اپنی رحمت کے خزانے کھولنے والا۔ اور اس مطلب کی یہ آیت تائید کرتی ہے۔

مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ — جو کچھ اللہ لوگوں کے لئے رحمتوں کے دروازے کھولتا ہے نہ اسے کوئی بند کرنے والا ہے اور نہ اس کے بعد کوئی بھیجنے والا۔

انسان کیلئے اس اسم میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ انسانی علوم کے حاصل کرنے میں مشغول رہے حتٰی کہ اس پر علوم کی مشکلات حل ہونے لگیں اور جن دقیق مسائل کا دوسروں سے حل ممکن نہ ہو وہ اس پر ظاہر ہونے لگیں اور اہل دنیا کی علمی حاجتیں اس سے وابستہ ہو جائیں۔

وظائف۔ جو شخص نماز فجر کے بعد دونوں ہاتھ سینہ پر رکھکر ستر بار اس اسم کا ورد کرے گا۔ اس کا دل ہدایت و ایمان سے منور ہو گا۔

العَلِیمُ

علیم وہ ذات ہے جس کا علم ہر شے کو محیط ہو۔ چھوٹی، بڑی۔ ظاہر وباطن۔ اس کی ابتدا وانتہا۔ اس کا عدم ووجود۔ الغرض اس کا علم اتنا کامل ہو کہ اس کا تصور بھی ممکن نہ ہو۔ اور یہ علم اشیاء کے ذریعہ حاصل نہ ہو بلکہ تمام معلومات اسی سے حاصل ہوتی ہوں۔ اور وہ اپنے علم میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ اور یہ صفت بجز ذاتِ خداوندی کے کسی پر صادق نہیں آتی۔ بلکہ جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ یہ صفات اوروں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ تمام علماء کے نزدیک کافر ہے۔ اسی لئے سوائے خدا کے کسی کو علیم نہیں کہہ سکتے۔ اور اسی معنٰی میں عالم ہے اور یہ بھی خدا کا نام ہے۔ اور عالم اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے ساتھ علم قائم ہو۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے جو اسکی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں ہو سکتی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کو بھی جانتا ہے اور ان تمام مخلوقات اور اشیاء جو وجود میں آچکیں اور آئندہ ظہور پذیر ہونگی۔ اور جن کا وجود ممکن ہے اور جن کا وجود محال ہے۔ وہ کل غیبوں کو جانتا ہے۔ اور غیب کا جاننے والا بجز اللہ کے کوئی نہیں۔ ارشاد ہے:۔

لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ — اللہ کے علاوہ غیب کوئی نہیں جانتا۔

صرف اسی کی ذات جانتی ہے کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا۔ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی؟ بارش کب ہوگی۔ آدمی کل کیا کمائے گا۔ اور آدمی کی موت کہاں واقع ہوگی۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ	اسی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی جانتا
وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ	ہے کہ بارش کب نازل فرمائے گا اور وہی جانتا
مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ	ہے کہ رحم مادری میں کیا ہے۔ اور کوئی نہیں
نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا	جانتا کہ آدمی کل کیا کمائے گا اور کوئی نہیں
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ	جانتا کہ آدمی کس سرزمین میں مرے گا۔
اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ	یقیناً اللہ تعالےٰ خوب جاننے والے اور ہر
عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (لقمان)	شئے سے خوب خبردار ہیں۔

قدرت نے انسان کو بھی علم عطا کیا ہے اور سب سے زیادہ علم انبیاء کرام کو عطا کیا جاتا ہے لیکن علمِ خداوندی اور ان کے علم میں بہت نمایاں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اسکی ذات سے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی جدائی ممکن نہیں۔ لیکن انبیاء کرام کا علم نبوت کے بعد ہوتا ہے اور موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرے اللہ تعالیٰ اپنے علم میں کسی کا محتاج نہیں اور انبیاء کرام اپنے علم میں خدا کے محتاج ہیں۔

تیسرے خدا کا علم کلی ہے یعنی ہر ہر چیز کو شامل ہے اور انبیاء کرام کا علم

محدود۔ یعنی اول تو ہر شے کو شامل نہیں۔ پھر اس کے لئے ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ اور علمِ خداوندی کے لئے نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔

اسی باعث اللہ کے علاوہ کسی کو علیم یا عالم الغیب قرار دینا عین کفر ہے۔ کیونکہ اگر یہ تمام صورتیں کسی انسان میں تسلیم کرلی جائیں تو صفتِ خداوندی میں شرکت لازم آئے گی اور یہ شرک فی العلم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(الاعراف)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں (چہ جائیکہ کسی اور کیلئے) مگر جتنا اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنے لئے بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔ اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ

آپ فرما دیجئے میں تم سے یہ کب کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تحقیق میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس شے کی اتباع

اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کی جاتی ہے۔

(الانعام)

چوتھا فرق یہ ہے کہ انسان کا علم اشیاء سے متعلق ہوتا ہے لیکن علم اشیاء خود متعلق ہوتی ہیں۔ یعنی جو چیزیں وجود میں آچکیں یا جن چیزوں کا وجود میں آنا ممکن ہے انبیاء کرام کا علم اس سے متعلق ہوگا۔ لیکن یہ موجودات علم خداوندی ہی سے وجود میں آتی ہیں۔ یعنی ان موجودات کا وجود بعد میں ہے اور علمِ خداوندی اس کے وجود سے قبل ہے۔

پانچویں انبیاء کرام کا علم حواس ظاہرہ اور باطنہ سے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ حواس کا محتاج نہیں۔

وظائف

جو شخص ہر نماز کے بعد اس اسم کو سو بار تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صاحبِ کشف و ایمان فرمائیں گے۔

جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنے علم و معرفت کے دروازے کشادہ فرمائیں گے اور اس کا حافظہ قوی ہوگا۔

جو شخص رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی تلاوت کرے گا انشاء اللہ اس کے علم میں اضافہ ہوگا۔

اَلقَابِضُ ـــ البَاسِطُ

قابض وہ ذات ہے جو انسانوں میں سے جس کے لئے چاہے رزق بند کر دے۔ جس طرح چاہے بند کرے۔ اور باسط اس کے مقابل ہے یعنی جس کے لئے چاہے جس وقت مناسب سمجھے رزق وسیع کرے

بعض علماء کا خیال ہے کہ قابض وہ ذات ہے جو روحیں قبض کرتی ہو۔ اور باسط اجسام میں روحیں ڈالنے والا۔

بعض علماء فرماتے ہیں قابض وہ ہے جو اغنیاء اور امیروں کے صدقات قبول کرتا ہو۔ اور باسط وہ ہے جو فقراء اور اغنیاء پر رزق کشادہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ فقر و فاقہ باقی نہیں رہتا۔ اور فقراء سے مال قبض کرتا ہے حتیٰ کہ طاقت بھی باقی نہیں رہتی۔ اور قرآن مجید بھی انہی معنیٰ کی تائید کرتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○ (البقرۃ)	کون ہے وہ شخص جو اللہ کو قرض حسن دے تو وہ اسے بے گنت زیادہ کر کے عطا فرمائے اور اللہ ہی (رزق) بند کرتا اور کھولتا (یعنی عطا کرتا ہے) اور اسی کی جانب تم لوٹ کر آؤ گے۔

اور دلوں کو قبض فرماتا یعنی ان سے ایمان و ہدایت اور عقل و فہم کو قبض کرتا اور کسی پر اپنی ہدایت و رحمت اور عقل و فہم کے دروازے کھولتا ہے۔

انسان کا فرض ہے کہ جب اس پر روزی تنگ ہو اور فقر و فاقہ کی مصیبت میں گرفتار ہو تو اِن بلاؤں پر صبر کرے اور خدا سے امداد کا طالب ہو۔ اور اپنی بلاؤں کا ہر ایک سے شکوہ نہ کرے کیونکہ بلائیں دو حال سے خالی نہیں ہوتیں۔ یا تو کسی گناہ کی بنا پر بطور سزا بلا کا نزول ہوتا ہے اور اس کا دفعیہ عملِ صالح ہی سے ممکن ہے اسی لئے ارشاد ہوا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ	اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ (خدا سے) امداد طلب کرو۔

(البقرۃ)

یا خدا تعالیٰ کی جانب سے اس کے ایمان اور تقویٰ کی آزمائش ہوتی ہے۔ اور شکوہ و شکایت امتحان میں ناکامی کا ثبوت ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ	اور ہم تمہیں کچھ خوف، کچھ بھوک اور مال و جان اور پھلوں کے ضائع کرنے کے ساتھ آزمائیں گے۔ اور آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ان صابرین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ جب انہیں کوئی

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○	مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی ملکیت تھے اور ہم اللہ ہی کی جانب لوٹ جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی جانب سے مغفرتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ (اصل میں) ہدایت یافتہ ہیں۔

(البقرۃ)

اور جب خدا تعالیٰ بندے کو مال عطا فرمائے تو خدا کا شکر بجا لائے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ اس لئے کہ مال جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب بھی ہے۔ اس لئے کہ جب بندہ مال کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ نہیں کرتا تو وہ عذابِ خداوندی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور حرص، بخل اور خود غرضی اور حسد پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں دین کو فنا کر دیتی ہیں۔

وظائف

جو شخص روٹی کے چالیس لقموں پر اسے چالیس روز تک متواتر القابض لکھ کر کھائے گا اسے زخم اور درد کی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

جو شخص نمازِ چاشت کے بعد آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر دس بار یا الباسط پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے غنی فرمائیں گے۔

الخَافِضُ ــــــ الرَّافِعُ

یہ دونوں اسمار قرآن مجید میں موجود نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ان کا بیان فرمایا ہے۔ اور یہ دونوں فعلِ خداوندی کی صفت ہیں۔ جسے چاہے اپنے انعام واکرام سے بلند فرماتے۔ اور اپنے انتقام کے ذریعہ جس کا جی چاہے رتبہ گراتا ہے۔ اپنے دشمنوں کو ذلیل کرتا اور اپنے دین کے مددگاروں کی امداد فرماتا ہے۔ کفار کو ان کی گمراہی کے ذریعہ اخروی سعادت سے محروم کرتا اور مومنین کو اخروی سعادت کے ذریعہ بلند فرماتا ہے۔ اپنے دشمنوں کو اپنے قرب سے دور کرتا اور اپنے دوستوں کو اپنے قرب سے نوازتا ہے۔ اور جو اس کے قرب کا متلاشی ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کا درجہ بلند فرما کر ملائکہ مقربین کے رتبہ تک پہنچاتا ہے۔ اور جو اس کے احکام سے غفلت برتتا ہے اور شہواتِ نفسانیہ پر کاربند ہوتا اور حُبِّ دنیا میں منہمک ہوتا ہے خدا تعالیٰ اسے ذلیل فرما کر اسفل السافلین میں پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ تمام امور بجز ذاتِ خداوندی کے اور کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ بایں معانی وہ خافض بھی ہے اور رافع بھی ہے۔

اِن ہر دو صفات سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ حق کو بلند کرنے کی کوشش کرے اور باطل کو حتی الامکان مٹاتے کی سعی میں منہمک رہے۔

دین کے دشمنوں سے عداوت رکھے اور اللہ کے دوستوں اور پرہیزگاروں سے محبت کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (بخاری)

جس نے کسی سے اللہ ہی کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی برتی اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔

وظائف

جو شخص پانسو بار الخافض کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکی حاجتیں پوری فرمائے گا اور اس کی مشکلات دُور ہونگی۔

جو شخص تین روزے رکھے اور چوتھے روز ایک ہی مجلس میں الخافض پڑھے تو دشمن پر فتح حاصل ہو۔

جو شخص ستر بار الرافع کی تلاوت کرے گا دشمنوں سے محفوظ رہے گا۔

اگر ہر ماہ کی چودھویں شب میں آدھی رات کے وقت سو بار الرافع کی تلاوت کی جائے اللہ تعالیٰ اسے تونگری عطا فرمائیں اور مخلوق سے بے نیاز فرمائیں۔

اَلْمُعِزُّ ـــ اَلْمُذِلُّ

جسے چاہے عزت دینے والا۔ اور جسے چاہے ذلیل کرنے والا۔ اور چونکہ عزت و ذلت کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ کبھی عزت و ذلت دنیا میں ہوتی ہے اور کبھی آخرت میں۔ کبھی کسی کو ملک دیکر عزت دار بناتا اور کبھی ملک و دولت چھین کر ذلیل و خوار کرتا ہے۔ کبھی اپنی مغفرت و رحمت کے ذریعہ بندہ کو آخرت میں ہمیشہ کی سعادت سے نوازتا اور کبھی دوزخ میں دھکیل کر ابدی ذلت کا جامہ پہناتا ہے۔ اور اصل عزت مؤمنین و متقین کے لئے ہے۔ چاہے وہ ظاہر میں اہلِ دنیا کی نظروں میں وہ ذلت کی زندگی گذار رہے ہوں۔ منافقینِ مدینہ نے جنگِ تبوک کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون)

ان میں سے جو عزت دار ہیں وہ ذلیلوں کو ضرور بالضرور نکال دیں گے۔

یہاں سے منافقین نے اپنے آپ کو عزت دار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو ذلیل (نعوذ باللہ من ذٰلک) قرار دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ — اور (دراصل) عزت اللہ اور اس کے رسول
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ — اور مومنین کے لئے ہے۔ لیکن (ابھی)
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (المنافقون) — منافقین جانتے نہیں۔

یعنی منافقین اور اہلِ دنیا جس چیز کو عزت سمجھتے ہیں وہ دراصل عزت نہیں اور جسے ذلت خیال کرتے ہیں وہ ذلت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس شے کو عزت قرار دے وہ عزت ہے اور جسے ذلت قرار دے وہ ذلت ہے۔

وظائف

جو شخص بروز دوشنبہ یا بروز جمعہ بعد نماز مغرب چالیس بار المعز پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت پیدا فرمائیں گے۔ اور لوگوں کی نظروں میں عزیز ہو گا۔

جو شخص پچھتر بار المذل پڑھے اور سر بسجود ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا کرے تو حاسد کے حسد سے محفوظ رہے۔ اور جس شخص کا دوسرے کے ذمہ حق آتا ہو اور وہ ادا نہ کرتا ہو۔ اس اسم کی بکثرت تلاوت کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کا حق ادا کر دے گا۔

اَلسَّمِیْعُ

سمیع، سمع سے مشتق ہے جس کے معنیٰ سننے کے آتے ہیں۔ اور سمیع کے معنیٰ بہت سننے والا۔ اور سامع کے معنیٰ سننے والا۔ انسانوں اور حیوانات میں یہ صفت بایں طور پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے کانوں کے سوراخوں کے ذریعے سنتے ہیں۔

لیکن خدا کے سننے اور بندے کے سننے میں بہت سے مراتب میں فرق ہے۔

بندہ کانوں کے سوراخوں کے ذریعہ سُنتا ہے اور جب اسکے کان خراب ہو جاتے یا بند ہو جاتے ہیں تو اس کا سننا بھی بند ہو جاتا ہے اور قوتِ سماع مفقود ہو جاتی ہے۔

لیکن خدا تعالیٰ سننے میں کانوں کا محتاج نہیں۔ نہ اس کے جسم ہے نہ کان ہیں وہ ان عوارض سے پاک ہے۔

بندہ کو موت تک قوتِ سماع دی گئی ہے اور موت کے ساتھ اور قوتوں کی طرح یہ قوت بھی فنا ہو جاتی ہے۔ اور پیدائش سے قبل بھی اس قوت کا وجود نہ تھا۔

لیکن خدا تعالیٰ چونکہ ازلی ابدی ہے۔ نہ اسے پہلے ازل میں کبھی فنا تھی اور نہ کبھی فنا ہو گی۔ تو جیسے وہ خود فانی نہیں اسکی قوتِ سماع بھی فانی نہیں اور جیسے وہ خود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اسی طرح اس کی یہ قوت

بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی۔

بندہ کو جو قوتِ سماع دی گئی ہے وہ محدود ہے۔ یعنی بندہ قریب کی آواز سننے پر قادر ہے لیکن دور کی آواز سننے سے وہ قاصر ہے۔ اسی طرح بلند آواز کو وہ سن سکتا ہے اور آہستہ آواز کے سننے سے مجبور ہے۔

لیکن خدا تعالیٰ جیسے قریب کی سنتا ہے ویسے ہی دور کی بھی سنتا ہے۔ اور جیسے بلند آواز سنتا ہے بعینہٖ اسی طرح ہلکی سے ہلکی آواز بھی سنتا ہے، حتیٰ کہ دلوں کی آواز بھی اور اندھیری شب میں چکنے پتھر پر ایک چیونٹی کے چلنے کی آواز بھی سنتا ہے۔

بندہ اپنے سننے میں خدا کا محتاج ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ اگر کان نہ دیتا یا کان دیتا لیکن کانوں کے سوراخ بند کر دیتا۔ یا دونوں چیزیں عطا فرماتا لیکن قوت سماع عطا نہ کرتا تو بندہ کیسے سنتا۔

لیکن خدا تعالیٰ اپنے سننے میں کسی شئے کا بھی محتاج نہیں۔ نہ کسی دوسری چیز کا نہ کانوں کا اور نہ قوتِ سماع کا۔

بندہ ان چیزوں کو سنتا ہے جن کا تعلق آواز سے ہے۔

لیکن خدا کا سننا آواز کا محتاج نہیں۔ وہ جیسے آواز کو سنتا ہے اسی طرح ان چیزوں کو بھی سنتا ہے جن کا سننے سے کوئی تعلق نہیں مثلاً رنگ و بو وغیرہ

خدا اور بندہ کے سماع میں اور بھی بہت سے فرق مراتب ہیں تو جو اشخاص اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء یا اولیاء کرام ہر بات سنتے اور جانتے ہیں وہ ان تمام امور پر خوب غور کر لیں۔ یاد رکھئے کہ جب خدا تعالیٰ کی کسی صفت

میں کسی کو بھی شریک قرار دیا جائے گا تو شرک لازم آئے گا اور اسے شرک فی السماع کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اسکی تشریح العلیم میں بیان کر چکے ہیں۔ اسی لئے بندہ کو سمیع کہنا جائز نہیں۔

وظائف

جو شخص جمعرات کے روز چاشت کی نماز کے بعد پچاس بار اس اسم کو پڑھے گا۔ اس کی دعائیں قبول ہونگی۔

اَلْبَصِیْرُ

بصیر بصر سے بنا ہے۔ جس کے معنٰی ہیں نظر آنے والی چیزوں کو دیکھنا اور بصیر کے معنٰی خوب دیکھنے والا۔

خدا تعالیٰ کے لئے اس صفت کا مقصود یہ ہے کہ وہ ہر شے کو دیکھتا، وہ چھوٹی ہو یا بڑی، دور ہو یا نزدیک، حتّٰی کہ تحت الثریٰ کے نیچے کی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے۔ اور وہ اپنے دیکھنے میں کسی چیز کا بھی محتاج نہیں۔ نہ نگاہوں کا، نہ قوتِ بصر کا اور نہ کسی اور شے کا۔ نہ انسانوں کی طرح اس کی بصارت کے لئے فنا ہے۔ اور بندے اور خدا کے دیکھنے میں وہی فرقِ مراتب ہیں جو ہم السمیع میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور جیسے سماع میں خدا کا کوئی شریک نہیں اسی طرح بصارت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں اور جس طرح ہم بندے کو سمیع اور علیم نہیں کہہ سکتے اسی طرح بصیر بھی

نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان اسمار میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ بندے کو عالم، سامع اور باصر کہیں گے۔

اِس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اول تو یہ سوچے کہ خدا تعالیٰ نے اسے بے کار عطا نہیں فرمائی ہیں۔ بلکہ اس لئے عطا کی گئی ہیں کہ زمین و آسمان اور اپنی خلقت پر غور کرے کہ ان تمام چیزوں اور خود اس کے بدن کو بے کار وجود میں نہیں لایا گیا۔ اور یہ تمام نظامِ عالم خود بخود نہیں چل رہا ہے بلکہ اس کا کوئی نہ کوئی چلانے والا ہے تو اولاً توحیدِ ربانی کا اقرار کرے۔ اور ثانیاً جن چیزوں کے دیکھنے کی خدا تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے ان کے دیکھنے سے احتراز کرے۔ اور گناہ کرتے وقت یہ سوچ لیا کرے کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ مالک الملک کی موجودگی میں اس کی بغاوت کر رہا ہے۔ اور اگر گناہ کرتے وقت یہ خیال کرے کہ نعوذ باللہ خدا اسے نہیں دیکھتا تو تمام علمار نے اس کے کفر کی تصریح کی ہے۔

وظائف

جو شخص نماز جمعہ کے بعد اس اسم کو سو بار پڑھے نگاہوں میں روشنی پیدا ہو اور نیک اعمال کی توفیق ہو۔

جو شخص جمعرات کے روز نماز صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اس اسم کو سو بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت سے منور فرمائیں گے۔

اَلْحَكَمُ

حَکَم کے معنی فیصلہ کرنا۔ اور حکم اس حاکم کو بولا جاتا ہے جس کے فیصلہ کو کوئی ٹال نہ سکے۔ اور اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم باقی نہ رہے اور جو حق و باطل اور نیک و بد میں فیصلہ فرما دے۔ اور اصل میں تمام احکام اللہ ہی کیلئے ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ — اور حکم اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی جانب تم لوٹ کر جاؤ گے۔

اسی لئے جو شخص اللہ کے حکم کے مقابل کسی اور کے حکم کو ترجیح دے یا حکم خداوندی کا انکار کرے۔ یا زبان سے تو انکار نہ ہو لیکن اس کے حکم کے مقابلہ میں دوسرے کے حکم کو پسند کرنا یا احکام خداوندی کو ناقص یا وقتی سمجھتا ہے اسے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافر قرار دیا ہے:۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (المائدة) — اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔

انسان پر بھی یہ لفظ مجازی طور پر بولا جاتا ہے اس لئے کہ وہ مخلوقات کے درمیان فیصلے کرتا ہے۔

اس اسم سے انسان پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل اور خواہشات پر فیصلہ کرے کہ کونسی خواہش حکم خداوندی کے مطابق ہے تاکہ اسے اختیار کرے اور کونسی اس کے خلاف تاکہ اسے ترک کرے۔

دوسرے یہ کہ بندوں میں انصاف سے فیصلہ کرے۔ اس لئے کہ اسے

فیصلہ کی وقتی قدرت آزمائش ہی کے لئے عطا کی گئی ہے اور فیصلہ کے وقت جانبداری سے کام نہ لے اور نہ دنیا کی خاطر غلط فیصلہ کرے۔ اور

تیسرے اس صفت پر مغرور نہ ہو کیونکہ جس ذات نے اسے قوتِ قضا عطا کی ہے وہ اسے سلب بھی کر سکتی ہے۔ اور بالکل معمولی طور پر یعنی دماغ ہی ختم کر دے۔ یا قوتِ گویائی چھین لے۔

وظائف

جو شخص اخیر شب میں وضو کر کے اسے اعدادِ جمل کے اعتبار سے (یعنی ۹۹ بار) پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل محل اسرار فرمائیں گے۔ اور اسے کشف و الہام کی قدرت عطا ہو گی۔

اَلعَدَلُ

عدل کے معنٰی فیصلہ کرنا یعنی انصاف۔ اور یہ لفظ خدا تعالیٰ پر بلحاظ مبالغہ بولا جاتا ہے یعنی وہ سراپا عدل و انصاف ہے جس کے ہاں بے انصافی اور ظلم کا کوئی سوال ہی نہیں۔ وہ اپنے احکام و افعال میں ظلم سے پاک ہے بلکہ اسکی جانب ظلم و نا انصافی کی نسبت کرنا کفر ہے۔ حتّٰی کہ اگر تمام انبیاء اور مقرب فرشتوں کو بھی جو گناہوں سے معصوم ہیں جہنم میں ڈال دے تب بھی یہ اسکا کوئی ظلم نہیں اس لئے کہ وہ خالق ہے اور یہ مخلوق اور خالق کو اپنی مخلوق پر اختیار کلی حاصل ہے۔ مثلاً جیسے میں اپنی اس تحریر کو پھاڑ دینے اور

جلا دینے اور عزت سے رکھنے اور ہر چیز کا اختیار رکھتا ہوں لیکن میری یہ تحریر اس بات کا حق نہیں رکھتی کہ مجھ سے کہے کہ تو نے مجھے پھاڑ کر یا جلا کر مجھ پر ظلم کیا۔ بعینہٖ اسی طرح مخلوق بھی اس بات کا حق نہیں رکھتی کہ تو نے مجھے موت دے کر یا جہنم میں ڈال کر مجھ پر ظلم کیا۔ اور انبیاء اور فرشتوں کا ذکر میں نے اس لئے کیا ہے کہ وہ سب سے زیادہ مقرب ہیں۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ تمام مخلوقات کو بھی جہنم میں ڈال دے تو اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث میں آتا ہے نبی کریم صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لَوْ اَنَّ اللهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوَاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَّهُمْ مِّنْ اَعْمَالِهِمْ	یقیناً اگر اللہ تعالیٰ تمام اہل آسمان اور تمام اہل زمین کو عذاب دینا چاہے تو انہیں ضرور عذاب دے اور یہ اس کا کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر ان پر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی۔

لیکن اس تمام قدرت کے باوجود اس کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس کے احکام پر کاربند ہوں جنت میں بھیجے گا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (انفطار)	تحقیق نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔

اور تمام کافروں کو جو اس کی ذات یا احکام کے منکر ہوں جہنم میں ڈالے گا۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (انفطار)	اور یقیناً بدکار دوزخ میں ہوں گے۔

اور یہ اس کا انعام و اکرام ہے۔ کیونکہ وہ اپنی اس قدرت کا بھی اظہار

کر سکتا تھا جو ایک خالق کو مخلوق پر ہوتی ہے۔ اور جس کا ذکر حدیث بالا میں آیا ہے۔ الحمد للّٰہ علی احسانہ۔

بندے کیلئے اس اسم سے یہ احکام صادر ہوتے ہیں کہ وہ اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ایسا عادل و منصف ہے جس کے فیصلے اور تدبیر و حکم اور اسکے کسی فعل پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ چاہے وہ فیصلہ بندہ کی مرضی کے مطابق ہو یا مخالف۔ کیونکہ اس کا ہر حکم و فعل عدل ہے۔ کیونکہ وہ اگر ایسا نہ کرتا تو کوئی نہ کوئی اور حکم ضرور کرتا اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوتا۔ اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ	اور یہ بات ممکن ہے کہ تمہیں کوئی امر گراں گذرے
خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا	حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ممکن ہے کہ
شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ	تمہیں کوئی بات محبوب ہو اور وہ تمہارے لئے
یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ)	بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اور جب انسان حکمت الٰہیہ سے واقف نہیں اور انسان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ اس تکلیف کا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر سزاءً ڈالی ہے دفعیہ کر سکے تو اس کا واحد علاج صرف یہی ہے کہ وہ تابع مرضیٔ مولیٰ بن جائے۔ جیسے کہ کسی عالم سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر بالفرض والمحال خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں تیر کمان ہو اور مخلوق اس کا شکار ہو تو اس کا کیا حل ہوگا۔ اس عالم نے جواب دیا اس کا حل یہ ہے کہ تم خدا کے قریب جا کے کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

دوسری چیز جو اس اسم سے بندے پر عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے احکام اور افعال میں عدل سے کام لے اور کسی پر اپنی ذات کو ترجیح نہ دے اور اگر اس سے کوئی غلطی واقع ہوئی ہو تو وہ اپنے لئے بھی وہی سزا تجویز کرے جو دوسرے کے لئے کرتا۔

وظائف

جو شخص جمعہ کے روز یا جمعہ کی رات میں روٹی کے بیس ٹکڑوں پر اسے لکھ کر کھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے تمام مخلوق کو مسخر فرمائیں گے۔

اَللَّطِیْفُ

لطیف، لطف سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں بندوں پر مہربانی کرنا۔ اور لطیف اس ذات کو کہا جاتا ہے کہ جو تمام امور کی حکمتوں اور اسرار سے واقف ہو اور آنکھوں سے اس کا ادراک ممکن نہ ہو۔ اور جہت و جانب اور مکانیت سے منزہ و پاک ہو جس کیلئے نہ حد ہو نہ انتہا اور جس کا عقل و فہم ادراک نہ کر سکے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ	اسے نگاہیں احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں
يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ	کا احاطہ کر لیتا ہے اور وہ بہت ہی باریک بین
اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○	اور باخبر ہے۔

(الانعام)

اور ان تمام صفات کے باوجود وہ ہر شے سے قریب ہو۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ○ — اور ہم انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ لطیف وہ ذات ہے جو بندے کی مصیبتوں اور غموں کو جلد دور فرما دیتا ہے۔ حدیث میں ہے:۔

اِنَّ لِلّٰہِ فِیْ کُلِّ طُرْفَۃِ عَیْنٍ نَظْرُ لُطْفٍ اِلٰی خَلْقِہٖ — اللہ کی ہر پلک جھپکنے (یعنی تھوڑی سی ساعت) میں بھی مخلوق کی جانب رحمت کی نظر ہوتی ہے۔

اور ایک معنیٰ یہ بھی ہیں کہ اشیاء کو دوسری چیز کے پردہ میں چھپا لینے والا۔ یعنی اس کا ظاہر کچھ اور ہو اور باطن کچھ اور۔ یعنی چیزوں کو اسباب باطنہ کے پردے میں چھپانے والا۔ جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک مدت دراز تک غلامی کے پردے میں چھپائے رکھا۔

اس اسم سے بندے پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی اور لطف سے پیش آئے۔ اور انہیں حکمت اور عمدہ طریقہ کے ساتھ ہدایت اور نیکی کی دعوت دے۔ اور اس میں کسی قسم کی سختی اور تعصب سے کام نہ لے۔ اور دعوت کا سب سے بہترین طریق یہ ہے کہ انسان خود اپنے آپ اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ اختیار کرے۔ دنیا خود اس کی جانب مائل ہو جائے گی۔

وظائف

جو شخص ایک سو تینتیس بار اس اسم کو پڑھے گا اسکے رزق میں برکت ہوگی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اسکے تمام امور بخوشی انجام پذیر ہونگے۔

الخَبِیرُ

جو تمام اشیاء کی باریکیوں اور نکات سے واقف ہو۔ اور اس سے کوئی مخفی سے مخفی شے پوشیدہ نہ ہو۔ اور اسکی حکومت میں جتنے ذرّات ہوتے ہیں یا وہ سکون حاصل کرتے ہیں اسے اس کا علم ہو اور کوئی خشک و تر اس کے علم سے باہر نہ ہو۔ بالفاظِ دیگر خبیر علیم کے معنی میں ہے لیکن علیم نام ہیں کہ وہ ظاہر شے کا علم ہو یا باطن کا اور خبیر باطن کا علم رکھنے والے کو بولتے ہیں۔

بندہ کو چاہیئے کہ اپنے عالم یعنی دل و جان سے باخبر رہے۔ اور ان برائیوں سے بچنے کی سعی کرے جو اس کے دل میں مخفی ہیں۔ یعنی فسق و فجور خیانت، بددیانتی، حسد و کینہ، حرص و بخل، بغض و عداوت، مکر و فریب وغیرہ۔ اور دل کی بیہودہ اور ناجائز خواہش پر عمل پیرا نہ ہو۔ کیونکہ ان عیوب سے دوسرا واقف نہیں، وہ خود ہی جانتا اور سمجھتا ہے۔ اور جب وہ دل کی بیماریوں سے واقف ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا علاج اور تدارک کرے۔ کیونکہ یہ امراض روح کے لئے اتنے ہی مہلک ہیں جتنا کہ زہر۔

وظائف

اس اسم کو سات روز تک بکثرت پڑھنے سے اس پر اسرارِ مخفیہ ظاہر ہونے لگیں گے۔ اور اگر کسی موذی کے پنجے میں گرفتار ہو اس سے نجات حاصل ہو۔

اَلْحَلِیْمُ

حلیم وہ ذات ہے جو غصّہ و غضب میں قابُو سے باہر نہ ہوتی ہو۔ اور قدرتِ انتقام کے باوجود انتقام میں جلدی نہ کرتی ہو۔ یعنی گنہگار کو اس کے مجرم ہونے کے باوجود اس کی سزا سے درگذر کرتی ہو۔ اور گناہوں کے مؤاخذہ میں اسے نہ پکڑتی ہو۔

یعنی حلیم وہ ذات ہے کہ برملا اپنے بندوں کو اپنے احکام کی نافرمانی کرتے دیکھتی ہے پھر بھی اسے نہ غصہ آتا ہے اور نہ غضب۔ اور نہ قدرت کے باوجود فوری طور پر انتقام لیتا ہے۔ یہ اس کی ایک رحمت کاملہ ہے۔ ورنہ اگر وہ ذاتِ اقدس ہمارے گناہوں پر مؤاخذہ کرنے لگے تو روئے زمین پر کوئی مخلوق باقی نہ رہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ	اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم کے بسبب
بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ	داروگیر فرماتا تو زمین پر کوئی چلنے والی چیز نہ چھوڑتا
دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى	لیکن اللہ تعالیٰ تو ایک مدت معینہ تک
اَجَلٍ مُّسَمًّى (النحل)	ڈھیل دیتا رہتا ہے

اور اس وقتِ معیّن کے لئے یہ بھی فرمادیا گیا:۔

اِنَّ رَحْمَتِىْ وَسِعَتْ غَضَبِىْ	یقیناً میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔

خدا تعالیٰ کی اس صفتِ حلم کی جس کا فارسی میں بردباری سے ترجمہ کیا جاتا ہے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حد بیان فرمائی ہے:۔

لَیْسَ اَحَدٌ اَوْ لَیْسَ شَیْءٌ اَصْبَرُ	اس سے زیادہ اللہ کے لئے صبر کی کیا شے
عَلٰی اَذًی سَمِعَہٗ مِنَ اللّٰہِ اِنَّھُمْ	ہو گی کہ لوگ اس کے لئے اولاد ٹھہرائیں اور
لَیَدْعُوْنَ لَہٗ وَلَدًا وَّ اِنَّہٗ لَیُعَافِیْ	پھر بھی وہ انہیں معاف کرے اور رزق
فِیْھِمْ وَیَرْزُقُھُمْ۔	دیتا رہے۔

بندہ کو چاہئے کہ دوسرے کی غلطیوں سے درگذر کرے اور بجائے انتقام کے اسکے ساتھ نیک سلوک کرے۔ تاکہ اس میں بھی صفتِ حلم پیدا ہو۔ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ میں اپنے غلام کی غلطیاں کتنی بار معاف کروں۔ ارشاد فرمایا، دن میں ستر بار۔

ایک شاعر نے صحابہ کرام کی صفت بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

یَجْزُوْنَ مِنْ ظُلْمِ اَھْلِ الظُّلْمِ مَغْفِرَۃً	وَمِنْ اِسَاءَۃِ اَھْلِ السُّوْءِ اِحْسَانًا
یہ لوگ ظالموں کو ظلم کے بدلہ میں معاف کرتے ہیں	اور جو اُن سے برائی کرتا ہے اس سے احسان کرتے ہیں
کَاَنَّ رَبَّکَ لَمْ یَخْلُقْ لِخَشْیَتِہٖ	سِوَاھُمْ مِنْ جَمِیْعِ النَّاسِ اِنْسَانًا
گویا کہ خدا تعالیٰ اپنے خوف کے لئے لوگوں	میں سے کوئی انسان اس کے علاوہ پیدا ہی نہیں کیا

وظائف

جو شخص اس اسم کو لکھ کر پانی سے دھوئے اور وہ پانی اپنے اوزاروں پر ملے تو اس کی صنعت و حرفت میں برکت ہو۔ اگر وہ پانی کشتی پر ملا جائے تو غرق سے محفوظ رہے۔ اور جانور پر ملا جائے تو ہر آفت سے امن میں رہے۔

اگر کوئی امیر آدمی اس کی بکثرت تلاوت کرے تو اسکا عزو وقار برقرار رہے۔

العَظِیْمُ

جو اپنی عظمت و کبریائی میں اتنا بلند رتبہ رکھتا ہو جس کا عقل تصور بھی نہ کر سکے۔ اور نگاہ اس کی حد کا احاطہ نہ کر سکے۔ اور جو اپنے رتبہ و قدر میں اتنا بلند ہو کہ وہ تمام مددگاروں سے مستغنی ہو۔ اور زمان و مکان سے پاک ہو۔ اور اس عظمت کا بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی مالک نہیں۔ اسی لئے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ قَصَمْتُہٗ وَلَا اُبَالِیْ	کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے جو ان دونوں کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا اور اسکی پرواہ بھی نہ کروں گا

اسی باعث اللہ تعالیٰ بندے کے لئے کبر کو پسند نہیں فرماتا۔ بلکہ اس اسم کے ذریعہ یہ حکم صادر فرماتا ہے کہ جب عظمت و کبریائی میرے لئے خاص ہے تو بندے کو اس کے برعکس تذلل و خاکساری اختیار کرنی چاہئے عظمت کی بالتفصیل تشریح اسم المتکبر میں گذر چکی۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

وظائف

اس اسم کے بارہ بار پڑھنے سے ہر آفت سے امن حاصل ہو۔ اور جو شخص اس کا بکثرت ورد کرے گا اسے عزت نصیب ہو گی اور ہر مرض سے شفا پائے گا۔

اَلْغَفُوْرُ

جو بے انتہا مغفرت کا مالک ہو اور بے انتہا پردہ پوشی فرماتا ہو۔ یہ اسم غفار کے معنٰی میں ہے۔ لیکن اس اسم میں غفار سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یعنی غفار کے معنٰی یہ ہیں جو بہت مغفرت کرتا ہو۔ لیکن وہ ایک بار ہو اور غفور جو بار بار مغفرت کرتا ہو۔ اور اس کی مغفرت اتنے اعلیٰ درجہ پر ہو کہ اس مغفرت کے بعد اس کا کوئی درجہ ہی نہ ہو۔ غفار کا تعلق بندے کے گناہوں کی زیادتی سے ہے اور غفور کا تعلق اسکے بار بار کرنے سے۔ باقی تشریح اسم غفار میں ملاحظہ کرلی جائے۔

بندہ کو چاہیئے کہ دوسرے کی غلطیوں سے درگذر کرے اور خدا تعالیٰ سے استغفار میں منہمک رہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں سو سو بار استغفار پڑھتے۔ جب آدمی ان ہر دو امور کو انجام دیتا ہے، تو خدا تعالیٰ بھی اسے مغفرت سے نوازتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ (النور)	اور چاہیئے کہ لوگ معاف کریں اور درگذر سے کام لیں کیا تم اس امر کو محبوب نہیں رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔
وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (مزمل)	اور اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔

وظائف

اگر اسے لکھ کر باندھا جائے تو انشاء اللہ بخار دور ہو گا۔

اگر سید الاستغفار لکھ کر دھو کر پیا جائے تو سکرات الموت آسان ہو۔ اور اگر کسی مرض کی بنا پر زبان بند ہو گئی ہو تو زبان کھل جائے۔ اور جو شخص سید الاستغفار کو صبح و شام تین بار پڑھے تو حدیث میں آتا ہے کہ اگر اسی دن مرے گا تو جنت میں داخل ہو گا۔

اور اگر کوئی شخص استغفار کی کثرت کرے تو اس کی تمام تکلیفیں اور غم دور ہوں اور مال و اولاد میں برکت ہو۔ تجارت میں ترقی ہو۔ اگر باغ میں اس کا پانی ڈالا جائے تو پھل خوب آئے اور قحط کے زمانہ میں اگر اس کی کثرت کی جائے تو قحط دور ہو۔ سید الاستغفار یہ ہے :-

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا	اے میرے مولا تو ہی میرا رب ہے تیرے علاوہ
اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُكَ	میرا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا فرمایا میں تیرا
وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَ وَعْدِكَ	بندہ ہوں اور تیرے وعدہ و عہد پر قائم ہوں جہاں
مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ	تک مجھ سے ممکن ہوتا ہے۔ میں تیرے ذریعہ ان
شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ	برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں جو میں نے کی ہیں میں
بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ	تیری جانب تیری ان نعمتوں کے ساتھ جھکتا
فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ	ہوں جو تو نے مجھ پر فرمائیں اور اپنے گناہوں کے
الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔	ساتھ جھکتا ہوں تاکہ آپ میری مغفرت فرمادیں
(بخاری)	کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کی مغفرت نہیں کرتا

الشَّكُوْرُ

وہ ذات جو تھوڑے سے عمل پر بے پناہ اجر عطا کرتی ہے۔ اور تھوڑی سی طاعت پر بے انتہا ثنا کرتی ہے۔

بندہ کے لئے شکریہ ہے کہ انعام واحسان سے اس کا دل خوش ہوتا ہو اور اپنی زبان و دل سے دینے والے کی ثنار بیان کرے اور حتی الامکان اسکا حکم بجالائے اور ہمہ وقت اپنی زبان اور اپنے اعضار سے شکر خداوندی میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (بقرہ) اور میرا شکر کرو اور میری ناکفری نہ کرو۔

اور اس شکر وثنا کا نتیجہ بھی ظاہر ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراہیم)

اگر تم شکر کروگے تو میں خوب زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور چونکہ شکر کے مختلف طریقے ہوتے ہیں کبھی شکر زبان سے کیا جاتا ہے اور کبھی اس احسان کا بدلہ خدمت سے ادا کیا جاتا ہے اور کبھی مال کے ذریعہ تو جیسے یہ طریقے بندوں کے ساتھ رائج ہیں بعینہٖ اسی طرح خدا کا شکر زبان سے الحمدللہ کہہ کر ادا کیا جاتا ہے۔ اور خدا کا مال کے ذریعہ شکر یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور اس کے بندوں کی مدد کرے۔ اور اعضار سے شکر یہ ہے کہ اعضار کو خدا کی طاعت میں مصروف رکھے۔ اور انہیں گناہوں

میں مشغول نہ ہونے دے۔ اور دل کا شکریہ ہے کہ اپنے دل کو حسد و کینہ وغیرہ اور روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ اور چونکہ تمام مخلوق کو اللہ سے ایک گونہ نسبت ہے یعنی وہ اسکی مخلوق ہے تو بندہ پر ان کا بھی شکر کرنا واجب ہے۔ اسی لئے حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ (ترمذی)

جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شکر نہ کیا۔

وظائف

جس شخص کو تنگیٔ معاش یا کوئی غم لاحق ہو تو اس اسم کو اکتالیس بار پڑھا کرے۔ یا آنکھ میں تاریکی چھا جائے تو اس اسم کو اکتالیس بار پانی پر دم کر کے آنکھوں پر ملے۔

العَلِیُّ

جو رتبہ میں اتنا بلند ہو جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اس ذاتِ کبریا کے مقابلہ میں پست نہ ہو۔ اور جو تمام شریکوں سے بلند ہو۔ یعنی جو مشرکین نے اس کے لئے شریک تجویز کر رکھے ہیں ان سے بلند ہو

علیؔ علو سے مشتق ہے جس کے معنٰی بلند ہونے کے آئے ہیں۔ اور یہ بلندی کبھی اجسام میں ہوتی ہے جیسے آسمان زمین سے بلند ہے اور کبھی فضیلت ومدارج کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ تو جتنے بھی فضیلت کے درجے ہیں وہ ان

سب سے بالاتر ہے۔ بلکہ اس کی جانب درجہ کی نسبت بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ عقلی طور پر جتنے درجات ممکن ہیں ان میں سب سے بلند درجہ انبیاء کرام اور فرشتوں کا ہے اور خدا تعالیٰ کے علوِ مرتبت کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کا عقل سے ادراک بھی ممکن نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

انسان کے لئے اس اسم سے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ذلیل اور اوچھی عادات چھوڑ کر اخلاق حسنہ اور نیک عادات اختیار کرے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نظر نہ کرے۔ اپنی طبیعت میں علوِ ہمت اور حوصلہ پیدا کرے۔ اس لئے کہ سستی اور کم حوصلگی سے دین کا بھی نقصان ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔

عُلُوُّ الْهِمَّةِ مِنَ الْإِيْمَانِ — بلندی ہمت ایمان کا جزو ہے۔

اور اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سستی سے پناہ مانگتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ (نسائی) — اے میرے مولا میں تیرے ذریعہ سستی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور کم ہمتی اور سستی کی بنا پر آدمی نہ جہاد کر سکتا ہے نہ فرائض اپنے وقت پر انجام دے سکتا ہے اور نہ کسی بڑے کے سامنے اظہارِ حق کر سکتا ہے۔

وظائف

اگر اس اسم کو لکھ کر بچے کے باندھ دیا جائے تو جلد جوان ہو۔ اگر مسافر اپنے پاس رکھے تو جلد اپنے عزیزوں سے ملے۔ اگر محتاج اپنے پاس رکھے تو غنی ہو جائے۔

اَلْکَبِیْرُ

وہ ذات ہر شے سے بڑی ہے کیونکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگی۔ اور ہر شے سے بے نیاز و بے پرواہ ہے اور اتنا بڑا عظیم کہ انسانی حواس اور عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبیر وہ ہی جو عظمت و قدر کا مالک ہو۔ اور کبریائی سے مراد اپنی ذات و صفات میں کامل ہونا ہے پھر کمال کی دو قسمیں ہیں:۔

کمال کی اول قسم تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ اور اس لحاظ سے تمام موجودات ناقص ہیں۔ نہ وہ ہمیشہ سے ہیں نہ ہمیشہ رہیں گی۔ اسی باعث جب انسان کی عمر زیادہ طویل ہوتی ہے تو اسے کبیر کہا جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:۔

مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اپنے وجود میں اتنا کامل ہو کہ دوسرے اپنے وجود میں اس کے محتاج ہوں اور ہر شے کا وجود اسی کی ذات سے وابستہ ہو۔ اور چونکہ تمام اشیاء کا وجود ذاتِ خداوندی سے وابستہ ہے اس لئے وہ دونوں معانی کے اعتبار سے کبیر ہے۔

اور انسانوں میں کبیر وہ شخص ہے جس میں تمام صفاتِ کمال جمع ہوں حتّٰی کہ جو انسان بھی اس کی صحبت میں بیٹھتا ہو اس سے فیض حاصل کرتا ہو۔ اور کمال انسانی اس کے عقل و فہم، علم و اخلاق اور زہد و تقویٰ سے سمجھا جاتا ہو۔ تو بندوں میں کبیر وہ انسان ہے جو عالم، متقی و پرہیز گار اور لوگوں کی اصلاح میں کوشاں رہتا ہو۔ اور ہر ایک اس کے علم سے مستفید ہوتا ہو۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمتِ شان کو پہچان لے گا وہ تذلل و عاجزی اور فروتنی و خاکساری اختیار کرے گا اور علماء و صلحاء کی عزت کرے گا۔

وظائف

جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا اس پر علوم و معرفت کے دروازے کھل جائیں گے۔

اگر کوئی شخص عہدہ سے معزول ہو گیا تو سات روزے رکھے اور سات روز تک ایک ہزار بار اس اسم کی تلاوت کرے انشاء اللہ وہ دوبارہ اپنے عہدہ پر فائز ہو جائے گا۔

اگر کھانے کی چیز پر پڑھ کر میاں بیوی کو کھلایا جائے تو باہم الفت پیدا ہو

اَلْحَفِيْظُ

حفیظ وہ ذات ہے جو تمام اشیاء کی حفاظت کرتی ہو۔ یعنی تمام چیزوں کو زوال اور تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے والا۔ اور بندوں کے اعمال کی حفاظت کرنے والا۔ تاکہ ان اعمال کے بدلہ ان پر انعام و اکرام فرمائے۔ اور کبھی حفیظ بمعنیٰ محفوظ کے بھی آتا ہے یعنی جس چیز کی حفاظت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (ق) اور ہمارے پاس محفوظ کتاب (اعمال نامہ) ہے۔

لیکن جب یہ لفظ خدا تعالیٰ کے لئے استعمال ہو یا اکیلا آئے تو خدا کا اسم ہوتا ہے اور اول معنیٰ مراد ہوتے ہیں اور جب کسی اور شے کی صفت ہو تو محفوظ کے معنیٰ دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں کہ یہاں لوح محفوظ مراد ہے۔

اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنے دین اپنے اعضاء اور قلب کی حُبِّ دنیا، شہواتِ نفسانیہ اور روحانی بیماریوں سے حفاظت کرے اور اسے شیطان کے دھوکا میں نہ آنے دے۔ کیونکہ ہر انسان دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہوا ہے۔ ذرا سی بدعملی اسے دوزخ میں دھکیلنے کے لئے کافی ہے۔ اور یہ تمام چیزیں اسے دوزخ میں دھکیلنے والی ہیں۔ اب چاہے انسان اپنے آپ کو یہ اعمال بد ترک کر کے دوزخ سے بچالے اور چاہے اس میں کود جائے۔ اور کوئی بے وقوف سے بے وقوف بھی ایک گڑھے

گرنے کو پسند نہیں کرتا۔ پھر آخر اتنی بڑی آگ اور اتنی بڑی سزا کو کیونکر گوارا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

وظائف

اگر کوئی شخص اس اسم کی کثرت سے تلاوت کریگا یا لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ خوف سے امن میں رہے گا۔ چاہے درندوں کے درمیان کیوں نہ سوتا ہو۔

اَلْمُقِیْتُ

وہ وہ ذات ہے جو تمام اقسام کی روزیاں پیدا فرماتا ہے۔ چاہے وہ روزی بدن کے لئے مفید ہو جیسا کہ تمام رزق ہیں یا روح کے لئے مفید ہو۔ یعنی ہدایت و رشد، زہد و تقویٰ اور علم و اخلاق وغیرہ۔ وہ ان تمام روزیوں کا پیدا فرمانے والا اور تمام موجودات کو دونوں قسم کی روزیاں عطا فرمانے والا۔ پس انسانوں اور تمام حیوانات کے اجسام کی نشو و نما کے لئے سینکڑوں قسم کے رزق مہیا فرمائے۔ اور روح کی نشو و نما کے لئے علوم و معارف تقسیم فرمائے۔ اور فرشتوں کے لئے اطاعت تقسیم کی۔ کسی کو دونوں قسم کا رزق عطا فرمایا اور کسی کو صرف ایک قسم کا۔

اس لحاظ سے مقیت رزاق کے معنیٰ میں ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ رزق عام ہے چاہے وہ روزی ہو یا غیر روزی۔ لیکن قُوت صرف روزی کے

لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اور کبھی مقیت بمعنیٰ قادر اور عالم بھی بولا جاتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا (النساء)	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے۔ یعنی ہر شے اس کی قدرت اور علم کی جانب رجوع کرنے والی ہے۔ اور چونکہ یہ اسم قادر اور عالم دونوں معنیٰ کو شامل ہے۔ اسی لئے اس اسم کو اخیر میں لایا جاتا ہے تاکہ ھر دو معنیٰ پر دلالت کرے۔

بندہ کا اس سے نصیب یہ ہے کہ اپنی تمام حاجتیں بجز خدا تعالیٰ کے کسی سے طلب نہ کرے۔ کیونکہ تمام خزانوں کی چابیاں اسی کے دستِ قدرت میں ہیں۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔

يَا مُوسٰى اِسْأَلْنِي كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى شِرَاكِ نَعْلِكَ وَمِلْحِ فِي قِدْرِكَ (ترمذی)	اے موسیٰ تو مجھ سے ہر چیز کا سوال کر حتیٰ کہ اپنے جوتے کے تسمے اور ہانڈی کے لئے نمک کا بھی۔

وظائف

اگر روزہ دار اسے مٹی پر لکھ کر یا اس پر پڑھ کر اور اسے تر کر کے سونگھے تو قوت اور غذائیت حاصل ہو۔

اگر ایک کوزہ پر اس اسم کو لکھ کر سفر میں ساتھ رکھے اور سات بار پانی پر پڑھ کر اسے پیا کرے تو وحشتِ سفر سے مامون ہو۔

اَلْحَسِیْبُ

حسیب کافی کے معنٰی میں آتا ہے۔ یعنی کفایت کرنے والا۔ اور وہ وہ ذات ہے جو قیامت کے روز تمام مخلوق کا حساب لے گی۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ حسیب حسب سے بنا ہے جس کے معنٰی سرداری اور شرف وکمال کے آتے ہیں۔ یعنی تمام موجودات کا سردار اور سب سے اشرف واکمل۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حسیب کے معنٰی کفایت کرنے والے کے ہیں۔ کیونکہ بندوں کو وہ چیزیں عطا کرتا ہے جو انہیں دنیا و آخرت میں کفایت کرسکیں۔ بعض علماء نے یہ معنٰی بھی بیان فرمائے ہیں کہ حسیب کے معنٰی حساب کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ خداتعالیٰ بندوں کے اعمال کا حساب لے گا۔ کفّار کو جہنم میں اور مؤمنین کو جنّت میں داخل فرمائے گا۔ اس لئے اس نے اپنا نام حسیب رکھا ہے۔ اور بعض علماء نے اس حساب میں ایک شرط یہ بھی لگائی ہے کہ وقتِ واحد میں تمام مخلوق کا حساب لینے والا۔ اور اس صفت کے ساتھ بجز خداتعالیٰ کے کوئی متصف نہیں ہوسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے:

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ — اور وہ تمام حساب لینے والوں میں سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔ (الانعام)

بندہ کا اس اسم سے نصیب یہ ہے کہ ہروقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے کہ اس نے آج کون سے نیک اعمال انجام دیئے ہیں اور کون سے بد۔ اور اعمالِ بد ترک کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اگر خداتعالیٰ نے ان امور کا حساب

لیا تو عذاب سے چھٹکارا مشکل ہے۔حدیث میں آتا ہے:۔

مَنْ نُوْقِشَ عُذِّبَ (نسائی) جس سے گناہ کی وجہ پوچھ لی گئی وہ ضرور عذاب دیا جائیگا

اور ہمہ وقت محاسبہ خداوندی سے خائف رہے اور اسکی رحمت کا امیدوار رہے۔

وظائف

جسے کسی شے کا خوف ہو وہ صبح سورج نکلنے سے قبل اور مغرب کے بعد ستائیس بار اس اسم کو پڑھے۔اور یہ عمل جمعرات سے شروع کرے۔انشاء اللہ ایک ہفتہ کے اندر اندر وہ خوف جاتا رہے گا۔

جسے کوئی غم یا فکر یا مصیبت واقع ہو وہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ کی کثرت کرے۔اللہ تعالیٰ اس کی تمام دنیوی و اخروی پریشانیاں دور فرمائیگا۔ اور اس آیت کی یہ تاثیر اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بیان فرمائی ہے۔ارشاد ہوتا ہے:۔

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ○ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ (آل عمران)	اور کہنے لگے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کافی ہے۔وہی اچھا کارساز ہے۔پس یہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ بھرے ہوئے واپس آئے اور انہیں کوئی رنج نہ پہنچا اور انہوں نے رضامندی مولیٰ کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔تحقیق تمہیں شیطان اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے پس تم ان سے نہ ڈرو۔اور اگر تم مومن ہو تو مجھی سے ڈرو۔

جو شخص مظلوم ہو اور ظالم سے خائف ہو وہ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ کی کثرت کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اس ظالم سے انتقام لے لیں گے۔ اور اگر جنگ کے وقت ان ہر دو آیات کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ دشمنوں پر غالب فرمائیں گے۔

جسے دشمن یا چور وغیرہ سے خطرہ ہو تو آٹھ روز تک صبح و شام اس اسم کی تلاوت کرے۔ حسبی اللّٰہ الحسیب اور پنجشنبہ کے روز شروع کرے اللہ تعالیٰ اس کو ان چیزوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اَلْجَلِیْلُ

جلیل وہ ذات ہے جس کی شان بہت بلند و ارفع ہو۔ اور جس کا حکم تمام مخلوق پر غالب ہو کہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور کوئی اس کے حکم پر غالب نہ ہو سکے۔ اور ذات و صفات خداوندی اور افعال میں کوئی اس کا ثانی اور ہمسر نہ ہو۔ اور عظمت و جلال کی تمام صفات اس میں پائی جاتی ہوں۔ اور صفات عظمت و جلال سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ وہ تمام موجودات سے بے نیاز، شہنشاہ مطلق ہر عیب اور نقص سے پاک اور تمام موجودات سے زیادہ علم و قدرت کا مالک ہو۔ اور وہ تمام اوصاف جو اسمائے حسنیٰ میں مذکور ہوئے اس میں کامل طور پر پائے جاتے ہوں۔ اور یہ تمام صفات مجموعی طور پر بجز ذاتِ خداوندی کے کسی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ تمام عالم میں جو بھی کمال و خوبصورتی اور حسن و جمال پایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کا

ایک نور ہے کہ نورِ خداوندی کے اثر سے وہ چیز جلوہ گر ہو رہی ہے۔ یعنی کوئی شے بھی جلوۂ خداوندی سے خالی نظر نہیں آتی۔ وہ شے خود بخود جلوہ فرما نہیں ہے۔ نہ اس کا یہ جلوہ ذاتی ہے بلکہ وہ ایک جلوۂ خداوندی کا پر تو ہے۔ اور اسی کے جلوہ سے اس میں حسن و جمال پیدا ہو گیا ہے۔ اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو جمیل بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ (ترمذی) — اللہ جمیل ہے۔ حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے۔

اور جب تمام حسن و جمال اسی کے جلوہ سے پیدا ہوئے۔ اور قاعدہ ہے کہ ہر حسین و جمیل شے محبوب ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بدرجۂ اولیٰ محبوب ہوا۔ اور اسی باعث صوفیائے کرام نے عشق کی دو قسمیں کی ہیں عشق مجازی اور عشق حقیقی۔ اور عشق حقیقی سے مراد ان کے نزدیک عشقِ خداوندی ہوتا ہے۔ اور خدا کے علاوہ تمام دنیا کا عشق مجازی ہے۔ ع

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

لغوی معنیٰ کے لحاظ سے جلیل، کبیر اور عظیم قریب المعنیٰ ہیں۔ اور ان میں فرقِ مراتب یہ ہے کہ کبیر وہ ہے جو اپنی ذات میں کامل ہو اور جلیل وہ ہے جو صفات میں کامل ہو اور عظیم وہ ہے جو ذات و صفات دونوں میں کامل ہو۔

وظائف

جو شخص مشک و زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے گا یا اس کی بکثرت تلاوت کریگا اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس کی ہیبت پیدا فرمائیں گے۔ اور اسکی عزت قدر میں اضافہ ہوگا۔

الکَرِیمُ

بغیر سوال اور طلب کے بے انتہا عطا کرنے والا۔ کریم اور سخی میں یہی فرق ہے کہ سخی سوال کے بعد عطا کرتا ہے اور کریم بغیر سوال اور طلب کے عطا کرتا ہے اسی لئے خدا تعالیٰ کو کریم کہا جاتا ہے، سخی نہیں کہا جاتا۔

بعض علما فرماتے ہیں کریم وہ ذات ہے کہ جب کوئی غلطی کرے تو اس سے درگذر کرے، جب وعدہ کرے تو پورا کرے۔ اور جب کسی کو عطا کرے تو امید سے زیادہ دے۔ اور اسکی پرواہ بھی نہ کرے کہ کتنا دیا ہے اور کسے دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ اگر کوئی اور سے حاجت کا طلبگار ہو تو وہ ناراض ہوتا ہو۔ اور جب کوئی اس کی نافرمانی کرے تو عتاب کرے۔ اور جو اس سے التجا کرے اور اسکی درگاہ میں گڑگڑائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے۔ اور تمام وسیلوں اور سفارشیوں سے مخلوق کو بے پروا کردے۔ اور ہر ایک اس کا قرب حاصل کرسکتا ہو۔ ابنِ عطا فرماتے ہیں جو مخلوق کو اس کی آرزوؤں سے نا امید نہ کرتا ہو۔ اور مجموعی طور پر یہ صفات بجز ذاتِ خداوندی کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

بندہ کیلئے اس اسم میں یہ درس ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو خدا کا مطیع و فرمانبردار کر دے۔ اور اپنے چہرہ کو اسکے سامنے جھکا دے۔ اور منشاء الٰہی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔ دوسروں پر مہربانی کرے اور بغیر مانگے انہیں عطا کیا کرے۔

وظائف:۔ جو شخص ہمیشہ سوتے وقت اس اسم کی کثرت کرے گا اللہ تعالیٰ علماء اور صلحاء میں اس کی عزت پیدا فرمائیں گے۔

الرَّقِیبُ

جو تمام اشیاء کی نگہبانی کرتا اور انھیں دیکھتا رہتا ہو۔ حتیٰ کہ اسکی حفاظت سے کوئی ذرہ باہر نہ ہو۔ چاہے وہ ذرہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔ یا تحت الثریٰ میں چھپا ہو۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ	اور غیب کی چابیاں اسی کے پاس ہیں کہ ان
لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي	کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور وہ ان تمام
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ	چیزوں کو جانتا ہے جو خشکی اور تری میں ہیں۔ اور
وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ	کوئی گرنے والا پتا ایسا نہیں جسے وہ نہ جانتا ہو
فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ	اور نہ زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ اور نہ کوئی
وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ	خشک و تر شے مگر کتاب مبین میں لکھی ہوئی ہے
مُّبِيْنٍ (الانعام)	

اور یہ نگہبانی اور حفاظت بھی اتنے درجہ کی ہو کہ اس سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو کیونکہ غفلت مختلف وجوہات سے ہوتی ہے۔ یا تو سہو و نسیان یا نیند یا غائب ہونا وغیرہ اور خدا تعالیٰ کی ذات ان تمام عوارض سے پاک ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ	اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں
الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ	وہ زندہ اور عالم کو سنبھالنے والا ہے۔ نہ اسے اونگھ

وَلَا نَوْمٌ ؕ (البقرۃ) دبا سکتی ہے نہ نیند۔

اسی باعث بعض علماء نے کہا ہے کہ جو ذات ہر چیز کو جانتی اور ہر چیز کی حفاظت کرتی ہو اور اس سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو اسے رقیب کہتے ہیں۔ گویا کہ رقیب، علیم و حفیظ کا مجموعہ ہے۔ اور چونکہ کراماً کاتبین ہمہ وقت بندے کے ساتھ رہتے اور اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ اسی لئے انہیں بھی رقیب کہا جاتا ہے۔

اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ	جب لینے جاتے ہیں دو لینے والے داہنے بیٹھا
الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ○	اور بائیں بیٹھا۔ نہیں بولتا ایک بات جو
مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ	نہیں اس پاس۔ ایک راہ دیکھتا تیار
رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ○ (قٓ)	

بندہ کا فرض ہے کہ وہ یہ بات جان لے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا اور ہمہ وقت اس کے پاس موجود ہے۔ اور یہ بات بھی سوچ لے کہ شیطان اور اس کا نفس اس کے دشمن ہیں۔ اور یہ دونوں دشمن ہمہ وقت اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ بندے کو خدا کی اطاعت سے غافل کر دیں۔ اور جب بندہ کو یہ چیز معلوم ہے تو اس کی سمجھداری اور عقلمندی اسی میں ہے کہ ان دونوں کے مکر و فریب سے بچنے کی سعی کرے اور ہر وقت اپنے نفس کی نگہبانی کرتا رہے۔ تا وہ حد سے متجاوز نہ ہو۔

وظائف

اس کے ذکر کرنے سے مال و اولاد محفوظ رہیں۔

جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے وہ اس اسم کی کثرت سے تلاوت کرے۔ انشاءاللہ وہ چیز دستیاب ہو جائے گی۔

اگر حمل کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو عورت اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر سات بار اس اسم کو پڑھے۔ انشاءاللہ بچہ ضائع ہونے سے محفوظ رہے گا۔

اگر سفر میں کسی بچہ کی جانب سے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس بچے کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اس اسم کو سات بار پڑھے انشاءاللہ وہ بچہ سفر میں محفوظ رہے گا۔

اَلْمُجِیْبُ

دُعائیں قبول فرمانے والا۔ جب بھی اس سے کوئی دعا کرے تو وہ دُعا قبول کرتا ہو۔ اور جب بھی کوئی اسے پکارے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اور جو اسے پکارنے سے گریز کرے یا اس کے علاوہ کسی اور کو پکارے جیسے آج کل کے جاہل مصیبت کے وقت حضرت علی، شیخ عبدالقادر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں۔ مثلاً یا علی مدد۔ یا غوث۔ یا رسول اللہ وغیرہ تو ایسے لوگوں سے ناراض ہوتا ہو۔ اور انہیں اپنی درگاہ سے دھتکارتا ہو۔ وہ خود فرماتا ہے۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ	مجھی کو پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں
اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ	گا اور جو میرے پکارنے سے تکبر کرتے ہیں
عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ	عنقریب وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل

داخِرِیْنَ ○ (الزمر) ہوں گے۔

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا۔

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ (ترمذی) پکارنا عبادت کا گودا ہے۔

حضورؐ کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کو پکارنا اصل عبادت ہے تو بندہ جب خدا کو چھوڑ کر کسی اور کو پکارتا ہے وہ اس کی عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو مجھے چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرے گا تو میں یقیناً اسے دوزخ میں داخل کرونگا۔ اور بندہ یہ نہیں سوچتا کہ جسے وہ پکار رہا ہے وہ خود مخلوق ہے اور خالق کی موجودگی میں مخلوق کی اطاعت کیا معنیٰ رکھتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ	جو لوگ اللہ کے علاوہ اوروں کو پکارتے ہیں وہ
اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ	سب مل کر بھی ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر
اجْتَمَعُوْا لَہٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ	ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو واپس
الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ	نہیں لے سکتے۔ مانگنے والا (عقیدے کا) کمزور (اور
مِنْہُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○	جس سے مانگ رہے ہیں اس میں قدرت نہیں
مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ؕ	در اصل انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح معنیٰ میں قدر ہی نہیں کی
اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ○ اَللّٰہُ	یقیناً اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے یہ دوسری
یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا	بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں
وَّمِنَ النَّاسِ ؕ	سے کچھ کو رسول منتخب کرے (اس سے وہ قادر
(حج)	و مالک نہیں ہوتے)

اور اجابتِ خداوندی یہ ہے کہ جس وقت سائل اس سے سوال کرے تو وہ

اس کے سوال کو پورا کرے، جب کوئی اسے پکارے تو اس کی دعا قبول کرے اور مضطر و پریشان کی پریشانی دور کرے بلکہ پکارنے سے قبل ہی اس پر انعام و اکرام کرتا ہو۔ اور دعا سے قبل ہی اس پر اپنا فضل و کرم فرماتا ہو۔ کیونکہ وہ ضرورتمندوں کی حاجتوں کو ان کے سوال سے قبل ہی جانتا ہے۔ بلکہ ازل ہی سے لوحِ محفوظ میں ان کی حاجتیں بھی لکھی ہوئی ہیں اور ان کے حل کے اسباب بھی۔ اور حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تقدیر کو کوئی شے ٹال سکتی ہے تو وہ دعا یعنی خدا کو پکارنا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تہائی شب باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا اور مخلوق کی جانب متوجہ ہوتا اور فرماتا ہے:۔

مَنْ یَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ	کون ہے جو مجھے پکارے میں اسے جواب دوں
لَکُمْ مَنْ یَسْتَرْزِقُنِیْ اَرْزُقْ	کون ہے کہ مجھ سے رزق طلب کرے کہ میں اسے
لَکُمْ مَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ	رزق دوں۔ کون ہے کہ مجھ سے مغفرت طلب کرے
اَغْفِرْ لَکُمْ (ابنِ ماجہ)	کہ میں اس کی مغفرت کروں۔

اس میں بندہ کے لئے یہ سبق ہے کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کے ہر حکم کو قبول کرے۔ چاہے اسے خدا نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا ہو یا رک جانے کا۔ اور ہر امر میں اسی کو پکارے۔ اور اس کے علاوہ کسی سے حاجت طلب نہ کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا:۔

یَا مُوْسٰی اِسْاَلْنِیْ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی شِرَاکِ نَعْلِکَ وَمِلْحٍ فِیْ قِدْرِکَ

اے موسیٰ تو ہر چیز کا مجھ ہی سے سوال کر حتّٰی کہ اپنے جوتے کا تسمہ اور اپنی ہانڈی کیلئے نمک بھی مجھ ہی سے مانگ۔

اور سائل کو نہ دھتکارے بلکہ اسکے سوال کو قبول کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ

سائل کا تم پر حق ہے اگرچہ مزین گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ اور اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو چاہے بکری کی کھری کیوں نہ ہو۔ اور کوئی دینے کے لئے شے موجود نہ ہو تو نرمی سے اسے جواب دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے:۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (ضحیٰ) اور سائل کو (اے نبی) جھڑکیے نہیں۔

اور اگر کوئی تمہاری دعوت کرے تو اسے قبول کرو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لَوْ دُعِيتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ (ترمذی)

اگر مجھے ایک کھری کی دعوت دی جائے تو میں اسے بھی قبول کروں گا۔ اور اگر مجھے ہدیہ میں ایک دست بھیجا جائے تو اسے بھی قبول کروں گا۔

دعوتوں میں حاضر ہونا اور ہدایا کا قبول کرنا اس اجابت کا انتہائی مقام ہے کیونکہ مغرور، متکبر اور خسیس طبیعت کے انسان دعوتیں قبول نہیں کرتے۔ اور اپنے تکبر و غرور کی بنا پر کسی غریب کی دعوت میں جانا پسند نہیں کرتے۔ اور عام طور پر سائل کو جھڑک دیتے ہیں اور اسکی دل شکنی کی پرواہ نہیں کرتے ایسے لوگوں کیلئے اس اسم سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور بندے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے سے گھبرائے نہیں۔ اور اپنی دعا کو برا نہ سمجھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ (ابن ماجہ)

تم اللہ کو اس حال میں پکارو کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو۔

وظائف۔ جو شخص اس اسم کی کثرت کرے اسکی دعاؤں کو درجہ قبولیت حاصل ہو۔

الوَاسِعُ

ہر شے کا احاطہ فرمانے والا۔ یعنی جس کا علم ہر شے کو عام ہو کہ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہ ہو۔ یا وہ سخی کہ اس کی رحمت ہر مومن و کافر اور ہر فاسق و فاجر کو عام ہو۔ یا وہ غنی مراد ہے کہ جو تمام موجودات سے بے نیاز ہو۔ یا وہ ذات مراد ہے جس کے وجود اور ثبوت وحدانیت کی کوئی انتہا نہ ہو۔ نہ اس کی حکومت کی اور نہ اس کی ذات وصفات اور اسماء کی کوئی حد ہو۔ اور دراصل واسع ان تمام معانی کو شامل ہے۔ کیونکہ واسع وسعت سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ وسیع ہونے اور کشادہ ہونے کے آتے ہیں۔ اور وسعت کبھی علم کے لئے بولا جاتا ہے جب کہ علم وسیع ہو اور بے انتہا معلومات کو شامل ہو۔ اور کبھی احسان اور نعمتوں کی کشادگی کے لئے بھی بولا جاتا ہو اور چونکہ ہر لحاظ سے واسع مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ چاہے بلحاظ علم ہو اور چاہے باعتبار انعام و اکرام۔ کیونکہ اس کا علم اتنا وسیع ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی طرح اس کے جودو کرم کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ بلکہ جتنی بھی وسعتیں ہیں سب اسی پر منتہی ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے واسع کے لقب سے صرف اسی کی ذات متصف ہو سکتی ہے۔

یہ اسم بندے پر بھی بولا جاتا ہے۔ جب کہ اس کا علم اتنا کثیر ہو کہ دنیاوی لحاظ سے اس کی کوئی انتہا نہ ہو تو اسے واسع العلم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح

جب وہ اخلاق میں اتنا کامل ہو کہ نہ تو فقر سے گھبراتا ہو۔ نہ اس کی طبیعت میں حسد و حرص کا مادہ ہو۔ اور تمام بداخلاقیوں اور برائیوں سے پاک ہو تو اسے واسع الاخلاق کہا جاتا ہے لیکن انسانی علم و اخلاق کی ایک نہ ایک انتہا ہے۔ چاہے ہر کس و ناکس اس انتہا سے واقف نہ ہو۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف) اور ہر علم والے پر ایک بہت جاننے والا موجود ہے

انسان کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ کے بندوں پر اپنی رحمت کو وسیع کرے اور کسی حالت میں اخلاق کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔

وظائف

اس کی کثرت سے غنائے ظاہری و باطنی اور عزت و جاہ حاصل ہو۔

الحَکِیْمُ

یہ اسم حکمت سے مشتق ہے جس کے معنی کمال علم اور عمدہ افعال۔ اور افضل علوم کے ذریعہ بہترین اشیاء کو پہچاننا اور ہر شے کے رموز و اسرار سے واقف ہونا ہیں۔ اور جب یہ شے معلوم و متعین ہو چکی کہ علمِ خداوندی ہر شے کو محیط و وسیع ہے جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ اور جب اس کا علم اتنا وسیع ہے تو ہر شے کے اسرار و رموز سے وہی واقف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے علم کو زوال نہیں۔ اور نہ اس سے کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے۔

جو شخص مصنوعات یا علم کی باریکیوں سے واقف ہو اسے بھی حکیم کہا جاتا

ہے۔ اسی لحاظ سے انسان کو حکیم کہتے ہیں۔ لیکن حکمتِ انسان کسی خاص فن یا خاص علم تک محدود ہوتی ہے۔ اور حکمتِ خداوندی اسکے علم کی طرح لامحدود ہے اور انسان اپنی حکمت میں خدا کا محتاج ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنی حکمت میں کسی کا محتاج نہیں۔ حکمتِ انسانی زوال پذیر ہے۔ لیکن حکمتِ خداوندی کے لئے کسی وقت بھی فنا نہیں۔ اسی لئے جو شخص بہت سی اشیاء کی حکمت سے واقف ہو لیکن ذاتِ خداوند سے واقف نہ ہو اسے حکیم نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ اصل حکمت معرفتِ خداوندی ہے۔ اسی لئے انبیائے کرام کو حکیم کہا جاتا ہے:۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۤءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (البقرۃ)	اور اللہ تعالیٰ وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں جسے چاہیں حکمت عطا کریں اور جسے حکمت دی گئی اسے ایک بہت بڑی بھلائی عطا کی گئی اور بجز اہل عقل کے کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔

اسی لئے ہم ذیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چندوہ احادیث درج ذیل کرتے ہیں جو حکمت پر مبنی ہیں:۔

اَلْحِكْمَةُ مَخَافَةُ اللّٰهِ (ابن ماجہ)	حکمت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا نام ہے۔
اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا وَّاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً (ترمذی)	بعض تقریریں جادو اور بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں۔
اَلتَّقْوٰى مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ (بخاری)	تقویٰ وہ شے ہے جو دل میں کھٹکے۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ اِلٰى مَا يَعْنِيْهِ (نسائی)

آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو چھوڑ کر بامعنی باتیں اختیار کرے۔

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ (شرح اسماء الحسنیٰ)

قناعت ایسا مال ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

اَلْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ (ابن ماجہ)

مالداری دل کے غنی ہونے کا نام ہے۔

اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ وَالْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ (ابن ماجہ)

صبر آدھا ایمان اور یقین پورا ایمان ہے۔

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ (بخاری)

حیا ایمان کی شاخ ہے۔

كُنْ وَرِعًا تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَكُنْ قَنِعًا تَكُنْ اَشْكَرَ النَّاسِ (مسلم)

گناہوں سے احتراز کر تو سب سے زیادہ عابد بن جائیگا اور قناعت اختیار کر سب سے زیادہ شکرگذار ہوجائے گا۔

اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ (ترمذی)

مصیبت بولنے کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى (اسماء الحسنیٰ)

اگر تھوڑی اور کفایت کرنے والی روزی ہو تو وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو لہو ولعب میں مبتلا کرے

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِيَّ (ترمذی)

عقلمند وہ ہے جو نفس کو دھکے دے اور بعد الموت کے لئے عمل کرے۔ اور مجبور وہ ہے جو خواہشات کی اتباع کرے اور اللہ سے امیدیں لگائے۔

تمام مخلوقِ خداوندی میں خدا تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے حکیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ آپ سب سے افضل اور سب سے زیادہ عالم ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس امر کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ حکمت بھی عطا کی ہے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ ان میں انہیں
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ	میں سے ایک رسول بھیجا کہ وہ ان پر آیاتِ خداوندی
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ	تلاوت کرتا۔ انہیں پاک صاف کرتا اور انہیں
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا۔

(آلِ عمران)

انسان کا فریضہ ہے کہ وہ حکمتِ خداوندی کو اختیار کرے یعنی اس کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ اور منشاء الٰہی کے خلاف کوئی کام انجام نہ دے۔ اس لئے کہ ہر عقلمند آدمی حال پر مستقبل کو ترجیح دیتا ہے اور فانی پہ باقی کو۔ اور یہ دنیا فانی اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اور متاعِ دنیا قلیل ہے اور متاعِ آخرت کثیر۔ تو جو شخص فانی کو باقی پر، قلیل کو کثیر پہ اور حال کو مستقبل پر ترجیح دیتا ہے گویا وہ عقل سے بے بہرہ ہے۔

وظائف

جو شخص اس اسم کی کثرت سے تلاوت کریگا۔ اللہ تعالیٰ اسے مصائب سے نجات عطا فرمائے گا اور اس پر علم وحکمت کے دروازے کشادہ کردے گا۔

اَلْوَدُوْدُ

ودود، وُد سے مشتق ہے جس کے معنیٰ محبت کرنے کے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ مؤمنین سے محبت فرماتا اور مؤمنین اس سے محبت فرماتے ہیں اس لئے اسے ودود کہا جاتا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین سے راضی اور ان کے اعمال سے خوش ہے یا انہیں لوگوں کی نظروں میں محبوب بناتا ہے اس لئے اسے ودود کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم)

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کے لئے رحمٰن محبت پیدا فرمائے گا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ودود وہ ذات ہے جو اپنے متبع اور فرمانبردار پر خوب احسانات کرتا ہو۔ امام غزالی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ودود رحمت کے قریب المعنیٰ ہے۔ اور رحمت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنا۔ اور جس کے لئے بھلائی صادر ہوتی ہے وہ محتاج اور پریشان ہوتا ہے۔ لہٰذا رحمت کے لئے ضروری ہے کہ جس پر رحم کیا جائے وہ مجبور و لاچار ہو لیکن ودود کے لئے یہ بات ضروری نہیں کہ جس پر احسان و اکرام کیا جائے وہ مجبور ہو بلکہ وہ چاہے مجبور ہو یا نہ ہو دونوں اس کے معنیٰ میں شامل ہیں۔ دوسرا فرق رحیم اور ودود میں یہ ہے کہ رحمت ہر کافر و مومن نیک و بد کو شامل ہے۔ لیکن ود (یعنی محبت و احسان) صرف مومنین کے لئے خاص ہے۔ اور چونکہ مومنین خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اس لئے محبت کو ان کے ساتھ خاص فرمایا:-

اور انسانوں میں ودود اسے کہا جاتا ہے جو اپنے نفس اور خواہشات پر دوسرے کی خواہشات کو ترجیح دے اور ان کے لئے وہی شے پسند کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جب دندانِ مبارک شہید ہوئے اور آپ کا چہرۂ مبارک خون میں سُرخ ہوا تب بھی آپ کی زبانِ مبارک سے ایسے بدبختوں کے لئے بھی یہ الفاظ صادر ہوئے :-

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بخاری)

اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما وہ جانتی نہیں۔

کفار کی اتنی بدسلوکیاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کو ہدایت و خیر کی تبلیغ سے مانع نہ ہو سکی۔ بلکہ تمام مومنین کو یہی حکم صادر فرمایا کہ جو تم اپنے لئے پسند کرو وہی تم اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرو۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ شے پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

اور یہ بھی درجاتِ عالیہ میں سے ایک معمولی مقام ہے۔ کیونکہ اعلیٰ مقام یہ ہے کہ دوسرے کی بھلائی کی خاطر اپنی جان و مال بھی قربان کر دے اور ہر حال میں انہیں اپنی ذات پر ترجیح دے۔ ایک حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی :-

يَا عَلِیُّ اِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَسْبِقَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَصِلْ مَنْ قَطَعَكَ

اے علی اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مقربین سے آگے بڑھ جائے۔ تو جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے

وَاعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (اسماء الحسنیٰ)
صلہ رحمی کر۔ جو تجھے محروم رکھے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اس سے درگذر کر۔

اِن خوبیوں کے علاوہ اس اسم سے یہ خوبی ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے ہرگز محبت نہ کرنی چاہیئے۔ چاہے وہ اس کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی خوبی بیان فرمائی ہے اور اس پر انہیں اپنی رضا کا تمغہ عطا فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (المجادلہ)

تو (اے نبی) آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو (اور پھر) اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرتی ہو چاہے اس کے باپ، دادا، بیٹے، بھائی اور اہل خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی اپنی روح (یعنی جبرئیل) سے امداد فرمائی۔ اور انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو چکے ہیں۔ یہ اللہ کا لشکر ہے اور خبردار اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔

وظائف

جو شخص یومیہ اس اسم کا ہزار بار ذکر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ اس کا ورد کرتے اور اپنے شاگردوں کو اس کے ورد کا حکم کرتے ہیں۔

اگر کھانے پر ایک ہزار بار یہ اسم پڑھ کر بیوی کے ساتھ کھانا کھائے تو بیوی کے دل میں اسکی محبت پیدا ہو اور وہ اس کی تابعدار ہو جائے۔

اَلْمَجِیْدُ

مجید، ماجد کا مبالغہ ہے یعنی جو انتہائی عزت و شرف کا مالک ہو کہ اس کے بعد عزت و شرف کا کوئی مقام نہ ہو۔ جو سب سے اعلیٰ قدر، سب سے زیادہ عطا فرمانے والا اور بلحاظ ذات سب سے اشرف ہو۔ گویا کہ مجید کے معنیٰ میں جلیل و وہاب اور کریم تینوں اسماء کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اس کی کچھ تشریح اسم کریم میں گذر چکی وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

بندے کا اس اسم سے نصیب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں دوسروں پر کرم اور مہربانی کرے۔ اور ہر حال میں اخلاقِ حسنہ اختیار کرے۔

وظائف ۔ جو شخص برص میں مبتلا ہو اسے چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کو روزہ رکھے اور افطار کے بعد اس اسم کی کثرت کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا یہ مرض دُور ہو جائے گا۔ چاہے اس کا ازالہ بلا سبب ہو یا اسباب دنیویہ یعنی علاج وغیرہ کے ساتھ۔

البَاعِثُ

باعث، بعث سے مشتق ہے جس کے معنی بھیجنے اور اٹھانے کے ہیں۔ یعنی مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام کو بھیجنے والا۔ اور لوگوں کو توحیدِ خداوندی پر آمادہ کرنے والا۔ اور انسانوں کو قبروں سے اٹھانے والا۔ اور موجودات کو عدم سے وجود میں لانے والا۔ اور قیامت کے روز مخلوق کو زندہ کرنے والا۔ اور اسی معنی کے لحاظ سے قیامت کو یوم البعث بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (التمس) اور جب قبریں پھٹ جائیں گی۔

اور اس اسم کے معانی کا سمجھنا بعث کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ عوام جو یہ خیال کرتے ہیں کہ موت اس زندگی کی فنا کا نام ہے اور قیامت کے روز دوبارہ وجود میں لایا جائے گا جیسے کہ ہمیں پہلی بار پیدا کیا گیا تھا لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ موت فنا کا نام نہیں بلکہ موت انتقال یعنی ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہو جانے کا نام ہے۔ اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ اِمَّا حُفْرَةٌ مِّنَ النَّارِ اَوْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ (ترمذی)

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پھر وہ یا تو دوزخ کا ایک گڑھا ہے۔ یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

پھر یہ مقام تبدیل کرنے والے دو حال سے خالی نہیں یا نیک ہونگے یا بد۔ بدوں کا مقام سجین ہے یعنی تحت الثریٰ ہیں۔ اور نیک لوگوں کا مقام علیین ہے یعنی جنت ہیں۔ پھر اس میں بھی مختلف مدارج ہیں۔ سب سے بلند مقام انبیائے کرام کا ہے جن کے اجسام بھی سالم رہتے ہیں اور ان کی ارواح ان کے اجسام کے ساتھ متعلق رہتی ہیں۔ ان کے اجسام کو مٹی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسی واسطے حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ (نسائی) — تحقیق اللہ کا نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔

اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَاْکُلُ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ (نسائی) — تحقیق زمین انبیائے کرام کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

اور یہ دونوں انبیائے کرام کی خصوصیات ہیں۔ اوروں کے اجسام کا سالم رہنا ضروری نہیں اور نہ ارواح کا اجسام سے کوئی تعلق ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ شہدائے کرام کا ہے جن کی ارواح جنت کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں جہاں دل چاہے پھرتی ہیں۔ اور اس آیت میں ان کی حیات کا یہی مقصد ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (آل عمران)

اور جو لوگ راہِ خداوندی میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ رزق دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جو اپنا فضل عطا فرمایا ہے۔ اس سے خوب خوش ہیں۔

جہاں تک ارواح کا تعلق ہے تو کسی کی روح کو بھی فنا نہیں وہ مسلم ہو یا کافر۔ نیک ہو یا بد۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو یہ دعا پڑھو:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ (مسلم) — اے قبر والو تم پر سلامتی ہو۔

اس سے تمام مومنین کی ارواح کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور کفار کی حیات ارواح کا ثبوت واقعۂ بدر سے ثابت ہے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مقتولین کو ایک گڑھے میں ڈال کر ارشاد فرمایا:۔

اِنِّیْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِیْ رَبِّیْ حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُخَاطِبُ قَوْمًا قَدْ جِيْفُوْا قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْا (بخاری)

یقیناً میں نے تو اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا ہے۔ کیا تم نے بھی اسے سچ پایا ہے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ ایسے لوگوں کو خطاب فرما رہے جو مردہ ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔

ان دونوں احادیث سے دو امور ثابت ہوتے ہیں۔ اول سماعِ موتیٰ یعنی مردوں کا سننا اور یہ علماء میں مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور ہمارا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ فی الواقعہ بذاتہ سنتے ہیں یا فرشتوں کی بوساطت یا قطعاً نہیں سنتے۔

دُوسری چیز ارواح کا موت کے بعد زندہ رہنا ہے۔ اور یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ارواح کا مقام سجین اور علیین ہے تو قبروں میں ان کے سننے سے کیا مقصود ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سماع فرشتوں کی بوساطت ہو۔ یا ارواح کا اپنے اجسام سے ایک گونہ تعلق باقی رہتا ہو اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسری حدیث کی یہ تشریح بھی کی ہے کہ یہ وہ وقت تھا جب کہ منکر نکیر سوال کے لئے آئے تھے۔ اور منکر ونکیر کے سوال کے وقت جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے۔ اور حضور کو اس کا بذریعہ وحی علم ہوا۔ یا یہ حضور کی خصوصیت ہے کہ آپ کے کلام کو مردے بھی سنتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ قبر سے مراد یہی گڑھا ہے جس میں دفنایا جاتا ہے یا وہ مقام ہے جہاں ارواح رہتی ہیں اور صحیح یہی ہے کہ قبر سے مراد ارواح کا مقام ہے۔ اور وہاں ایک مثالی قبر بنا دی جاتی ہے۔ جیسا کہ عذاب کے لئے دوسرا ایک مثالی جسم دیا جاتا ہے اور جسم کے دیئے جانے کا ثبوت بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن دوسری قبر دیا جانا آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوتا ہے:-

وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (یٰسٓ) — پس وہ کہیں گے ہائے افسوس ہماری آرام گاہوں سے ہمیں کس نے اٹھایا۔

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (الشمس) — اور جب کہ قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

ان ہر دو آیات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر شخص اپنی آرامگاہ اور قبر سے اٹھایا جائے گا۔ حالانکہ مشاہدہ یہ ثابت کرتا ہے کہ کروڑ ہا

انسان آگ میں جلائے جاتے ہیں جیسے ہندو یا جل جاتے ہیں اور انکی کوئی قبر نہیں۔ اسی طرح جو غرق ہو کر مرتے یا انہیں درندے کھا جاتے ہیں ان کی بھی بظاہر کوئی قبر نہیں۔ اور آیاتِ قرآنیہ تمام انسانوں کو شامل ہیں۔ لازماً قبر سے مراد مقام ارواح ہے نہ یہ گڑھا اور ارواح کا ایک دوسرے سے ملاقات کرنا اور مومنین کی ارواح کا ایک جگہ ہنسی خوشی رہنا احادیث سے ثابت ہے۔

انسان ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی اس کی روح کیلئے کوئی فنا نہیں۔ ہاں اس کی روح ایک مدت کے لئے جسم سے جدا ہو جاتی ہے جسے ہم موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند کو بھی موت سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ آپ صبح بیدار ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (ترمذی)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ فرمایا اور اسی کی جانب اٹھنا ہے۔

اور یہ قرآن سے بھی ثابت ہے اور کبھی روح کو بدن کی جانب لوٹا دیا جاتا ہے۔ الغرض روح ابد الآباد تک باقی رہے گی اور قیامت کا صُور پھونکنے کے وقت اس پر ایک غشی طاری ہو گی۔ اور عقلاً بھی روح کے لئے ہرگز فنا نہ ہونی چاہیئے۔ اس لئے کہ روح حکمِ خداوندی کا نام ہے اور اسکے حکم کو فنا نہیں

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (بنی اسرائیل)

آپ فرما دیجئے روح میرے رب کا حکم ہے اور تم تھوڑا سا علم دیئے گئے ہو۔

توعوام جو اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ انسانوں کو دو مرتبہ عدم سے وجود میں لایا جاتا ہے یہ صحیح نہیں۔ بلکہ وجود تو صرف ایک ہی مرتبہ ہے۔ اور آیاتِ قرآنیہ بھی اسی جانب اشارہ کرتی ہیں:۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ — پھر تم اس کے بعد یقیناً مرنے والے ہو پھر

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ — تم قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے۔

(المومنون)

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ — اسی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی

مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ) — میں لوٹائینگے اور اسی سے دوبارہ نکالینگے

اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ دوبارہ صرف اٹھنا اور قبر سے نکلنا ہے۔ نہ کہ دوبارہ خلقت۔ اور جن آیات سے بظاہر انشاء یعنی خلقت ثابت ہوتی ہے ان سے ظاہر بینوں کو دھوکا لگا ہے۔ مثلاً

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (المؤمنون) — پھر ہم دوبارہ پیدا کریں گے۔

در اصل امر یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کے بعد بھی اس میں مختلف خلقتیں ہوتی رہتی ہیں۔ پہلی خلقت جسم و روح کی پیدائش ہے۔ اس کے بعد بچپنہ، جوانی، بڑھاپا، تمیز، عقل علم وفہم وغیرہ ان کی بالترتیب خلقت ہوتی رہتی ہے۔ پھر قبر میں جانے کے بعد مثالی جسم عطا ہوتا ہے اور پھر قیامت کے روز اصل جسم پر جوانی کی حالت میں لوٹ آئیں گے۔ اسی لئے دُوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

وَنُنْشِئَكُمْ فِيْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ — اور ہم تمہیں بڑھاتے رہتے ہیں جسے تم نہیں جانتے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰی فَلَوْلَا تَذَکَّرُوْنَ ○ (واقعہ)

اور تحقیق تم اول پیدائش کو جانتے ہو اور پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

بندے پر فرض ہے کہ اپنے نفس کو مرضیٔ مولیٰ کا تابع کرے۔ اور اس کا کوئی قول و فعل حکم خداوندی کے خلاف نہ ہو۔ تاکہ تقرب خداوندی اور درجات کاملہ حاصل ہو سکیں۔

وظائف

جو شخص سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر سو بار اس اسم کی تلاوت کریگا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو علم و حکمت سے منور فرمائیں گے۔

اَلشَّهِيْدُ

شہید، شہود سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ حاضر ہونا اور گواہی دینا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے ساتھ ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (الحدید) اور جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

اسی لحاظ سے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (النساء) اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

اور چونکہ شہود اور شہادت کے معنیٰ حاضر ہونے اور جاننے کے بھی۔ اسی لئے کبھی یہ لفظ علم کی صفت بھی واقع ہوتا ہے۔ جیسے

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (الانعام) غیب و حاضر کو جاننے والا۔

غیب ہر پوشیدہ شے کو بولتے ہیں اور شہادت اس شے کو کہتے ہیں جو سامنے موجود ہو۔ اور خدا تعالیٰ سے کوئی بھی شے غیب نہیں۔ لفظ غیب بندوں کے لحاظ سے بولا جاتا ہے۔ یعنی جو چیز بندہ کی نظر سے پوشیدہ ہو۔

اور جو ذات پوشیدہ اور ظاہر امور جانتی ہو اسے علیم کہتے ہیں۔ اور جو پوشیدہ امور سے واقف ہو اسے خبیر اور جو ظاہر امور سے واقف ہو اسے شہید کہتے ہیں۔ گویا علیم، خبیر اور شہید کا مجموعہ ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام مخلوقات کے اعمال کی شہادت دے گا اسی لئے اسے شہید کہا جاتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے علیم و خبیر کی شرح دیکھئے۔

اس اسم کی صفت یہ ہے کہ بندہ ہر کام کرنے سے قبل یہ سوچ لیا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے وہ میرے اس فعل کو دیکھ رہا ہے لہٰذا گناہوں سے پرہیز کرے اور اعمال صالحہ اختیار کرے۔

وظائف

جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا اس کا دل باطل سے متنفر ہو کر حق کی جانب مائل ہوگا۔

جو شخص اولاد یا اپنی بیوی کے سر کے بال پکڑ کر ایک ہزار بار اس اسم کی تلاوت کرے اور ان پر دم کرے وہ تابع فرمان ہوں۔

اَلْحَقُّ

جس ذات کا وجود ہر طرح اور ہر لحاظ سے ثابت ہو۔ جسے ایک لمحہ کے لئے بھی زوال اور عدم نہ ہو۔ اور نہ اس میں کوئی تغیر پیدا ہو سکے۔ ہر شے کا ظہور اسی ذات سے وابستہ ہو۔ اور ہر شے اسی پر منتہی ہوتی ہو۔ اور اس کے علاوہ کوئی شے ایسی نہ ہو جو فانی نہ ہو۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن)

ہر شے فنا ہو جائے گی اور آپ کا عزت و اکرام والا خدا باقی رہ جائے گا۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید بن عامر رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آج تک شعرائے عرب نے جتنے اشعار کہے ہیں ان میں سب سے زیادہ سچا اور صحیح لبید کا شعر ہے۔ ع

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ

خبردار اللہ کے علاوہ ہر شے باطل ہے۔

اور کبھی حق باطل کے مقابلہ پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جو شے صحیح اور درست ہو۔

وَیُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ

اور اللہ ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت فرمائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق حق اور باطل باطل ہو جائے

لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ○ (الانفال) چاہے مجرم اسے ناپسند کریں۔

کیونکہ ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دن کے وجود کا علم اسی وقت ممکن ہے جب کہ رات کے وجود سے واقفیت ہو۔ اسی طرح حق اسی وقت پہچانا جاسکتا ہے جب کہ انسان باطل سے واقف ہو۔ آدمی صدق کو اسی وقت پہچان سکتا ہے جب کہ اسے کذب و افترا کا علم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صدق کے ساتھ کذب کا، حق کے ساتھ باطل کا اور نیکی کے ساتھ بدی کا ذکر فرماتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کوئی شے ایسی نہیں جو ہر لحاظ سے حق ہو یا ہر لحاظ سے باطل ہو۔ کیونکہ ہر باطل میں کچھ نہ کچھ خوبیاں بھی ضرور ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہر حق میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہوتی ہے۔ اگر وہ ایک وجہ سے حق ہے تو ایک اعتبار سے باطل ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی شے ہر لحاظ سے باطل ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ لیکن ہر لحاظ سے حق ہونا یہ ممکن ہے اور خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ واجب الوجود ہے اور ہماری بحث ممکنات سے ہے نہ کہ واجب الوجود سے۔

اور کبھی اقوال پر بھی قول کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں یہ قول حق ہے اور یہ قول باطل ہے۔ اور سب سے احق قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے۔

اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ ہر شے کو باطل سمجھے۔ کیونکہ بندہ اگر حق بھی ہے یعنی اس کا وجود ثابت ہے تب بھی اس کا وجود وجود نہیں۔ کیونکہ وجود اس شے کا ہوتا ہے جو بذاتہ موجود ہو۔

اور اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور بندہ کا وجود خدا کا محتاج ہے تو ہر لحاظ سے بندہ کا وجود وجود نہیں۔ اور یہی تمام مخلوقات کا حال ہے۔ اسی لئے حضور اکرم علیہ السلام نے لبید کے شعر کی تعریف فرمائی۔

اِس اسم کا نصیب یہ ہے کہ بندہ ذکر اللہ اور احکامِ خداوندی پر عمل پیرا ہو اور اس کے علاوہ ہر شے کو دل سے نکال دے۔ اسے ہر ہر ذرّے میں جلوۂ خداوندی نظر آتا ہو جسے صوفیاء فنا فی اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

وظائف

جو شخص ایک مربع کاغذ کے چاروں کونوں پر اس اسم کو لکھے اور ہتھیلی پر رکھ کر اسے سحر کے وقت آسمان کی طرف بلند کرے اللہ تعالیٰ اسے مصائب سے محفوظ رکھے گا۔

اور جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ روزانہ سو بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے غنی فرمائیں گے۔ اور جو شخص اس اسم کو ایک ہزار بار پڑھے گا اس کے اخلاق عمدہ ہو جائیں گے۔

اَلْوَکِیْلُ

بندوں کے کاموں کو قائم فرمانے والا۔ اور ان کے لئے ان اشیاء کو مسخّر فرمانے والا جن چیزوں کی انسانوں کو ضرورت پیش آتی ہے۔ یا بندوں کے ذمہ کاموں کو سپرد فرمانے والا۔ یا اُن کے تمام امور کا ذمہ دار۔ انسان کو بھی وکیل اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذمّہ کام سپرد کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے امور کا آپ ذمّہ لیا ہے اسی لئے وہ ہر لحاظ سے وکیل ہے۔

اور اسی نام سے بندے کا نصیب بھی ظاہر ہے کہ تمام امور اسی کے سپرد کئے جائیں۔ اور ہر کام میں اسی پر توکّل کیا جائے۔ اور دوسرے انسانوں کی مدد کرے اور ان کی حاجت روائی میں گریز نہ کرے۔ کیونکہ ہر ایک خدا کی جانب سے ایک دوسرے کا وکیل ہے۔

وظائف

جو شخص اس اسم کی کثرت سے تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رزق اور بھلائی کے دروازے کشادہ فرمائے گا۔

القَوِیُّ ــــ المَتِینُ

جو شے اپنی ذات وصفات اور افعال ہیں کوئی ضعف وکمزوری نہ رکھتی ہو اسے قوی کہتے ہیں۔ اور متین وہ ذات ہے جسے قوت میں اتنا کمال حاصل ہو کہ اس کے کسی کام میں بھی کوئی معارض ومقابل نہ ہو سکے۔ اور اس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہ ہو۔ اور کبھی اس کی قوت میں ضُعف نہ آئے۔ اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کیونکہ ہر صفت میں کمال صرف اسی کو حاصل ہے۔ اور قوت قدرتِ کاملہ کو ثابت کرتی ہے اور متانت شدّتِ قوت پر دلالت کرتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کامل القوت اور جامع القدرت ہے۔ اسکی مزید تشریح ہم القادر کی شرح میں ذکر کریں گے۔

وظائف

اگر کوئی شخص مظلوم ہو اور ظالم کی ہلاکت کے ارادے سے القوی پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے شر سے محفوظ فرمائے گا۔ لیکن اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ عداوت وحسد کی بنا پر اس نے اسے ظالم تصوّر کیا ہو اور اس کا گناہ پڑھنے والے کے ذمّہ لازم آئے۔

جو شخص لڑکا یا لڑکی پر المتین دس بار پڑھے گا تو وہ بچّہ فسق وفجور اور گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

الْوَلِیُّ

مددگار دوست۔ تمام مخلوقات کے امور کا کارساز۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (الجاثیۃ) اور اللہ متقین کا کارساز ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرۃ) یقیناً اہلِ ایمان کا ولی اللہ ہے۔

یعنی اپنے نیک بندوں اور مؤمنین کا مددگار و کارساز ہے کہ ان کی شان کو بلند فرماتا، دشمنوں سے ان کو محفوظ فرماتا اور ہر حال میں ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ برخلاف کفار کے کہ ان کی صیانت و حفاظت نہیں فرماتا۔ اس لئے ارشاد ہے:۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ (محمد) کیونکہ مؤمنین کا مولیٰ تو اللہ ہے۔ اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

مولیٰ اسی ولی سے مشتق ہے اور دونوں ہم معنی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ صفت مؤمنین کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ احد میں ارشاد فرمایا:۔

اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ (بخاری) اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں

اور انسانوں میں ولی وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے دوستوں سے محبت کرتا اور اللہ کے دین کی حمایت کرتا ہو اور اللہ کے دشمنوں سے عداوت رکھتا

ہو اور اس کا کوئی کام خلاف شریعت نہ ہو۔ اور امورِ دینیہ اور اس کے اسرار
سے منجملہ واقف ہو۔ اور اپنے نفس اور شیطان کا دشمن ہو ؎

کارِ یزداں می کند نامش ولی
گر ولی اینست، رحمت بر ولی

اس اسم کا نصیب یہ ہے کہ اپنی تمام خدمت مولیٰ میں صرف کرے
اور اس طرح خدا کا دوست بن جائے۔ اور اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کر دے
کیونکہ اس کے علاوہ نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار۔

مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ — اے نبی اللہ کے علاوہ آپ کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار۔

وظائف

جو شخص شبِ جمعہ میں اس اسم کو ایک ہزار بار پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے
نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے گا۔

جو کوئی اس اسم کی کثرت کرے گا خلقت کے رازوں سے واقف ہو گا۔

جو شخص اپنی بیوی کی عادتوں سے خوش نہ ہو اس کے سامنے جاتے وقت
اس اسم کو کثرت سے تلاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے نیک خصلتیں عطا فرمائے گا۔

الحمیدُ

حمد سے مشتق ہے جس کے معنیٰ تعریف کرنے کے آئے ہیں اور حمید محمود کے معنی میں مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو ہر طرح تعریف کا مستحق ہو۔ کیونکہ وہ ہر کمال وخوبی سے متصف ہے۔ اور تمام مخلوق کا مولیٰ ہے۔ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی حمید ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنی تعریف اپنے آپ بھی فرماتا ہے۔ اور بندے بھی ہمیشہ اس کی تعریف کرتے رہیں گے۔ اور ہر شے اپنی زبانِ حال وقال سے اس کی حمد کرتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ	کوئی شے ایسی نہیں جو حمدِ خداوندی کے
بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ	ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح
تَسْبِیْحَهُمْ (رعد)	کو نہیں سمجھتے۔

اور انسانوں میں حمید اسے کہا جاتا ہے جس کے عقائد و اخلاق اور اقوال و افعال تعریف کے قابل ہوں اور ان میں کسی قسم کا نقص نہ پایا جاتا ہو۔ اور یہ مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء اور صحابہ و علماء و صلحاء کو شامل ہیں۔ ان میں سے اگرچہ ہر ایک حمید ہے لیکن درجات و فضائل میں تفاوت ہے۔

اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ کوئی انسان نقص سے خالی نہیں۔ چاہے اس میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ پائی جاتی ہوں۔ لیکن ایک نہ ایک نقص ہونا ضروری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ایسی ذات نہیں جو نقائص سے خالی ہو۔ اس لئے حمید مطلق بھی وہی ہے۔

بندے کا فرض ہے کہ ہمہ وقت حمدِ خداوندی میں مصروف رہے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے۔ کیونکہ بندہ جتنا بھی خدا کا شکر کرے وہ کم ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان کے لئے ہر سانس پر دو شکر واجب ہوتے ہیں۔ ایک سانس باہر آنے پر ایک اندر جانے پر۔ اور اپنے میں اوصافِ حمیدہ پیدا کرے تاکہ وہ بھی مخلوق میں تعریف کے قابل ہو سکے۔

وظائف

جو شخص ۴۵ روز تک متواتر ۹۳ بار خلوت میں اسے پڑھتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس میں اخلاق حمیدہ پیدا فرمائے گا۔

اَلْمُحْصِی

یہ احصار سے بنا ہے جس کے معنی گھیر لینے کے آئے ہیں۔ یعنی ہر شے کو اپنے علم کے احاطہ میں لینے والا۔ یا وہ قادر جس کی قدرت سے کوئی شئے باہر نہ ہو۔ اور محصیٔ مطلق صرف ذاتِ خداوندی ہے جس کے علم میں ہر شے کی حد و انتہا، اور اس کی تعداد و کیفیت موجود ہے۔ اور یہ صفت اللہ کے علاوہ اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ انسان بعض اشیار کے علم کا تو احاطہ کر سکتا ہے لیکن اکثر اشیار کے احاطہ سے وہ عاجز ہوتا ہے اور ان سے جاہل ہوتا ہے۔ کیونکہ احاطہ علم پر موقوف ہے، اور علمِ انسانی محدود ہے۔ اور علمِ خداوندی کی کوئی حد نہیں۔ اور یہی باعث ہے کہ انسان بہت سی اشیار کو بھول جاتا ہے اور قیامت کے روز بھی بھولے گا لیکن اللہ تعالیٰ ایک چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ظاہر فرما دیگا۔

بندہ کے لئے اس میں یہ درس ہے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور یہ سوچے کہ اس نے آج کتنے افعال بد کئے ہیں جن کا ترک کرنا ضروری ہے۔

وظائف

جو شخص روٹی کے بیس ٹکڑوں پر بیس بار اس اسم کو پڑھ کر کھائے گا مخلوق اس کی مسخر ہوگی۔

المُبۡدِیٔ ـــــ المُعِیۡدُ

مبدئ وہ ذات ہے جو تمام اشیار کو عدم سے وجود میں لائی۔ مبدئ کی پوری تفصیل خالق و باریٔ کے تحت گذر چکی۔ اور معید وہ ذات ہے جو تمام مخلوقات کو فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ فرمائے گی اور فنائے انسانی کی کیفیت ہم الباعث میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ اور ابدار کے معنٰی لغت میں نئی شے کو وجود میں لانے کے ہیں۔ اور چونکہ مخلوقات کی خلقت سے قبل اس کا وجود نہ تھا اس لئے خدا کا نام مبدئ ہوا۔ اور اسی باعث انسان کو مبدئ نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمیشہ اپنی صنعت وحرفت میں معمولی سی ترمیم کے ساتھ اپنے سے اول کی نقل کرتا ہے۔ اور جب کسی شے سابق کو توڑ دینے کے بعد بعینہٖ اسی طرح وجود میں لایا جاتا ہے تو اسے اعادہ یعنی لوٹانا بولتے ہیں جس سے معید بنا ہے۔ یعنی ہر شے کو اس کی حالت اول پر لوٹانے والا۔ اسی اسم سے یہ بات بھی حل ہوگئی کہ قیامت کے روز اسی جسم کو لوٹایا جائے گا۔ کوئی نیا جسم نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کی بے شمار مثالیں ظاہر فرمائیں جیسا کہ تیسرے پارے کی ابتدا میں حضرت عزیر علیہ السلام کے زندہ کرنے کا واقعہ موجود ہے۔

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ	یا اس شخص کی طرح جس کا ایسے گاؤں پر گذر
وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا	ہوا جو اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا کہنے لگا اللہ اس
قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ	کے فنا ہو جانے کے بعد اسے کیونکر زندہ
بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ	کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال تک مردہ
مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ	رکھ کر پھر زندہ کیا۔ اور فرمایا تو اس حالت موت
کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ	میں کتنے دن رہا۔ اس نے عرض کیا ایک دن
یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ	یا اس سے بھی کم۔ فرمایا بلکہ تو سو سال تک اس
بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ	حال میں رہا ہے۔ اب ذرا اپنے کھانے پینے
فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ	کی چیزوں کی جانب دیکھ کہ وہ خراب تک
لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ اِلٰی	نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھ
حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً	تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنائیں اور
لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ	ہڈیوں کی جانب دیکھ کہ ہم انھیں کیونکر جوڑتے
کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا	اور ان پر کیونکر گوشت چڑھاتے ہیں۔ جب
لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ	اس پر یہ شے ظاہر ہوئی تو کہنے لگا میں خوب
اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ	جانتا ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝	

(البقرہ)

اس وقوعہ سے چند باتیں ظاہر ہوئیں۔

پہلی۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر انسانوں کو مرنے کے بعد کسی

شے کی خبر نہیں ہوتی - کیونکہ اگر انبیاء کو موت کے بعد علم ہوتا تو حضرت عزیر علیہ السّلام یہ نہ فرماتے کہ میں ایک روز یا کچھ روز مردہ رہا - بلکہ سو سال فرماتے۔

دوسری - خدا تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ فنائے جسم کے بعد پھر اسی جسم کو سو سال بعد دوبارہ پیدا فرما دے - جیسا کہ گدھے کا حال ہوا تھا۔

تیسری - وہ اس پر بھی قادر ہے کہ موت کے بعد جسم کو بھی علیٰ حالہٖ باقی رکھے اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع نہ ہو جیسے کہ حضرت عُزیر علیہ السلام کا جسم سالم رہا۔

چوتھے انبیاء کرام کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی جیسا کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى	اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیائے کرام کے
الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ	جسم کھانے کو حرام فرما دیا ہے۔
الْاَنْبِيَاءِ	(نسائی)

پانچویں اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ گلنے اور سڑنے والی شے کو بھی سو سال تک گلنے اور سڑنے نہ دے۔

چھٹے یہ امر ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسم کو لوگوں کی نگاہوں سے ایک عرصہ دراز تک پوشیدہ رکھنے پر بھی قادر ہے۔

ساتویں یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی خلقت میں کوئی دیر نہیں

لگتی اور نہ اس کے لئے اسباب مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ بلا اسباب بھی وہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسا کہ گدھے کو دوبارہ زندہ فرمایا۔

آٹھویں یہ بات ظاہر ہوئی کہ انبیائے کرام علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے بلکہ انہیں جن اشیاء کا علم دیا جاتا ہے وہی معلوم ہوتی ہیں۔

اور جو ذات اوّل بار پیدا کرنے پر قادر ہو وہ اس کے رجوع پر بدرجۂ اولیٰ قادر ہوگی۔ کیونکہ کسی شے کا اعادہ اس کے اول بار پیدا کرنے سے سہل ہوتا ہے۔ اور چونکہ تمام اشیاء کی ابتدا اسی کی ذات سے ہوئی تو اعادہ بھی وہی فرمائے گا۔

بندے کے لئے اس میں یہ سبق ہے کہ تمام امور خدا تعالیٰ کے سپرد کرے اور راضی برضائے مولیٰ ہو۔

وظائف

جو شخص سحر کے وقت المبدئ کو ۹۹ بار حاملہ کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر پڑھے گا تو اس کا حمل ضائع ہونے سے محفوظ رہے گا۔ اور جب تک بچہ کامل نہ ہوگا وضع حمل نہ ہوگا۔

جو شخص المعید کی کثرت کرے گا اسے بھولی ہوئی باتیں یاد آجائینگی۔ اور جو شخص اس اسم کا ایک ہزار بار ذکر کرے گا اسکی حیرت دور ہوگی۔ اور ہدایت حاصل ہوگی۔

المُحیِیُ   المُمِیتُ

ہر شے میں زندگی اور رُوح پیدا فرمانے والا۔ اور ممیت ہر مرنے والی شے کے لئے موت کو پیدا فرمانے والا۔ اور احیار و حمات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی زندہ کرنے پر قادر ہے، نہ مارنے پر۔

هُوَ يُحۡيِي وَيُمِيتُ   وہی ذات ہے جو زندہ کرتی اور مارتی ہے اور
وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ○ (یونس)   اسی کی جانب تم لوٹ کر جاؤ گے۔

اور چونکہ حیات و موت اس کی مشیت اور ارادے پر موقوف ہے۔ اور اپنی مشیت کا اظہار وہ خود ہی فرما سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسکے لئے اسباب پیدا فرمائے۔ اور ان ظاہری اسباب کو دیکھ کر انسان یہ سمجھتا ہے کہ فلاں کی موت فلاں کے ہاتھ سے ہوئی۔ حالانکہ اس کی موت مقدّر میں نہ ہوتی تو یہ اس کے قتل پر قادر نہ ہوتا۔ اور چونکہ وہ اشیار کی تاثیر سلب کرنے پر بھی قادر ہے تو ہو سکتا ہے کہ جو شے قتل کا باعث ہو اس سے ایک وقت میں قتل کی تاثیر سلب کرلی جائے۔

اس مسئلہ کو یوں سمجھ لیجئے کہ زہر کی تاثیر انسان کو ختم کرنا اور تریاق کی تاثیر زہر کے اثر کو دور کرنا ہے۔ اور انسان کا تجربہ بھی یہی ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ زہر کی تاثیر تریاق میں پیدا کردی جائے۔ اور تریاق کی تاثیر زہر

میں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی تاثیر باقی نہ رہے۔ یعنی نہ زہر زہر رہے، اور نہ تریاق تریاق۔ جیسے کہ حضور اکرم علیہ السلام کو زہر دیا گیا اور ایک صحابی نے اس زہر کے اثر سے انتقال فرمایا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ یا جیسے حضرت خالد سے کفّار نے مطالبہ کیا کہ اگر تمہارا دین سچّا ہے تو تم زہر پی کر دکھاؤ۔ حضرت خالد نے زہر کی بھری ہوئی شیشی پی لی اور کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ بھی ہمارے تجربہ میں عام طور پر آتا ہے کہ دو اشخاص ایک ہی مرض میں مبتلا ہیں۔ اور ایک پر ایک دوا اثر کرتی ہے اور دوسرے پر نہیں کرتی۔ اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اصل تاثیر دوا میں ہے اور اسی کے اثر سے مرض کا ازالہ ہوتا ہے اور خدائے واحد لایزال کی قدرت کاملہ پر کوئی بھروسہ نہ ہو یا اس قسم کے الفاظ استعمال کرے جس سے قدرت خداوندی کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ مثلاً بیمار فلاں حکیم کے علاج سے صحت یاب ہوا۔ یہ شرک فی الاسباب ہے۔

دوسری شکل مسئلے کی یہ ہے کہ جب کسی شے میں تاثیر نہیں تو علاج بے سود ہے۔ صرف خدا پر توکّل کافی ہے۔ جیسا کہ بعض جاہل صوفیاء کہتے ہیں۔ اس صورت میں یہ تمام کاروبار دنیا معطل ہو جائے گا۔ اور اعمالِ صالحہ کی بھی کوئی ضرورت نہ رہے گی۔ حالانکہ مسئلہ کی اصل صورت یہ ہے کہ اسبابِ ظاہرہ پر اس نیّت سے عمل پیرا ہو کہ حکم خداوندی ہے۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم) تحقیق انسان کیلئے وہ شے ہے جسکی وہ کوشش کرے

اور اس کا نتیجہ اور انجام دستِ قدرت میں ہے یعنی ازالہ مرض کیلئے حکمِ خداوندی کے مطابق علاج بھی کرے اور شفا قدرت کی جانب سے سمجھے اسی طرح اس شے کو بھی سمجھ لیجئے کہ جو اشخاص یہ خیال کرتے ہیں کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ مثلاً دق، جذام، خارش وغیرہ۔ یہ بھی عین کفر ہے جیسا کہ آج کل کے ڈاکٹروں کا خیال ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان بیماریوں کو مؤثر بالذات تصوّر کیا۔ اور مؤثر بالذات سوائے خدا کے کوئی نہیں جس ذات نے اوّل میں اس بیماری کو ظاہر فرمایا۔ وہی دوسرے شخص میں بھی اس بیماری کا خالق ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ایک اونٹ کو خارش ہو گئی تھی اس کی وجہ سے سب کو خارش ہو گئی۔ آپ نے غصّہ سے ارشاد فرمایا:۔

فَمَنْ اَجْرَبَ الْاَوَّلَ (ترمذی) پہلے کو خارش کس نے لگائی۔

یعنی جس نے اول میں پیدا کی تھی اسی نے دوسرے میں بیماری پیدا کی۔ اس لئے طاعون سے بھاگنے کو منع کیا گیا اور قرآن میں دوسرے پارے میں یہود کی ایک جماعت کا ذکر ہے جو طاعون سے بھاگی تھی اور جسکی تعداد ستر ہزار تھی۔ جب کہ وہ طاعون کے علاقہ سے نکل آئی۔ تو

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ	پس اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تم سب مر
اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ	جاؤ پھر انھیں دوبارہ زندہ فرمایا یقیناً اللہ لوگوں
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ (بقرہ)	پر بہت فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے

یعنی طاعون یا کسی اور مرض لاعلاج سے موت واقع نہیں ہوتی بلکہ

موت دینے والا وہی ہمیت ہے جو موت کا خالق ہے۔ اسکی قدرت میں یہ بھی ہے کہ اس طاعون سے موت کے اثرات کو سلب کرے۔ اسی لئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ (ترمذی) ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ بدفالی کوئی شے ہے

ان تمام امور پر نظر کرنے کے بعد یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ اسباب کی دو قسمیں ہیں۔ اسبابِ ظاہرہ اور اسبابِ باطنہ۔

اسبابِ ظاہرہ تو وہ ہیں جن پر انسان کی نظر رہتی ہے۔

اسباب باطنہ وہ ہیں جو قدرت نے اسکی موت یا تکلیف کا سبب بنائے ہیں۔ یعنی علم و حکمِ خداوندی۔ اور اصل سبب یہی ہے جس تک کسی انسان کی رسائی نہیں۔ وہ اسبابِ ظاہر کو اصل شئے تصور کرتا ہے۔ اور آخر کار اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قدرتِ خداوندی کا منکر ہو جاتا ہے۔ اور یہ کاروبارِ دنیا اسباب پر مبنی سمجھتا ہے۔ اس کی نظروں میں نہ کوئی خالق رہتا ہے نہ قادر۔ بلکہ تمام زمین و آسمان اسباب کی بنا پر خود بخود ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک۔

اس سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ ان کے سر میں سخت درد ہوا۔ خدا تعالیٰ سے درخواست کی اے میرے مولیٰ میرے سر میں درد ہے اس کا کیا علاج کروں۔ حکم ہوا فلاں بوٹی گھس کر لگا لو درد جاتا رہے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل فرمایا، درد جاتا رہا۔ کچھ روز بعد دوبارہ پھر درد ہوا۔ جنگل جا کر وہ بوٹی لائے اور گھس کر لگائی۔ لیکن اسے جتنا لگاتے درد اور بڑھتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے

خداوندا تو نے مجھے فلاں بیماری کا فلاں علاج بتایا تھا لیکن اب اس علاج سے کوئی فائدہ نہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ پہلے تم نے ہمارے حکم سے علاج کیا تھا۔ اس لئے ہم نے اس بوٹی میں یہ تاثیر پیدا فرما دی تھی کہ درد جاتا رہے اور جب تم نے ہمارے حکم کے بغیر اسے استعمال کیا تو ہم نے اس کی وہ تاثیر چھین کر درد پیدا کرنے کی تاثیر ظاہر فرما دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اس غلطی پر معافی طلب کی۔

اس تمام مضمون سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ اصل محیی اور ممیت اور اصل مؤثر بالذات ذات خداوندی ہے۔ اور یہ ظاہری اسباب فی الواقع کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی لئے محیی اور ممیت صرف ایک ذات خداوندی ہی ہو سکتی ہے۔ اور کسی میں یہ قدرت نہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کو مسبب بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی اسباب پیدا فرمانے والا۔

اِن ہر دو اسماء میں بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ ہر شے میں مولیٰ کا تابعدار بن جائے۔ اور تمام امور خدا تعالیٰ کے سپرد کرے۔ اور آرام و تکلیف کو اسی کی جانب سے سمجھے۔ اور اسی سے تکلیف کے دفعیہ کی درخواست کرے۔

وظائف

جو شخص ۸۹ دفعہ المحیی پڑھ کر اپنے جسم پر دم کریگا قید سے محفوظ رہے گا۔

جسے اسراف کی عادت ہو یا نفس طاعت پر آمادہ نہ ہوتا ہو تو الممیت کثرت سے تلاوت کرے۔ یہ عاداتِ بد اس سے چھوٹ جائیں گی اور شوقِ عبادت پیدا ہو گا۔

اَلْحَيُّ

جو ذات حیات دائمہ کے ساتھ متصف ہو۔ جسے کبھی کوئی آفت لاحق نہ ہو۔ جسے ازل و ابد میں کبھی فنا نہ ہو۔ جس کے وجود کے بغیر اس عالم کا وجود باقی نہ رہتا ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں۔ حی وہ ذات ہے جو تمام امور انجام دیتی اور ان کا ادراک کرتی ہے۔ کیونکہ جس ذات میں نہ کوئی ادراک ہو اور نہ کوئی فعل انجام دیتی ہو وہ مردہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے موت و فنا محال ہے۔

بندہ کا نصیب یہ ہے کہ خدا کے سامنے ایسا بن جائے جیسا کہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے۔ وہ جیسے جی چاہے تصرف کرے۔

وظائف

جو شخص اس اسم کی یومیہ تین ہزار بار تلاوت کریگا وہ کبھی بیمار نہ ہوگا۔

جو شخص اس اسم کو چینی کے برتن میں مشک اور گلاب سے لکھ کر اور میٹھے پانی سے دھو کر پیئے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر مرض سے شفا عطا فرمائیں گے۔

اَلْقَيُّوْمُ

جو اپنی ذات میں خود بخود قائم ہو اور اپنے قیام میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ اور دوسرا اس کے بغیر قائم نہ رہ سکتا ہو۔ اور تمام مخلوقات کے امور کا وہی بندوبست فرماتا ہے اور اس آیت میں یہی معنیٰ موزوں معلوم ہوتے ہیں۔

هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَأْخُذُهٗ	زندہ اور عالم کا بندوبست فرمانے والا ہے،
سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي	اسے اونگھ اور نیند کبھی نہیں دباتی جتنی چیزیں
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب اسی کی
(البقرۃ)	ملک ہیں۔

یاد رکھیے کہ اشیاء تین قسم پر مبنی ہیں۔

اول وہ اشیاء ہیں کہ جو اپنے وجود میں محل کی محتاج ہیں یعنی محل و مقام کے بغیر ان کے وجود کا سوال ہی نہ ہو۔ جیسے رنگ و بو وغیرہ کہ وہ اپنے وجود میں اس چیز کی محتاج ہیں جس میں رنگ و بُو پایا جائے یا جیسے طول و عرض، گہرائی وغیرہ۔ یہ سب چیزیں محل کی محتاج ہیں۔ مثال کے طور پر تالاب میں گہرائی بھی ہے، طول و عرض بھی ہے۔ لیکن اگر تالاب کا وجود نہ ہو تو نہ طول و عرض باقی رہے گا نہ گہرائی۔

دوسری وہ اشیاء ہیں جو محل کی محتاج نہ ہوں۔ جیسا کہ تمام اجسام ہیں۔ اور انسان بھی اسی میں داخل ہے۔ لیکن اس قسم کی تمام اشیاء کے لئے کسی نہ کسی اور دیگر اشیاء کی ضرورت پیش آتی ہو۔ اور ان امور کے وجود کے بغیر اس کا وجود نہ ہو۔ اگرچہ یہ شئے خود بخود قائم ہو لیکن اپنے وجود میں دوسرے کی محتاج ہو۔

تیسری قسم یہ ہے کہ وہ شے اپنے وجود میں دوسرے کے وجود سے مستغنی ہو اور اپنے آپ خود قائم ہو اور کسی کی محتاج نہ ہو۔ اور نہ اسکے وجود کے لئے کسی اور شے کا وجود شرط ہو۔ بلکہ ہر شے کا وجود اس کے وجود سے متعلق ہو۔ اور اس شے کے بغیر اس کا وجود ممکن نہ ہو۔ تو ایسی شے کو قیوم کہا جاتا ہے۔ اسی لئے قیوم بجز ذاتِ خداوندی کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہیں اور ہر شے اپنے وجود میں اس کی محتاج ہے۔

بندہ کا اس میں نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر شے سے بے پروا اور بے نیاز ہو جائے۔ اور اس کے دل میں سوائے ذاتِ خداوندی کے کسی کی محبت باقی نہ رہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ اسم اسمِ اعظم ہے۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ	تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اور اس کے
اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (بقرہ)	علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ　　　اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ حیّ
الْقَیُّوْمُ　　(البقرۃ)　　قیوم ہے۔

اور منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کے ساتھ مصر سے نکلے اور دریائے نیل پر پہنچے۔ ان سے ان کی قوم نے اسم اعظم کے بارے میں سوال کیا۔ تاکہ اس اسم کی برکت سے دریا کو پار کر سکیں۔ انہوں نے فرمایا:۔

آھیًا شَرَاھِیًا

یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ یا حیّ یا قیوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان اسماء کی برکت سے غرق ہونے سے نجات عطا فرمائی۔

وظائف

جو شخص یا قیوم کا ذکر کرے گا اس سے نیند کا غلبہ جاتا رہے گا۔

جو شخص صبح سے سورج طلوع ہونے تک یا حیّ یا قیوم کا ورد کرتا رہیگا اس کی طبیعت میں مستعدی پیدا ہو اور سستی و کاہلی دور ہوگی۔

جو شخص دریا میں سفر کے دوران اِن ہر دو اسماء کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے سے محفوظ فرمائیں گے۔

اَلْوَاجِدُ

واجد وہ ذات ہے کہ جس کام کا ارادہ کرے اس شے کو اپنے سامنے حاضر و موجود پائے۔ اور اس سے کوئی شے غائب نہ ہو۔ اور واجدِ مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ایسی مخلوق یا ہستی نہیں جس کے سامنے ہر شے حاضر و موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ (الحجر) — کوئی شے ایسی نہیں۔ جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں۔

اِنسان کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنی ذات میں وجدان و حضور کی کیفیت پیدا کرنے کی سعی کرے۔ یعنی کوئی کام مرضئ مولیٰ کے بغیر نہ تو انجام دے اور نہ اسے اس کی منشا کے بغیر ترک کرے۔

وظائف

جو شخص کھانے کے لقمہ پر اس اسم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکے دل کو قوت عطا فرمائیں گے۔

المَاجِدُ

ماجد مجد سے مشتق ہے۔ جس کے معنٰی انتہائی عزت و شرف کے ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا نام اس باعث ہے کہ وہ تمام موجودات میں سب سے بلند قدر ہے اور سب سے زیادہ شرف کا مالک ہے بلکہ تمام موجودات کا شرف اسی کی ذات سے وابستہ ہے۔ اور یہ اسم دراصل مجید کے معنٰی میں ہے۔ لیکن مجید کے معنٰی میں اس سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ دونوں ہم معنٰی ہیں اسی باعث اس کی تشریح المجید کے تحت کی جا چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

بندہ کو چاہیئے کہ خلق سے اپنی تمام امیدیں منقطع کر کے ذاتِ خداوندی سے وابستہ کرے۔ کیونکہ تمام عزت و شرف اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور اسی کی عطا سے حاصل ہو سکتا ہے۔

فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (النساء) پس تمام عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔

وظائف

جو شخص خلوت میں اس اسم کی اتنی کثرت کرے کہ اس پر حال طاری ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو نور ہدایت و عرفان سے منور فرمائیں گے۔

اَلْوَاحِدُ

جو اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہو اور کوئی اسکا شریک و ہمسر نہ ہو۔ یکتائیت ذات سے مراد یہ ہے کہ نہ وہ منقسم ہو سکتا ہو کہ اس کا کوئی ثانی ہو اور نہ اس کے اجزا ہو سکتے ہوں جیسا کہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے۔ اور نہ صفات میں کوئی اس کا شریک ہو نہ افعال میں یعنی جیسے خداتعالیٰ اپنی ذات میں یکتا یعنی دوسرے خدا کا وجود محال ہے اسی طرح اس کے علاوہ نہ کوئی خالق ہے نہ رازق۔ نہ مالک ہے نہ مجیب۔ نہ سمیع ہے نہ بصیر۔ نہ حاضر ہے نہ ناظر۔ نہ کوئی عالم الغیب ہے نہ دعاؤں کا سننے والا۔ نہ کوئی نفع ونقصان پہنچانے والا ہے نہ اس کا کوئی اس کے علاوہ دفع فرمانے والا۔ الغرض وہ اپنی ہر صفت میں یکتا ہے اور جیسے کہ اس کی ذات میں مماثلت ومشابہت ناممکن ہے اسی طرح اس کی صفات میں مشابہت ممکن نہیں۔

اور جیسے دو یا دو سے زیادہ خدا تصور کرنا شرک وکفر ہے اسی طرح اگر اس کی صفت کسی مخلوق میں پیدا کی جائے وہ بھی شرک ہے۔ پہلی قسم کو شرک فی الذات اور دوسری کو شرک فی الصفات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جیسے خدا کے اسماء وصفات لامتناہی ہیں اسی طرح شرک فی الصفات بھی لامتناہی ہیں۔

اور شرک فی الذات میں بہت کم لوگ مبتلا ہوتے ہیں حتیٰ کہ مشرکینِ مکہ بھی شرکِ فی الذات کے قائل نہ تھے بلکہ خدا کو ایک ہی تسلیم کرتے تھے لیکن اپنے بزرگوں کی مُورتیں بنا کر رکھ لی تھیں حتیٰ کہ خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے بت تھے۔ اور ہر ایک بُت کے ساتھ انہوں نے ایک جداگانہ صفت قائم کر رکھی تھی کسی سے رزق مانگتے تو کسی سے اولاد فرشتوں اور جنّات سے بھی امداد طلب کی جاتی۔ اور جب انہیں وحدانیت خدا کا درس دیا جاتا تو گویا ہوتے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر)	ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر یہ ہمیں اللہ تک پہنچا دیتے ہیں۔
هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس)	یہ ہمارے اللہ کے ہاں سفارشی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (زمر)	یقیناً اللہ جھوٹے کافروں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اور

قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ	آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جسے آسمانوں اور زمینوں میں وہ نہیں جانتا
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس)	خدا تعالیٰ ان کے شرک سے پاک و بلند ہے۔

اور

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ	وہ لوگ جو دوسروں کو پکارتے ہیں۔ وہ خود ہی

يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (بنی اسرائیل)	جنہیں پکارا جا رہا ہے اپنے خدا کے پاس پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون زیادہ قرب خداوندی رکھتا ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں

افسوس صد افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں کی اکثریت بھی اس شرک فی الصفات میں مبتلا ہے۔ کوئی قبروں کے طواف کرتا، کوئی کسی کے نام کے بکرے چھوڑتا، کوئی کسی سے مرادیں مانگتا اور کوئی کسی سے امداد کا طالب ہوتا ہے۔ اور عقل سے اتنا بھی کام نہیں لیتے کہ ہم جسے پکار رہے ہیں وہ خود مخلوق ہے اور خدائے لایزال کے سامنے عاجز و لاچار ہے۔ تو ایک مخلوق اور وہ بھی عاجز، اس سے طلب کرنے سے کیا فائدہ۔ کیوں نہ اس کے سامنے دستِ سوال دراز کیا جائے جو اُن کا بھی خالق و مالک ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ	اور وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں آخر وہ بھی تو تم ہی جیسے بندے تھے تو اچھا انہیں پکارو۔ کیا وہ تمہیں جواب دیں گے اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پیر جن سے یہ چلتے ہیں کیا ان کے ہاتھ ہیں جنہیں یہ پھیلائیں گے۔ کیا ان کی آنکھیں ہیں جس سے دیکھیں گے۔ کیا ان کے کان ہیں جو ان سے سن سکیں۔ آپ فرما دیجئے اچھا اپنے شریکوں کو پکارو۔ پھر میرے خلاف

كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنَّ	مل کر کوئی مکر کرو اور اگر تمہارا بس چلے تو مجھے چھوڑو
وَلِيِّ ۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ	نہیں ۔ میرا کارساز تو وہی اللہ ہے جس نے
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ○	کتاب نازل فرمائی اور وہی نیک لوگوں کی کارسازی
وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ	کیا کرتا ہے اور جن لوگوں کو اللہ کے علاوہ تم پکارتے
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ	ہو وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ
اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○ (اعراف)	وہ اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے ۔

یہی باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں شرک فی الذات کو چند ہی مقامات پر بیان فرماتا ہے لیکن شرک فی الصفات سے پورا قرآن معمور ہے ۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام قرآن تین چیزوں پر مشتمل ہے ۔ احکام، عبرت کے طور پر قصص و واقعات انبیاء اور وحدانیتِ خداوندی اور سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ میں وحدانیت کامل طور پر پائی جاتی ہے اسی لئے حضور اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قل ہو اللہ تہائی قرآن کے برابر ہے ۔

سُنن نسائی میں ایک حدیث آتی ہے کہ صحابۂ کرام اکثر حضورؐ سے خطاب کے وقت فرماتے ۔

مَاشَآءَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	جو اللہ اور اس کا رسول چاہے ۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا :

لَا تَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	یہ مت کہو جو اللہ اور اس کا رسول چاہے بلکہ
بَلْ قُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (نسائی)	یہ کہو کہ جو خالی اللہ چاہے ۔

یعنی خدا تعالیٰ کی مشیت میں کسی کو بھی ذرہ برابر دخل نہیں۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ یہود نے آپؐ سے آکر اصحاب کہف کا واقعہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں کل جواب دوں گا۔ اور آپؐ نے اس امید سے فرمایا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئیں گے تو اُن سے دریافت کر لیا جائیگا یا خدا تعالیٰ کوئی وحی نازل فرمائے گا۔ لیکن اگلے روز نہ جبرئیل حاضر خدمت ہوئے نہ وحی آئی۔ یہود اسی طرح یومیہ آکر سوال کرتے رہے اور آپؐ ارشاد فرماتے رہے کل جواب دوں گا۔ حتیٰ کہ متواتر سترہ روز گذر گئے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ	اور اے نبی تم کسی شئے کے لئے ہرگز بھی یہ نہ کہو
فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ	کہ میں یہ کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے (یعنی انشاء اللہ
یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا	ضرور کہا کرو) اور جب آپ خدا کا نام لینا بھول
نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ	جائیں جب یاد آئے کہہ لیا کرو۔ اور آپ
یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ	فرمادیں کہ میرا رب میری ہدایت کے لئے شاید
هٰذَا رَشَدًا ○ (الکھف)	اس سے بھی جلد راستہ بتادے۔

مسلمانوں کو ان آیاتِ کریمہ اور احادیث سے درس حاصل کرنا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الکونین ہیں جب آپ ہی کو خدا کی مشیت میں دخل نہیں تو کسی اور کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللّٰھم اھدنا الی سواء الصراط واجعلنا من المسلمین۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جیسے اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح

وہ صفات میں بھی بے مثال ہے۔ اور اس حدیثِ ترمذی میں احد کا ذکر نہیں آیا جو سورۃ اخلاص میں موجود ہے وہ بھی واحد کے ہم معنٰی ہے۔

اور یہ واحد اور احد یعنی بالفاظِ دیگر وحدانیت اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہے کہ ہر شے میں اپنی وحدانیت کو ضرور برقرار رکھا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا	اللہ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے تو اے
یَآ اَھْلَ الْقُرْاٰنِ (ابوداؤد)	قرآن کے ماننے والو تم بھی وتر پڑھا کرو۔

طاق اور وتر اس عدد کو کہتے ہیں جو برابر تقسیم نہ ہو سکے جیسے ایک، تین، پانچ، سات وغیرہ۔ تو اللہ تعالیٰ خود طاق ہے اور طاق ہی کو پسند فرماتا ہے۔ تاکہ اگر اسے دو برابر عددوں پر تقسیم کرنا ہو تو ایک کا عدد جداگانہ باقی رہے جو وحدانیتِ خداوندی پر دال ہے۔

دیکھئے خدا تعالیٰ نے آسمان بھی سات پیدا فرمائے۔ سات زمینیں پیدا کیں۔ ہفتہ کے سات روز بنائے۔ زمین کو سات طبقات پر تقسیم فرمایا۔ خانہ کعبہ کا طواف بھی سات بار ہوتا ہے۔ سعی بین الصفا والمروہ بھی سات بار ہے۔ حج میں جمار پر کنکریاں بھی سات بار ماری جاتی ہیں۔ سجدہ بھی سات اعضا پر کیا جاتا ہے۔ یعنی دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے اور چہرہ۔ اگر آپ سات کا عدد برابر تقسیم کرنا چاہیں گے تو ہرگز نہ کر سکیں گے۔ بلکہ چھ کے عدد کو تقسیم کریں گے اور ایک کا عدد جداگانہ باقی رہ جائے گا۔

اسی طرح اور اشیاء پر بھی غور کر لیجئے۔ مغرب اور وتر کی نماز تین

تین رکعت رکھی گئی۔ اور اگر آپ شب و روز کی تمام فرض نمازیں جمع کریں تو پانچ ہوتی ہیں اور اگر فرضوں کی رکعتیں جمع کریں تو سترہ ہوتی ہیں۔ اسی طرح اگر سنن مؤکدہ اور واجب جمع کریں تو پندرہ ہوتی ہیں۔ لیلۃ القدر بھی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ عدت تین حیض ہے۔ حج کے مہینے بھی تین ہیں۔ زکوٰۃ سال میں ایک بار فرض ہوتی ہے۔ حج زندگی میں ایک بار۔ سورہ فاتحہ میں بھی سات آیات ہیں۔ اور حضور اکرمؐ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں سترہ غزوات فرمائے۔ بدریین کی تعداد بھی تین سو تیرہ ہے۔ طالوت کے ساتھ بھی یہی تعداد تھی۔ دوزخ پر جو فرشتے معین ہیں ان کی تعداد انیس ہے۔ جنت و دوزخ سات سات ہیں۔ جنگ بدر سترہ رمضان کو واقع ہوئی اور احد تین شوال کو۔ وضو میں اعضا تین تین بار دھوئے جاتے ہیں۔ حضور تین تین سلائی سرمہ لگاتے۔ استنجا فرماتے تو تین ڈھیلوں سے فرماتے۔ ازواج مطہرات کی تعداد بھی نو ہے۔ اور حج بھی نویں تاریخ کو ہوتا ہے۔ قربانی کے بھی تین روز ہیں۔ اور نماز میں کم از کم تین آیات پڑھنا فرض ہیں۔

یہ ایک مختصر سی فہرست ہے جو ہم نے پیش کی ہے اس میں سے کوئی بھی عدد دو پر برابر تقسیم نہیں ہوتا بلکہ ہر عدد کی تقسیم کے وقت ایک کا عدد ضرور جدا کیا جائے گا۔ اور اللہ کی وحدانیت کی جانب اشارہ ہوگا یہی اس حدیث میں حضورؐ کے فرمان کا مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسم واحد اسم اعظم ہے اور ان کی دلیل

یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس طرح دعا مانگ رہا تھا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ ہی
اَنْتَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ	واحد یکتا اکیلے اور بے نیاز اور ایسے واحد و
الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ	بے نیاز کہ نہ اس کے لئے اولاد ہے
وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ	اور نہ وہ کسی کی اولاد ہیں اور جس کا کوئی
کُفُوًا اَحَدٌ (نسائی)	شریک نہیں۔

آپؐ نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا کہ تو نے اس اسم کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے اور جب بھی اس کے ذریعہ سوال کیا جائے عطا ہوتا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورۂ اخلاص میں اسم اعظم ہو۔ کیونکہ اس دعا میں تین نام ایسے ہیں جو سورۂ اخلاص میں پائے جاتے ہیں یعنی اللہ احد اور صمد۔

وظائف

جو شخص یومیہ ایک ہزار بار اس اسم کی تلاوت کرے گا۔ اس کے دل سے تمام مخلوق کی محبت نکل جائیگی اور ہر ایک کا دل سے خوف جاتا رہیگا۔

جس شخص کے اولاد نہ ہوتی ہو وہ اس اسم کو لکھ کر پاس رکھے۔ اللہ تعالیٰ صالح اولاد عطا فرمائے گا۔

اَلصَّمَدُ

وہ ذات جسے تمام مخلوق اپنی حاجتوں اور مصائب کے وقت پکارتی ہو۔ اور وہ ذات جو کھانے پینے اور ضروریاتِ بشریہ سے بے نیاز ہو۔ آفات و مصائب سے پاک و منزّہ ہو اور کبھی اس کے لئے فنا نہ ہو۔ اسکی کچھ تشریح الواحد میں گذر چکی

انسان کو چاہیئے کہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہو کر خدا سے لَو لگائے اور حاجت مندوں اور ضعیفوں کی مدد کرے۔

وظائف

جو شخص سحر کے وقت اس اسم کو ایک سو پچیس بار پڑھے گا تو اس میں سچائی پیدا ہو گی۔ اور ظالموں کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو گا۔

جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا بھوک سے محفوظ رہے گا۔

اگر بحالتِ وضو پڑھے گا تو خلق سے بے پروا ہو گا۔

اَلقَادِرُ اَلمُقتَدِرُ

قادر وہ ذات ہے جس کا حکم بغیر کسی واسطے کے نافذ ہو۔ اور اس کے نفاذ میں وہ عاجز نہ ہو۔ اور مقتدر وہ ذات ہے جو ہر شے پر مسلط ہو۔ اور یہ ہر دو اسم قدرت سے مشتق ہیں۔ لیکن مقتدر میں قادر سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔

بعض علماء نے ان دونوں کے معنٰی میں فرق کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں قادر وہ ذات ہے جو معدوم کو وجود میں لانے اور موجود کو معدوم کرنے پر قدرت رکھتی ہو۔ اور مقتدر وہ ذات ہے جو تمام موجودات کا انتظام اور اصلاح کرتی ہو۔ حتّٰی کہ اس کے علاوہ اس انتظام پر کوئی قادر نہ ہو۔ دیکھئے بچہ میں رونے کا مادہ رکھا گیا ہے۔ لیکن ماں کے پیٹ میں وہ کبھی نہیں روتا تاکہ وہ ماں کی ایذا کا سبب نہ بنے۔ اور اس پر بجز خدا تعالٰی کے کسے قدرت ہو سکتی ہے۔

اور قادر وہ ہوتا ہے جو اپنے فعل میں مختار ہو۔ چاہے وہ اس کام کو کرے یا نہ کرے۔ اس کام کے کرنے پر وہ مجبور نہ ہو۔ ورنہ وہ قادر نہیں رہے گا اور ہر شے کی پیدائش پر قدرت رکھتا ہو اور اس میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

اور بندہ کو قادر مطلق کی جانب سے جو قدرت عطا ہوتی ہے وہ ناقص

ہوتی ہے کہ بعض ممکنات پر قدرت دی جاتی ہے اور اکثر ممکنات پر وہ قادر نہیں ہوتا اور اس ناقص قدرت میں بھی وہ خدا کا محتاج ہوتا ہے۔

انسان کو چاہئے کہ لذاتِ دنیا کو ترک کر کے اپنی خواہشاتِ نفس پر قابو حاصل کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت اس قادر مطلق کی طاعت میں صرف کر سکے۔ اور ہر کام میں ذاتِ خداوندی پر بھروسہ رکھے۔ اور اپنی تدبیر و محنت پر نازاں نہ ہو

وظائف

جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر سو بار القادر پڑھے گا اللہ اس کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا فرمائیں گے۔

اور جو شخص وضو کے وقت اس کی کثرت کرے گا تو کسی ظالم کے ہاتھوں گرفتار نہ ہوگا اور نہ کوئی دشمن اس پر فتح پا سکے گا۔

اگر کوئی مشکل کام یا دقت پیش آئے تو اس اسم کو اکتالیس بار پڑھے۔ انشاءاللہ مشکل رفع ہوگی۔

جو شخص سونے سے اٹھتے وقت المقتدر کی کثرت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی تدبیر آسان فرمائیں گے اور اس کے دل سے غفلت دور ہوگی۔

اَلْمُقَدِّمُ اَلْمُؤَخِّرُ

مقدم وہ ذات ہے جو بعض اشیاء کو بعض پر وجود میں مقدم فرماتی ہو۔ بایں طور کہ اسباب کو مسببات پر مقدم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ باپ کو بیٹے پر۔ یا اپنی قربت اور عزت میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرماتی ہو جیسا کہ انبیائے کرام اور صالحین کو دوسروں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور مؤخّر وہ ذات ہے جو اپنے دشمنوں کو اپنے قرب سے دُور فرماتی اور بعضوں سے مؤخر کرتی ہے۔ اور گناہگاروں کی سزا میں تاخیر فرماتی ہے۔ اور وہ صرف ذاتِ خداوندی ہے کہ جسے چاہے دنیا و آخرت میں درجاتِ عالیہ عطا فرما کر مقدم فرمادے اور جسے چاہے مؤخّر فرمادے وہ ہر شے پر قادر ہے۔

انسان کا فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے رحمت کا بھی امیدوار رہے کیونکہ وہ مقدّم ہے اور اس کے عذاب سے خائف بھی ہو اس لئے کہ وہ مؤخر ہے۔ نہ معلوم کون سی غلطی ایسی ہو کہ اس پر پکڑ ہو جائے۔ اسی لئے حضوؐر نے ارشاد فرمایا۔

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

(بخاری)

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرمائے گئے۔ لیکن آپ اس تمغۂ ربانی کے باوجود ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے حتیٰ کہ آپ کے قدمہائے مبارک ورم کر جاتے۔ صحابہ نے عرض کیا رسول اللہ آپ کے تو اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں تو پھر آپؐ کیوں اتنی مشقت برداشت فرماتے ہیں۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا — تو کیا میں خدا کا بہت شکرگذار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ کے خوف خداوندی سے روتے روتے چہرے پر سیاہ دھاریاں نمودار ہو گئی تھیں۔ صحابہ نے ان سے عرض کیا اے امیر المومنین آپ کو حضور اکرم علیہ السلام نے جنّت کی بشارت دی ہے پھر آپ کیوں اتنا روتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جنّت کی بشارت تو ان اعمال پر دی گئی تھی جو مَیں نے حضورؐ کی حیات میں کئے تھے۔ ممکن ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد مجھ سے کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہو جس پر قیامت کے روز خدا تعالیٰ مؤاخذہ فرمالیں۔ تو پھر عمرؓ کے پاس کیا جواب ہو گا۔

اسی طرح ایک بار صحابہ سے آپؐ نے فرمایا کہ تم خدا سے قیامت کے دن کیا امید رکھتے ہو۔ صحابہ نے جواب دیا۔ ہم حضور کے دستِ مبارک پر ایمان لائے۔ حضورؐ کی خاطر گھر بار اور وطن چھوڑا اور اپنی جانیں فدا کیں۔ ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضرور جنت میں بھیجے گا۔ حضرت عمرؓ نے

فرمایا میں تو اپنے لئے اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ نہ مجھے جنت میں بھیجا جائے نہ دوزخ میں۔ یعنی اگر دوزخ سے نجات مل جائے وہی عین فلاح ہے۔

لَا عَلَیَّ وَلَا لِیَ (تاریخ الخلفا) نہ مجھ پر عذاب ہو اور نہ میرے لئے ثواب

وظائف

جو شخص جنگ کے وقت المقدم کی تلاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے قوت عطا فرمائیں گے اور دشمنوں سے محفوظ رکھیں گے۔

اور جو شخص ہر وقت اس اسم کا ورد کریگا وہ خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

جو شخص المؤخر کی کثرت کرے گا اسے گناہوں سے توبہ نصیب ہو گی۔

اَلْاَوَّلُ اَلْاٰخِرُ

اول وہ ذات ہے جو ہر شے پر مقدم ہو اور آخر وہ ذات ہے جو تمام موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہ جائے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن) ہر شے فنا ہو جائے گی۔ اور آپ کا عزت و اکرام والا رب باقی رہ جائے گا۔

تو ذاتِ خداوندی ایسی اول ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں اور ایسی آخر ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ امام ابو الحسن شاذلی مصنف حزب البحر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ   وہی اول و آخر و ظاہر و باطن ہے۔

نے تمام اغیار کو ختم کر دیا اور صرف ایک خدا کا وجود باقی رہ گیا۔ کسی نے دریافت کیا کہ جب کسی شے کا وجود باقی نہ رہا تو مخلوق کیا ہوئی۔ یعنی وہ تو ظاہر میں موجود نظر آتی ہے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں وہ موجود ہے لیکن اس کا وجود خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے اس سے جدا نہیں۔ جیسا کہ ہوا میں اڑتے ہوئے ذرات سورج کی روشنی میں نظر آتے ہیں۔ اور جب تو ان ذرات کو ہاتھ میں لینے کی سعی کرتا ہے تو ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ نظر آ رہے تھے یعنی خلق کا بالذات کوئی وجود نہیں۔ یہ تو ایک جلوۂ خداوندی ہے جو اتنی پھیلی ہوئی مخلوق نظر آ رہی ہے۔

اِن ہر دو اسموں کا نصیب یہ ہے کہ انسان بھلائی اور خیر کی جانب سبقت کرنے میں سب سے اول ہو اور خیر کو چھوڑنے میں سب سے آخر۔

وظائف

اگر مسافر جمعہ کے روز الاول ایک ہزار بار تلاوت کرے گا تو جلد خیریت سے اپنے وطن پہنچ جائے گا۔

جس شخص کے لڑکا نہ ہوتا ہو وہ چالیس روز تک الاول کو چالیس بار پڑھے۔ انشاء اللہ اس کی مراد حاصل ہوگی۔

جو شخص ہر روز الآخر کو ایک ہزار بار پڑھے اسکے دل سے غیر اللہ کی محبت دور ہوگی۔

الظَّاهِرُ ـــ الباطِنُ

جو ذات عقلِ سلیمہ اور ایک فہیم انسان کیلئے اپنے دلائل و نشان اور آیات کی بنا پر ظاہر ہو کہ ان دلائل کی بنا پر کوئی سمجھ دار اسکے وجود میں شک و شبہ نہ کر سکے۔ جیسے زمین و آسمان، حیوانات و نباتات، جمادات اور اختلاف لیل و نہار خدا کے وجود کی روشن دلیلیں ہیں کہ اتنا بڑا کارخانۂ عالم نہ اپنے آپ وجود میں آیا، نہ خود بخود چل رہا ہے۔ آخر سورج روز نکلتا اور غروب ہوتا اور اول سے آج تک دنیا اسے ایک ہی رفتار پر دیکھتی آئی ہے۔ نہ اس کی رفتار میں کسی قسم کا ردو بدل ہوا۔ نہ اس کی حرکت ختم ہوئی۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	یقیناً آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش او
وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ	رات اور دن کے آنے جانے میں عقل
لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (آل عمران)	والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

آج تک کبھی یہ نہ ہوا کہ دو ستارے کبھی باہم ٹکرائے ہوں، یا سورج و چاند جو ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے ہیں ان میں سے مقدم مؤخر اور مؤخر مقدم ہوا ہو۔ یا دن کبھی رات سے پہلے واقع ہو جاتا ہو۔ یا کبھی یہ بھی ہوتا ہو کہ سورج ہی طلوع نہ ہو۔ یا چاند ۲۹، اور تیس کے بجائے

۲۸، اور اکتیس کو ظاہر ہوتا ہو۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ○ (یٰسٓ)

نہ تو سورج میں یہ اہلیت ہے کہ چاند کو پکڑ سکے اور نہ رات دن سے قبل آنے والی ہے اور یہ سورج و چاند آسمان میں چکر لگا رہے ہیں

حاصل یہ کہ اس قسم کے لاکھوں دلائل ہیں جن سے خدا کا وجود ظاہر و عیاں ہے۔ اس لئے کہ انسان کا تجربہ ہے کہ کوئی جسم اور کوئی شے اپنے آپ حرکت نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے تو عقل سلیم یہ کبھی باور نہیں کر سکتی کہ اتنا بڑا کارخانہ بغیر محرک و صانع کے قائم ہے۔ اور ہر محرک کے لئے ایک اور محرک کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مثلاً ایک مشین بجلی کی قوت سے چل رہی ہے۔ لیکن بجلی کے لئے بھی دست انسانی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر شے پر نظر ڈالئے تو ہر سبب کے لئے ایک مسبب، ہر معلول کے لئے ایک علت اور ہر حرکت کے لئے ایک نہ ایک محرک نظر آتے گا۔ اب دو حال سے خالی نہیں۔ یا ابد الآباد تک یہ سلسلہ لامتناہی چلتا جائے کہ ہر محرک کے لئے ایک محرک ہو اور یہ محال ہے۔ یا ضروری ہے کہ آخر میں ایک ایسا محرک ہو جو دوسروں کو حرکت دے رہا ہو۔ اور خود متحرک نہ ہو اور وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ اور خود متحرک اس لئے نہیں کہ وہ جسم سے پاک و منزہ ہے۔ اور ہر جسم کے لئے فنا یقینی ہے۔ اور جب وہ جسم سے پاک ہے، تو اس کے لئے فنا بھی نہیں اور جب اس کا

کوئی جسم نہیں تو حواسِ انسانیہ سے اس کا ادراک بھی ممکن نہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ	نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور
هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ	وہ نگاہوں کا احاطہ کر سکتا ہے۔ اور وہ
اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ (الانعام)	باریک ہیں اور ہر شئے سے خبردار ہے۔

اور جسے حواسِ انسانیہ ادراک نہ کر سکے اور جو عقل و فہم سے بالاتر ہو اسے باطن کہا جاتا ہے۔

اگر کوئی کم عقل اور بد باطن یہ اعتراض کرے کہ جب اس کا وجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا تو ایک جواب تو گذر چکا کہ وہ جسم سے منزہ ہے لیکن ایک جاہل کے لئے جاہل بننے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ہم اس سے یہ سوال کرینگے کہ ہوا کا وجود ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ بدنِ انسانی میں روح کارفرما ہے کیا تم نے اس کی حقیقت معلوم کر لی ہے اور اسے دیکھ لیا ہے۔ انسان کو چوٹ لگتی ہے درد ہوتا ہے۔ لیکن درد نہ تو نظر آتا ہے اور نہ اس کا کوئی جسم ہے انسانی دماغ میں ہمہ وقت خیال آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ روزانہ اس پر نیند طاری ہوتی ہے لیکن آج تک نہ تو خیالات کا کوئی جسم ثابت کر سکا اور نہ نیند کا۔ اور نہ اسے حواسِ ظاہر ادراک کر سکے۔ روشنی اور تاریکی کو دیکھئے کہ اس کا بھی کوئی جسم نہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر لطیف شئے نہ جسم رکھتی ہے نہ نظر آتی ہے۔ تو جو ذات جسم سے منزہ اور سب سے اعظم ہو اس کا نظر آنا کیوں کر ممکن ہے۔ فہو المراد۔

ابنِ عطاء اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو ظاہر فرمایا کیونکہ وہ باطن ہے تاکہ اس کی صفت میں اشتراک لازم نہ آئے اور ایک روز تمام اشیا کو فنا کردے گا اور قیامت کے روز مومنین پر اپنی تجلی فرمائے گا، تاکہ ثابت ہو جائے کہ وہ ظاہر بھی ہے۔

امام محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں کہ اسکے ظاہر ہونے کی تین حیثیتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہر انسانی نگاہ اس کا دیدار کرسکے۔ اور اس کے دیدار میں اور نگاہ انسانی میں کوئی حجاب اور پردہ حائل نہ ہو۔ اصل ظہور یہ ہے اور یہ روز قیامت کے لئے خاص ہے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ وہ انسانی قلوب میں اپنے دلائل اور آیات و بینات کے ذریعہ اپنے ظہور کے اثبات کا القا فرماتا ہو اور ہر فہیم اس کارخانۂ عالم کو دیکھ کر اس کا اقرار کرتا ہو کہ اس کا کچھ نہ کچھ ظہور ہے۔ ورنہ یہ کارخانۂ عالم ایک لمحہ بھی قائم نہ رہے۔ یہ ظہور ہر سمجھ دار انسان کے لئے عام ہے۔ اور نظروں سے پوشیدہ بھی ہے اس لئے وہ باطن بھی ہے۔

تیسری شکل یہ ہے کہ اپنی صفت ظاہر و باطن ہر دو کا اظہار فرماتا رہتا ہو اور یہ انبیائے کرام کے لئے خاص ہے اور یہی اس حدیث کا مقصود ہے۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ (مشکوٰۃ)	میں نے اپنے پروردگار کو اچھی صورت میں دیکھا (یعنی خواب یا کشف میں)

ان امور کو سمجھنے کے لئے ایک امر کا جاننا اور ضروری ہے کہ ہر شے

نہ کلی طور پر ظاہر ہوتی ہے نہ باطن یعنی پوشیدہ۔ اگر وہ ایک وجہ سے ظاہر ہے تو ایک وجہ سے باطن ہوگی اور ایک وجہ سے باطن ہے تو ایک وجہ سے ظاہر ہوگی۔ اسے تمثیلاً یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص میں بیماری کے اثرات پیدا ہونے شروع ہوئے ہیں لیکن ہنوز مریض اس بیماری سے واقف نہیں ہوتا۔ اور حکیم نبض ہاتھ میں لیتے ہی تمام حالات بیان کر دیتا ہے۔ تو دیکھئے جسے مرض لاحق ہے اسے خود علم نہیں۔ اس لحاظ سے مرض پوشیدہ ہے لیکن حکیم کی دوربین نظروں میں وہ ظاہر ہے۔ جب مرض بڑھ جاتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ میں مریض ہوں لیکن اصل کیفیت اور اس کے علاج سے اب بھی واقفیت نہیں ہوتی۔

اسی طرح ذاتِ خداوندی کو سمجھ لیجئے کہ جن انسانوں کو اس نے رشد و ہدایت کی توفیق عطا فرمائی اور انہیں اپنے درجۂ تقرب سے نوازا ہے انکی دوربین نگاہوں میں وہ ظاہر ہے اور جو قربِ خداوندی سے مردود اور راندۂ درگاہ ہیں انکی نگاہوں کے لحاظ سے وہ پوشیدہ ہے۔ لیکن جیسا کہ حکیم مریض کے مرض کو بیک نگاہ پہچان لیتا ہے اسی طرح انبیاء و مقربین کی دوربین نگاہیں ان بدعقلوں کے خبثِ باطن کا ادراک کر لیتی ہیں۔

مقصودِ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلائل اور آیاتِ بینات کی بنا پر ظاہر و عیاں ہے۔ لیکن اگر اسے حواسِ ظاہرہ یا باطنہ سے معلوم کرنے کی سعی کی جائے تو وہ باطن ہے۔ یعنی اسے نہ تو نگاہ دیکھ سکتی ہے۔ نہ اسے چھوا جا سکتا ہے۔ نہ خیالات و توہمات اور عقل فہم اس کا ادراک

کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ خود انسانی مشینری میں اس کے حواسِ باطنہ اس سے پوشیدہ ہیں۔ وہ آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ دماغ انسانی میں یہ خیالات کی رَو آتی اور جاتی ہے اور یہ راحت وغم کا احساس کیونکر ہوتا ہے۔ اور واقعاتِ ماضیہ کو حافظہ کیونکر محفوظ رکھتا ہے اور عقل انسانی مصیبت سے بچنے کی سعی کرتی ہے۔ اس کی رگ وپے میں خون کی لہریں دوڑتی ہیں اور جسم دار ہونے کے باوجود نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ معدہ انسانی کیونکر خراب ہوتا اور کس طرح کھانا ہضم کرتا ہے۔ یہ حرکتِ قلب آخر کیا شے ہے جس کے بند ہوتے ہی اس اشرف المخلوقات کو بھی ایک گڑھے میں پھینکنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور اس کے باوجود اسے اپنا باطن نظر نہیں آتا۔ اور خدا کے باطن ہونے پر شک وشبہے وارد کرتا ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل) اور انسان بہت ہی ناشکرا ہے۔

خدا تعالیٰ کے اس ظاہر وباطن ہونے کو ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے کہ آپ کوئی کاغذ دیکھتے ہیں اور اس پر آپ کو ایک لفظ لکھا ہوا نظر آتا ہے تو کاغذ بھی ظاہر ہے اور لفظ بھی ظاہر لیکن اس لفظ کے دیکھتے ہی آپ کی عقل اسے تسلیم کرلے گی کہ اس کا کوئی نہ کوئی کاتب ضرور ہے اور لامحالہ جب اس نے یہ لفظ تحریر کیا ہوگا تو اس کے پاس قلم بھی ہوگا دوات بھی ہوگی۔ حالانکہ اس جگہ نہ کاتب موجود ہے نہ قلم ودوات، نہ روشنائی نہ وہ لکڑی جس سے قلم بنا۔ نہ قلم بنانے کے لئے چاقو اور نہ چاقو اور چھری کا بنانے والا۔ تو

جو عقل ایک لفظ کو دیکھتے ہی اتنے امور بلا دیکھے تسلیم کر لیتی ہے تو تُف ہے اس عقل پر جو اس پورے کارخانۂ عالم کو دیکھنے کے بعد بھی ذاتِ خداوندی کے وجود کو تسلیم نہ کرتی ہو۔

ان ہر دو اسمار کا نصیب یہ ہے کہ انسان اعمال صالحہ اس طرح مخفی طور پر انجام دے کہ وہ خدا اور بندے کے درمیان ایک راز ہو تاکہ ریاکاری اور تکبر سے پاک رہے اور اللہ کے محبوب بندوں کے سامنے اس کا اظہار بھی کرتا رہے تاکہ ان کے دلوں میں نور ایمانی موجزن ہو۔

وظائف

جو شخص اشراق کے وقت الظاہر کی تلاوت پر مداومت کریگا اللہ تعالےٰ اس کے قلب کو نورِ ایمانی سے منوّر فرمائیں گے۔

جو شخص یومیہ تین بار ایک ایک گھنٹے تک الباطن کی تلاوت کریگا تو اس کے قلب میں انس و الفت پیدا ہوگی۔

جو شخص دو رکعت نماز ادا کر کے اس آیت کی تلاوت کریگا

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الحدید)	وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجات پوری فرمائیں گے۔ سُننِ ابوداؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب کسی کے دل میں وسوسۂ شیطانی اور خیالاتِ فاسدہ پیدا ہوں وہ اس آیتِ مذکور کی تلاوت کیا کرے۔ انشاراللہ تعالیٰ تمام خیالاتِ باطلہ دور ہونگے۔

الوَالِیُّ ——— المُتَعَالِیُّ

والی اس ولی کے معنیٰ میں ہے جو تمام مخلوقات کے امور کا ذمہ دار ہو اور ایک مالک و مولیٰ ہونے کی حیثیت سے مخلوق میں جس قسم کی اصلاح مناسب سمجھتا ہو فرماتا ہو۔ اور یہاں اس اسم سے وہ حاکم مطلق مراد ہے جسکی ملک و حکومت میں کوئی مزاحم نہ ہو سکے۔ اسکی کچھ تشریح الولی میں گذر چکی

متعالی علو سے مشتق ہے جو بلند ہونے کے معنیٰ میں ہے یعنی جو اپنی عظمت و کبریائی میں سب سے بلند و بالاتر اور تمام نقائص و عیوب سے پاک و منزہ اور عقل و فہم اور ادراک سے بالاتر ہو۔ اسکی مزید تشریح اسم العلی میں گذر چکی

اِن ہر دو اسمار کا نصیب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کا کارساز و حاکم ہو۔ اور اپنے نفس کو جبراً و قہراً تابع مرضئ مولیٰ بنائے اور اطاعت خداوندی میں اپنی ہمت کو بلند رکھے۔

وظائف

جو شخص الوالی کی کثرت کرے گا وہ حادثات یعنی بجلی غرق اور جلنے وغیرہ سے محفوظ رہیگا۔

جو شخص اس اسم کو کورے آبخورے میں لکھ کر اور اس میں پانی بھر کر مکان میں چھڑکے گا انشاءاللہ وہ مکان تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

جو شخص المتعالی کی کثرت سے تلاوت کریگا اسکی تمام مشکلات رفع ہونگی۔

اگر حائضہ عورت حالتِ حیض میں اس اسم کی کثرت کرے تو حیض کی تکلیف سے نجات حاصل ہو۔

اَلْبَرُّ

جس پر مہربانی اور لطف کا ارادہ فرماتا ہو اس پر اپنے احسانات و انعامات فرمانے والا۔ اور اصل میں بر اسے کہتے ہیں کہ تمام بھلائیاں اور احسانات اسی کی جانب سے ہوں اور یہ صفت بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔

اور انسانوں میں بر وہ ہے کہ جو اپنی قدرت و استطاعت کے مطابق لوگوں پر مہربانی اور احسانات کرے۔ مثلاً ماں باپ، عزیز و اقارب اور علماء و مشائخ وغیرہ کے ساتھ سلوک کرے۔ بڑوں کی تعظیم کرے اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ایک حکایت منقول ہے کہ ایک بار جب وہ دربارِ خداوندی میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرش کے پائے کے ساتھ ایک شخص کو کھڑے دیکھا۔ اور اس کی رفعت شان سے انتہائی متعجب ہوئے۔ سوال کیا اے میرے ربّ یہ بندہ اس درجہ کو کیونکر پہنچا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّہٗ کَانَ لَا یَحْسُدُ عَبْدًا مِّنْ	یہ میرے بندوں میں سے کسی سے جسے
عِبَادِیْ عَلٰی مَآ اٰتَیْتُہٗ وَکَانَ	میں نے مال دیا ہو حسد نہ کرتا تھا اور ماں
بَآرًّا لِّلْوَالِدَیْہِ (اسماء الحسنیٰ)	باپ کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔

وظائف:۔ جو شخص حبِ دنیا میں منہمک ہو وہ اس اسم کی کثرت سے

تلاوت کرے اسکے دل سے حُبِّ دنیا جاتی رہے گی۔

جو شخص اپنے چھوٹے بچّے پر اس اسم کو سات بار پڑھ کر دم کرے اور اللہ کے سپرد کرے وہ بلوغ تک تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

جو شخص شراب خوری اور زنا کاری میں مبتلا ہو وہ اس اسم کو ہر روز سات مرتبہ پڑھے اسکے دل سے ان گناہوں کی رغبت جاتی رہے گی۔

اَلتَّوَّابُ

جو بندوں کو یکے بعد دیگرے توفیق توبہ عطا فرماتا ہو۔ یعنی اگر توبہ کے بعد پھر غفلت کی بنا پر انسان سے کوئی غلطی صادر ہو جائے تو دوبارہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بندوں کی اس عاجزی و درخواست کو اپنے عفو و کرم سے قبول فرمائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر بندہ دن میں سو بار گناہ کرے اور پھر توبہ کرے (لیکن شرط یہ ہے کہ توبہ کے وقت گناہ کا ارادہ نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ سو بار ہی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور یہ شرط ہم نے اس لئے لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی	اے ایمان والو اللہ کی جانب خلوصِ
اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ	دل سے توبہ کرو۔ شاید کہ تمہارا رب
اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ	تم سے تمہاری برائیاں مٹا دے۔
یُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ	اور تمہیں جنتوں میں داخل کرے

تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ (التحریم) جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔

توبۃ النصوح یعنی خلوصِ دل سے توبہ یہی ہے کہ اس فعل کے دوبارہ کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر انسان گناہ نہ کرتا تو مَیں اَور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور مجھ سے مغفرت کی طالب ہوتی اور مَیں اس کی توبہ قبول کرتا۔ اور یہ اس لئے کہ اگر انسان گناہ نہ کرے تو خدا تعالیٰ کی بہت سی صفات کا اظہار نہ ہو مثلاً صفتِ توابیت، عفو و کرم، رحمٰن و رحیم وغیرہ۔ یہی مقصود اس حدیث قدسی کا ہے جس میں ارشاد ربانی ہے کہ مَیں ایک مخفی خزانہ تھا۔ مَیں نے جب اپنے ظہور کا ارادہ کیا تو انسان کو پیدا کیا۔

یعنی اگر مخلوق پیدا نہ کرتا تو خدا کے جاننے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا اور نہ اسکی صفتِ خلقت ظاہر ہوتی۔ اور جب مخلوق نہ ہوتی تو بقیہ صفات کا بھی اظہار نہ ہوتا۔

اس اسم سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ انسان گناہوں سے توبہ کرے اور ہر حال میں خدا سے رجوع کرے اور اپنے ماتحتوں اور دوستوں کے عذر قبول کرے اور انکی غلطیاں یکے بعد دیگرے معاف کرتا رہے۔

وظائف

جو کوئی نماز چاشت کے بعد اس اسم کو تین سو ساٹھ بار پڑھے حق تعالیٰ اسے سچی توبہ نصیب فرمائے جو شخص اس اسم کی کثرت کریگا اسکے تمام امور بخوبی انجام پذیر ہونگے۔ اور اس کے نفس کو طاعتِ الٰہی میں آرام حاصل ہو گا۔

اگر کسی ظالم شخص پر دس بار پڑھ کر پھونکا جائے تو اس سے خلاصی نصیب ہو۔

المُنتَقِمُ

جو اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کو ان کے جرائم کے باعث سزا دیتا ہو۔ اور اپنے رعب و دبدبہ اور سطوت کے ساتھ جس سے چاہے مؤاخذہ فرما سکتا ہو۔ اور اس کا مؤاخذہ بھی سخت، اس کا عقاب و انتقام بھی، اس کی پکڑ بھی سخت اور اس کا عذاب بھی۔

وَهُوَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (البقرہ) اور وہ سخت بدلے والا ہے۔

وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ (الرعد) اور وہ سخت پکڑ والا ہے۔

جو نافرمانوں اور سرکشوں کو ٹکڑے ٹکڑے فرماتا اور دشمنوں اور مخالفوں کو اپنا عذاب اور پکڑ نازل فرماتا ہے۔ لیکن یہ مؤاخذہ اور سزا بغیر انذار و اعلان کے نہیں ہوتی۔ یعنی انھیں ڈرانے اور سمجھانے کے لئے اول انبیائے کرام بھیجے جاتے ہیں جو انھیں ہدایت کرتے اور فرضِ تبلیغ انجام دیتے ہیں۔ اور پھر اگر وہ باز نہ آئیں تو ان پر عذاب مسلط کیا جاتا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں کسی نے ہماری غلطیوں سے آگاہ نہ کیا تھا۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (النساء)

خوش خبری سنانے اور ڈرانے والے رسول تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں پر اللہ کے لئے حجت باقی نہ ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور انبیاء مبعوث فرمانے کے بعد بھی پے در پے مہلتیں دی جاتی ہیں

کہ شاید اپنی غفلت سے بیدار ہو جائیں اور بصیرت کی آنکھیں کھل جائیں۔

ذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ	مجھے اور اہل نعمت میں سے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے
وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝ (المزمل)	اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیدیجئے (یعنی موت تک)

اور یہ بھی اس کا ایک عفو و کرم ہے ورنہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ بندہ اپنے مالک کی نافرمانی کسی حال میں بھی نہ کرتا کہ اس کی زمین میں رہتے سہتے اور اس کا کھاتے پیتے پھر اسکی نافرمانی۔ اگر ایک ماتحت اپنے مالک کے ساتھ یہ نمک حرامی کرے تو کوئی بھی مالک اسے معاف کرتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ اور اس حال میں ہرگز بھی اس کا خرچہ برداشت نہیں کرتا۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ ہی کا عفو و کرم ہے کہ بندے کے اتنے جرائم پر پردہ ڈالتا اور اسے مہلت دیتا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی انسان کے دل و دماغ پر اتنی تاریکی چھائی ہوئی ہے کہ اپنی غفلت کو دور کرنا تو کجا بلکہ اسے کمال عقل سمجھتا ہے۔

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا	ہرگز نہیں بلکہ ان کے اعمال کی بنا پر ان کے
کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ (المطففین)	دلوں پر زنگ چھا گیا ہے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے عداوت رکھے۔ اور ان سے انتقام لے۔ اور جہاد اسی انتقام کا ایک نمونہ ہے۔ اور اپنے نفس سے اس کے گناہوں پر مواخذہ کرتا اور اسے سزا دیتا رہے نفس میں

جس قسم کا عیب ہو اسی قسم کی سزا بھی ہو۔ اور یہ سزائے نفس وہ ہے جسے اصطلاح صوفیا میں ریاضت و مجاہدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شیخ ابو یزید بسطامی سے منقول ہے کہ ان سے ایک رات ان کے وظائف قضا ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو اس کی غفلت کی بنا پر یہ سزا دی کہ اسے ایک سال تک پانی سے محروم رکھا۔ یعنی میں نے ایک سال تک پانی نہیں پیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک شب تہجد قضا ہو گیا۔ وہ تمام دن اسی افسوس میں روتے رہے۔ جب آئندہ شب ہوئی اور تہجد کا وقت آیا تو ایک شخص نے انہیں بیدار کیا اور کہنے لگا تہجد پڑھ لو۔ امیر معاویہ نے اسے کبھی نہ دیکھا تھا اور پھر شب کے وقت محل کے اندر پہرہ داروں کے باوجود کسی غیر شخص کا چلے آنا ممکن نہ تھا۔ انہیں انتہائی تعجب ہوا اور دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا میں شیطان ہوں۔ امیر معاویہ کو اور تعجب ہوا کہ شیطان اور نماز تہجد کے لئے بیدار کرے۔ فرمانے لگے کہ تیرا کام تو یہ ہے کہ تو انسان کو بھلائی اور خیر سے روکے تو نے آخر آج اس بھلائی کا کیسے ارادہ کیا۔ کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ کل جو آپ تمام دن تہجد قضا ہونے کے غم میں روتے رہے وہ آپ کے آنسو خدا تعالیٰ کو آپ کے زندگی بھر کے تہجد سے زیادہ پسند آئے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو تہجد کے لئے جگا دوں تاکہ آپ کل کی طرح روتے نہ رہیں اور مجھے اپنے سر پہ خاک نہ ڈالنی پڑے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان بعض اوقات نیکی کا بھی حکم کرتا ہے لیکن

اس کی غرض تب بھی فاسد ہوتی ہے کہ انسان کو اس چھوٹی سی بھلائی کے ذریعہ بڑی نیکی سے محروم کر دیتا ہے اور یہ خوفِ خداوندی سے رونا فی الواقع تہجد سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

عَيْنَانِ لَا تَدْخُلَانِ النَّارَ قَطُّ — دو آنکھیں کبھی آگ میں داخل نہ ہوں گی۔
عَيْنٌ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ — ایک وہ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتی ہے اور
عَيْنٌ تَبْكِي مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ — دوسری وہ جو اللہ کے خوف سے روتی
اَوْ كَمَا قَالَ (بخاری) ہے

وظائف

جو شخص دشمن سے انتقام لینے پر قادر نہ ہو وہ اس اسم کی کثرت سے تلاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خود انتقام لے لیں گے لیکن اس عمل سے قبل یہ سوچ لے کہ اگر وہ دشمن حق پر ہو یا اس سزا کا وہ اہل نہ ہو تو قیامت کے روز پڑھنے والے کے سر پہ تمام گناہ وارد ہو گا۔ حدیثِ قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

عَبْدِيْ اَنْتَ تَدْعُوْا عَلٰى مَنْ ظَلَمَكَ وَمَنْ ظَلَمْتَهٗ يَدْعُوْ عَلَيْكَ فَاِنْ اَرَدْتَ اِنْ اُسْتَجِيْبَ لَكَ اَسْتَجِيْبُ اَيْضًا عَلَيْكَ۔ (اسماء الحسنیٰ)

اے میرے بندے تو اس پر بد دعا کرتا ہے جو تجھ پر ظلم کرے اور جس پر میں زیادتی کرونگا یعنی تیرے ظلم کا بدلہ لونگا وہ تجھ پر بد دعا کرے گا۔ پس اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تیرے لئے دعا قبول کی جائے تو تجھ پر دوسرے کی بد دعا بھی قبول کی جائیگی۔

اَلْعَفُوُّ

وہ ذات جو گناہوں کو مٹاتی اور غلطیوں سے درگذر فرماتی ہو۔ اور یہ غفور کے ہم معنیٰ ہیں لیکن اس میں اس سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے کیونکہ غفر کے معنیٰ پردہ پوشی اور چھپانے کے ہیں۔ یعنی غفور وہ ہے جو گناہوں کو چھپائے اور ان پر پردہ ڈالے۔ اور عفو کے معنیٰ گناہوں کو مٹانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کے ساتھ اس کے اعمال لکھنے کے لئے فرشتے معین فرمائے ہیں لیکن قیامت کے روز جس بندے کے ساتھ خدا تعالیٰ عفو و کرم کا ارادہ فرمائیں گے اور اس کے اعمال نامے اس کے ہاتھ میں دیئے جائیں گے تو وہ اعمال نامے صاف ہونگے یعنی ان پر کچھ لکھا ہوا نہ ہوگا۔ جس سے وہ یہ سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (التوبہ)

اور وہ وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتی اور بہت سوں کو معاف کرتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

اے اللہ ہم کو ایسے ہی لوگوں سے کر دیجئے تحقیق تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس میں بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی غلطیوں سے درگذر کرے اور اگر کوئی اس پر ظلم کرے تو اسے معاف کرے بلکہ اسکے

ساتھ احسان اور سلوک کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کی کثرت کے باوجود ان کے گناہ معاف فرماتا اور اس کے باوجود انھیں رزق عطا کرتا ہے۔ اور ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل فرماتا ہے۔

يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الفرقان)

اور اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والے رحم فرمانے والے ہیں۔

وظائف

جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے گناہوں کو معاف فرمائینگے۔

اَلرَّءُوْفُ

رءوف رأفت سے مشتق ہے جس کے معنیٰ زیادتی رحمت کے ہیں اور رحمت اوصافِ حمیدہ میں سے سب سے اہم وصف ہے۔ کیونکہ وہ تکلیف اور برائی کو لطف اور مہربانی سے دور کرتا ہے۔

اور رءوف حضور اکرم علیہ السلام کا اسم مبارک ہے اس لئے کہ آپ مؤمنین پر شفقت و ترحم فرماتے اور کفار کی تکلیف دہی سے درگذر فرماتے بلکہ ان کے لئے دعاء خیر بھی فرماتے۔ اسی لئے قرآن مجید میں آپ کو رءوف کے لقب سے نوازا گیا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا

البتہ تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا جن پر مضرت کی بات گراں گذرتی ہے جو تمہاری

عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ — منفعت کے خواہش مند رہتے ہیں ایمانداروں
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ) — کیساتھ بہت ہی مہربان اور ان پر رحم فرمانیوالے ہیں۔

اس کا خاصہ یہ ہے کہ بندے کو چاہیئے کہ دوسروں پر رحم کرے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ — زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم
مَنْ فِی السَّمَآءِ (ترمذی) — کرے گا۔

وظائف

جو شخص دس بار درود شریف پڑھ کر اس اسم کو دس بار پڑھے گا اسکا غصہ رفع ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی غصّہ میں ہو اور دوسرا اس کے سامنے پڑھے اس کا غصہ رفع ہو۔

جو شخص اس اسم پر مداومت کرے گا اس پر تمام مخلوق مہربان ہو گی اور وہ بھی تمام مخلوق پر مہربان ہو گا۔

مالِكُ المُلْك

وہ ذات جو اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اور اس کے فیصلہ اور حکم کو کوئی رد کرنے والا نہ ہو۔

مِلک میم کے زیر کے ساتھ مالک ہونے کے معنٰی میں آتا ہے۔ اور اس قادر کو کہا جاتا ہے جس کی قدرت کامل ہو اور تمام موجودات ایک کی مملکت ہوں اور جو اس تمام مملکت کا خود مختار ہو وہ مالک ہے۔ اور جب یہ تمام عالم ایک ہی سلطنت و مملکت ہے کیونکہ بعض اشیاء بعض سے متعلق ہیں تو من وجہ یہ ایک ہوئیں۔ اور چونکہ ہر شے اپنے وجود و خلقت میں خدا کی محتاج ہے اس لحاظ سے بھی ان کا وجود در اصل ایک ہے کیونکہ ان سب کا موجد ایک ہے۔ اسے مثالاً یوں سمجھ لیجئے کہ بدن انسانی ایک مملکت ہے لیکن اس میں بہت سے اعضا اور سینکڑوں ہڈیاں اسکے ساتھ متعلق ہیں جو اس کے وجود کی معاون ہیں۔ اور ان اوصاف کے باوجود ایک ہی تصور کیا جاتا ہے۔ یہی تمام کارخانہ عالم کا حال ہے کہ چیز ایک ہے اور دنیا میں جتنی اشیا موجود ہیں وہ سب اس کے اعضا و اجزا ہیں جو اصل شئے یعنی عالم کے معاون ہیں۔ اور یہ تمام اعضاء و اجزاء وجود خداوندی پر دال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ان کا مالک ہے۔ اور وہ ہر شے کا بندوبست فرما رہا ہے۔

انسان کا اس اسم میں یہ نصیب ہے کہ اس ذات وحدہ لاشریک کا غلام بنے اور اسی کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی عزت سمجھے کسی غیر سے اپنی حاجت طلب نہ کرے کیونکہ حاجت روائی اور مشکل کشائی صرف اسی کی ذات کا خاصہ ہے۔ آرام ہو یا تکلیف کسی حال میں اس کے علاوہ کسی سے مدد کا طالب نہ ہو۔ کیونکہ نفع و نقصان کی مالک صرف ایک ذات خداوندی ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا	اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے
كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ	اس کے علاوہ دور کرنے والا نہیں اور اگر آپ
بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ	پر بھلائی نازل فرمائے تو اسے کوئی روکنے والا
(یونس)	نہیں وہ ہر شے پر قادر ہے۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو ایک دروازے کو لازم پکڑ لے (یعنی ذاتِ خداوندی کو) تیرے لئے تمام دروازے کھل جائیں گے۔ اور تو ایک مالک واحد کے سامنے جھک جا۔ تمام دنیا کی گردنیں تیرے سامنے جھک جائینگی۔

اور تجربہ ہے کہ جہاں انسان مولیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کے دروازوں پر جھکا اسے ہر جگہ سے دھکے ملے اور کوئی آرزو بھی بر نہ آسکی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

وظائف

جو شخص اس اسم کو ہمیشہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے غنی فرمائیں گے اور وہ لوگوں کا محتاج نہ رہے گا۔

ذُوالجلال والاِکرام

وہ ذات ہے کہ جس کے علاوہ نہ کسی میں کمال ہو اور نہ اسکے علاوہ کسی میں عزت و قدر ہو۔ کیونکہ تمام عزت و کمال کی مالک وہی ذات ہے اور مخلوق کو جو عزت و اکرام حاصل ہے وہ اسی کی عطا ہے وہ اپنی ذات میں بھی صاحب کمال و اقتدار ہے اور مخلوق پر اپنے اکرامات نازل فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل) اور ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔

انسان کو دیگر مخلوقات پر مختلف چیزوں میں فضیلت عطا فرمائی عقل و فہم، احساس و ادراک، رشد و ہدایت، بعثتِ انبیاء اور نزولِ قرآن کے ذریعہ۔ اور وہ نعمتیں جداگانہ ہیں جو دیگر مخلوقات میں مشترک ہیں۔

اسی سے اس اسم کا نصیب بھی ظاہر ہو گیا کہ جس انسان کو خدا نے اشرف المخلوقات بنایا اور تمام دنیا اس کے لئے مسخر فرمائی اور جسے فرشتوں سے سجدہ کرایا اسکا فرض ہے کہ وہ اپنا چہرہ صرف ذاتِ خداوندی کے سامنے جھکائے۔ کیونکہ اور مخلوق یا اس سے کمتر ہو گی یا برابر ہو گی اس سے بجز خدا کے کوئی اعلیٰ نہیں۔ اور کمتر اور برابر کے لئے سر جھکانا اور اس سے عاجزی کرنا اسکی ذلت و خواری کا باعث ہے۔

وظائف

اس اسم کی کثرت سے بزرگی اور عزت حاصل ہو۔

المُقسِطُ

مقسط قسط سے مشتق ہے جس کے معنیٰ عدل و انصاف کے آتے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا اس لئے اسے مقسط کہا جاتا ہے۔ اور اس بدلہ کی مختلف شکلیں ہیں۔ ایک شکل تو یہ ہے کہ برائی کا بدلہ برائی ہو لیکن یہ صفت تو خدا تعالیٰ نے بندے کے لئے بھی پسند نہیں فرمائی، اگرچہ اجازت دی ہے۔

وَجَزآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا	برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے تو جو شخص درگذر
فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی	کرے اور اصلاح کا طالب ہو تو اس کا اجر
اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ الشوریٰ	اللہ پر ہے تحقیق اللہ ظالموں سے محبت نہیں فرماتا۔

اور دوسری شکل یہ ہے کہ مظلوم و ظالم کو باہم راضی کر لیا جائے۔ اور یہ عدل و انصاف کا انتہائی مقام ہے اور اس پر اللہ کے علاوہ کوئی قادر نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے اس قسط و عدل کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ ہم ذیل میں پوری حدیث نقل کرتے ہیں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ	حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ	علیہ وسلم ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ اِذْ ضَحِکَ	آپ ہنسنے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو
حَتّٰی بَدَتْ ثَنَایَاہُ فَقَالَ عُمَرُ	گئے حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ
مَا الَّذِیْ اَضْحَکَکَ قَالَ رَجُلَانِ
مِنْ اُمَّتِیْ جَثَیَا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ
الْعِزَّةِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا یَارَبِّ
خُذْ لِیْ مَظْلَمَتِیْ مِنْ هٰذَا
فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رُدَّ عَلٰی
اَخِیْکَ مَظْلَمَتَهٗ فَقَالَ یَارَبِّ
لَمْ یَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِیْ شَیْءٌ
فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ لِلطَّالِبِ کَیْفَ
تَصْنَعُ اَخِیْکَ وَلَمْ یَبْقَ مِنْ
حَسَنَاتِهٖ شَیْءٌ فَقَالَ یَارَبِّ
فَلْیَحْمِلْ عَنِّیْ مِنْ اَوْزَارِیْ
ثُمَّ فَاضَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُکَاءِ
وَقَالَ ذٰلِکَ لَیَوْمٌ عَظِیْمٌ یَوْمٌ
یَحْتَاجُ النَّاسُ اِلٰی اَنْ یُّحْمَلَ
عَنْهُمْ مِنْ اَوْزَارِهِمْ قَالَ فَیَقُوْلُ
اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُتَظَلِّمِ اِرْفَعْ
بَصَرَکَ فَانْظُرْ فِی الْجِنَانِ فَقَالَ

آپ پر قربان ہوں آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے
آپ نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے دو آدمی
پروردگار کے سامنے جھگڑیں گے پس ان میں سے ایک
کہیگا اے میرے پروردگار اس شخص سے مجھ پر ظلم کا بدلہ
لے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائینگے اسکے ظلم کا بدلہ دو وہ
عرض کرے گا اے میرے پروردگار میرے پاس تو کوئی
بھلائی بھی باقی نہ رہی (کیونکہ اسکی نیکیاں مظلوم
کو دیدی جائینگی) اللہ عزوجل مظلوم سے فرمائے گا
اب تو اپنے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے اب تو
اسکے پاس کوئی بھی نیکی باقی نہ رہی وہ عرض کریگا
اے میرے پروردگار میرے گناہ اس پر ڈال دیجئے
حضرت عمر فرماتے ہیں اس بات پر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے۔ اور فرمایا یہ بہت بڑا
روز ہوگا اس دن لوگ اس کے بھی محتاج ہوں
گے کہ ان پر دوسروں کے گناہ ڈالے جائیں
آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ مظلوم سے فرمایگا
ذرا اپنی نگاہ اٹھا کر جنت کی طرف دیکھ تو دیکھ کر
عرض کرے گا اے میرے پروردگار میں چاندی
کے اور سونے کے وہ محل دیکھ رہا ہوں جس میں

يَارَبِّ اَرٰى مَدَائِنَ مِنْ فِضَّةٍ وَّ
قُصُوْرًا مِّنْ ذَهَبٍ مُّكَلَّلَةٍ بِاللُّؤْلُؤِ
لِاَيِّ نَبِيٍّ هٰذَا اَوْ لِاَيِّ صِدِّيْقٍ هٰذَا
وَلِاَيِّ شَهِيْدٍ هٰذَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ
عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ اَعْطَى الثَّمَنَ
فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ يَارَبِّ وَمَنْ
يَّقْدِرُ عَلَى الثَّمَنِ قَالَ اَنْتَ
تَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ بِمَاذَا يَا
رَبِّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَفْوِكَ عَنْ
اَخِيْكَ قَالَ يَارَبِّ قَدْ عَفَوْتُ
عَنْهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى خُذْ بِيَدِ
اَخِيْكَ فَادْخِلْهُ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَالَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا اللّٰهَ
وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى
يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

موتی جڑے ہیں یہ محل کس نبی یا صدیق یا
شہید کا ہے اللہ تعالیٰ فرمائینگے یہ محل اسی کا ہے
جو اس کی قیمت ادا کرے بندہ کہے گا
اے میرے پروردگار اس کی قیمت کون ادا
کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو اس
کی قیمت ادا کرنے پر قادر ہے وہ عرض کرے
گا اے میرے پروردگار کس طرح۔ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرمائیں گے تو اپنے بھائی کو معاف
کردے۔ وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگا
میں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائینگے
اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں داخل
ہوجا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور لوگوں کے
درمیان صلح کراؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے
روز مومنین میں صلح فرمائے گا۔

وہ انتہائی انصاف ہے جو قیامت کے روز خدا تعالیٰ فرمائیں گے۔

وظائف

جو شخص اس اسم پر مداومت کرے گا اسکے دل سے شیطانی وسوسے دور ہونگے۔
اور جو شخص سات سو بار اس اسم کی تلاوت کریگا اس کا مقصود حاصل ہو۔

الجَامِعُ

جو مختلف حقائق کو جمع فرماتا ہے۔ اور قیامت کے روز لوگوں کو جمع فرمانے والا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز مخلوق کے اجزائے منتشر کو جمع فرمانے والا۔ اور قبروں سے اٹھانے والا۔ اور اس جمع کی مختلف اقسام ہیں۔

اول وہ مخلوق ہے جو باہم انس و محبت رکھتی ہے جیسا کہ انسان اور حیوانات وغیرہ انہیں بھی جمع فرمائے گا۔ اور دنیا میں بھی جمع فرمایا۔

دوسری قسم کی وہ مخلوق ہے جو باہم کوئی مناسبت نہیں رکھتی مثلاً آسمان و زمین، سورج چاند وغیرہ۔ باوجودیکہ ماہیت اور ہیئت و شکل میں جدا ہیں لیکن اس عالم میں جمع ہیں اور آخرت میں بھی جمع فرمائیں گے۔

تیسرے گوشت پوست اور ہڈیاں وغیرہ جمع کرنا۔

اور چوتھی قسم متضاد اشیاء کا جمع فرمانا یعنی جو باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسا کہ گرمی اور سردی، خشکی اور تری وغیرہ کہ یہ باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن اس کے باوجود انسان اور حیوانات کے مزاجوں میں ان سب کو جمع فرمایا۔ اور یہ جمع کا انتہائی مقام ہے۔

بندے میں جامع اسے کہا جاتا ہے کہ جس میں اخلاق ظاہرہ اور حسنِ سیرت دونوں جمع ہوں تو اسے جامع اوصاف کہا جاتا ہے۔ اور اسلام اسی جمع پر

مبنی ہے کہ وہ اخلاق ظاہرہ اور حسنِ سیرت، دین و دنیا دونوں کو جمع فرماتا ہے۔

وظائف

جو اس اسم کی مداومت کریگا وہ اپنے احباب کے ساتھ جمع رہے گا۔

جس کی کوئی شے گم ہو جائے وہ یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ يَا جَامِعَ النَّاسِ	اے میرے مولا۔ اے لوگوں کو اس روز
لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِجْمَعْ	جمع فرمانے والے جس میں کوئی شک نہیں
ضَالَّتِيْ	میری کھوئی ہوئی شے پر جمع فرما دیجئے۔

وہ شے اسے حاصل ہو جائے گی۔ اسی طرح یہ دعا جائز محبت کے لئے بھی بمثال ہے۔ اس وقت اخیر میں یہ الفاظ پڑھے جائیں گے۔

اِجْمَعْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ فُلَانٍ	میرے اور فلاں کے درمیان جمع فرما دیجئے۔

اس جمع کا ایک اور وظیفہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ چاشت کے وقت غسل کر کے آسمان کی طرف مونہہ کرے اور اس اسم کو دس بار پڑھے اور ایک انگلی بند کرے۔ پھر ہر دس پر انگلی بند کرتا چلا جائے۔ پھر اپنے مونہہ پر ہاتھ ملے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے درمیان جلد اجتماع ہو جائے گا۔

الغَنِیُّ ــــــ المُغْنِیُّ

غنی وہ ذات ہے جو اپنی ذات وصفات اور اپنے اسماء وافعال میں اپنے علاوہ ہر ایک سے بے نیاز ہو۔ اور اس کے علاوہ تمام موجودات اس کی محتاج ہوں۔ اور مغنی وہ ذات ہے جو اپنے فضل وکرم سے بندوں میں سے جسے چاہے دوسروں سے بے نیاز کر دے۔

بعض علماء فرماتے ہیں غنی وہ ہے جو اپنی ذات وصفات میں غیر سے متعلق نہ ہو بلکہ تمام اغیار کے علاقہ سے پاک ہو۔ اور مُغنی حقیقی وہ ذات ہے کہ جسے کسی سے کوئی حاجت نہ ہو اور تمام موجودات اس کی محتاج ہوں۔ اسی باعث جس شخص سے لوگوں کی احتیاج واقع ہوتی ہو اسے مجازی طور پر غنی کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے بھی اسے غنی کہا جاتا ہے کہ وہ غنا کے باعث خود سوائے خدا کے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور خدا چونکہ کسی کا محتاج نہیں ہے اس لئے غنی مطلق صرف اسی کی ذات ہے۔

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۔ اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔

ان ہر دو اسماء میں بندے کا نصیب یہ ہے کہ ہمہ وقت اللہ کے سامنے اپنے عجز اور فقر وفاقہ کا اظہار کرتا رہے۔ اور مخلوق کو اپنے مال سے فائدہ پہنچائے۔ اس لئے کہ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اور بندہ ایک خادم اور ملازم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور خادم کا فرض ہوتا ہے کہ اسے مالک جسے دینے کا حکم کرے اسے دے۔ اور جس سے منع کرے اسے نہ دے۔ جیسے خادم

کو اپنے آپ خرچ کرنے یا کم وبیشی کا کوئی اختیار نہیں۔ بعینہٖ انسان کا وہی حال ہے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء کو وصیت فرمائی۔

اِنْفِقِی یُنْفَقْ عَلَیْكِ وَلَا تُمْسِكِی یُمْسَكُ عَلَیْكِ وَلَا تُحْصِی یُحْصٰی عَلَیْكِ (نسائی)

خوب خرچ کر تجھ پر تیرے مولا خرچ کرے گا ہاتھ نہ روک ورنہ تیرا مولا بھی ہاتھ روک لے گا شمار نہ کر ورنہ تیرا مولا بھی شمار کر کے دے گا۔

وظائف

جو شخص کسی مرض یا بلا میں گرفتار ہو وہ اپنے اعضاء بدن پر اسم الغنی کو پڑھ کر دم کرے انشاء اللہ تعالیٰ اسے شفا اور بلا سے نجات عطا ہوگی۔

جو شخص اس کی ہر روز ستر بار تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے مال میں برکت عطا فرمائیں گے اور وہ کسی کا محتاج نہ ہوگا

جو شخص المغنی کو یومیہ ایک ہزار بار تلاوت کریگا اللہ تعالیٰ اسے خلق سے بے پروا فرمائیں گے۔

اگر یومیہ گیارہ سو بار یا مغنی کی تلاوت کی جائے اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھا جائے تو غنائے ظاہر و باطن حاصل ہو۔ اس کے پڑھنے کے لئے دو وقت زیادہ مناسب ہیں۔ ایک صبح نماز کے بعد دوسرے نمازِ عشا کے بعد۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسے نمازِ صبح کے بعد پڑھتے اور اسکے ساتھ سورۂ مزمل بھی تلاوت فرماتے اور یہی طریقہ ہمارے حضرت مولٰنا اشرف علی تھانوی مرحوم کے سلسلے میں رائج ہے۔

اگر اس اسم کو بیوی سے صحبت سے پیشتر پڑھے تو بیوی کو اس سے محبت پیدا ہو

اَلْمَانِعُ

وہ ذات جو جسم و بدن اور مال و اولاد وغیرہ کے اسبابِ ہلاکت کو روکتی ہو اور بعض علماء فرماتے ہیں جس سے چاہے مال کو روکنے والا۔ اس صورت میں یہ معطی کی ضد ہوگا۔ اور ایک حدیث میں حضور کی دعائے مبارکہ میں یہ اسم اسی معنیٰ میں آیا ہے۔

لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ	جسے تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو ہاتھ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش آپ کے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔

اور بعض علماء کا خیال ہے ان اسباب کو رفع فرمانے والا جو مخلوق کی محافظت میں رکاوٹ ہوں۔ اس لحاظ سے یہ حفیظ کے معنیٰ میں ہے۔

بندہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے علاوہ دوسروں کے سامنے سوال کرنے سے روکے۔ اور اگر کوئی انسان اسکی مدد کرے تو اس سے دھوکا نہ کھائے اس لئے کہ وہ خالی سبب ہے، اور اصل معطی خدا کی ذات ہے۔

وظائف ۔ اگر میاں بیوی کے مابین اختلاف ہو تو بستر پر لیٹتے وقت اس اسم کو بیس مرتبہ پڑھے۔ حق تعالیٰ انکے اختلاف کو دور فرمائیں گے اور انکے مابین انس و محبت پیدا ہوگی۔

جو شخص اس اسم کی کثرت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے شر کو دفع فرمائیں گے۔

جو شخص صبح و شام اس کی تلاوت کریگا اس کا مقصود حاصل ہوگا۔

الضَّآرُّ ــــ النَّافِعُ

یہ دونوں اسمار خدا تعالیٰ کی تمام قدرت پر دلالت کرتے ہیں ۔ انکا مقصود یہ ہے کہ نقصان و نفع ، خیر و شر صرف ذاتِ خداوندی کے ساتھ خاص ہے اور وہی اپنے ارادہ سے نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے ۔ اور اس کے علاوہ کسی میں نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ۔ اگر تمام ملائکہ ، تمام انسان ، تمام جنات ، تمام حیوانات ، تمام انبیار کرام تمام صلحار اور علمار جمع ہو کر اس امر کی کوشش کریں کہ کسی پر سے مصیبت ٹال دیں یا کسی پر مصیبت نازل کر دیں وہ اس میں سے ایک ذرہ کی بھی طاقت نہیں رکھتے ۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :-

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

(یونس)

اگر آپ پر اے نبی اللہ کوئی تکلیف نازل فرمائے تو اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے (جیساکہ آپ کو) اور وہ بہت مغفرت فرما اور رحم فرمانے والا ہے

دوسرے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ادا کرایا جاتا ہے ۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ

آپ فرما دیجئے میں تو اپنے نفع و نقصان کا مالک

لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ	نہیں مگر جتنا اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا
كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ	ہوتا (جیساکہ آج کل کے جہلا کا خیال ہے) تو
مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ	میں اپنے لئے بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ	مجھے کبھی بھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی (حالانکہ تمہیں
يُّؤْمِنُوْنَ ○	میری مکی تکالیف کا علم ہے) میں تو صرف مومن
(الاعراف)	قوم کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے کیلئے بھیجا گیا ہوں

توجب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید دو جہاں اور افضل الانبیاء ہیں وہ خود کو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں تو کسی اور کا سوال کیا معنیٰ رکھتا ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ عام کا حکم ہوا تو آپ صفا پر چڑھے اور ایک ایک کو مخاطب کر کے فرمایا:-

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ	اے قریش کی اولاد اپنی جانوں کو آگ
مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ	سے بچالو۔ میں اللہ کی جانب سے تمہارے
مِّنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا	کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں اے عبد
مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِ مُنَافٍ اِنْقِذُوْٓا	مناف کی اولاد (ہاشم کے والد کا نام ہے) تم
اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ	بھی اپنی جانوں کو آگ سے بچالو۔ میں تمہارے
اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَّ لَا	لئے بھی اللہ کی جانب سے کسی نفع و نقصان
نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِيْ قُصَيٍّ	کا مالک نہیں۔ اے قصی کی اولاد (عبد مناف
اِنْقِذُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ	کے باپ کا نام ہے) تم بھی اپنے آپ کو آگ
فَاِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ضَرًّا	سے بچاؤ میں تمہارے لئے بھی اللہ کی جانب

وَّ لَا نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِي عَبْدِ	سے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں - اے
الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ	عبد المطلب کی اولاد (حضور کے دادا) تم بھی اپنے
النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ	آپ کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کی جانب سے تمہارے
اللّٰهِ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا يَا فَاطِمَةُ	بھی کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں - اے
بِنْتَ مُحَمَّدٍ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ	فاطمہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی تو بھی اپنے
مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكِ	آپ کو آگ سے بچالے میں تیرے لئے بھی کسی
مِنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَفِيْ	نفع ونقصان کا مالک نہیں - اے صفیہ
رِوَايَةٍ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی - اے
اللّٰهِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ اَنْقِذُوْا	عباس اے میرے چچا تم بھی اپنے آپ کو
اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَآ	آگ سے بچاؤ میں تمہارے لئے بھی اللہ کی
اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَّ	جانب سے کسی نفع ونقصان کا مالک
لَا نَفْعًا (مسلم - ترمذی)	نہیں -

حاصلِ کلام یہ کہ تمام نفع ونقصان پہنچانے والی صرف خدا کی ذات ہے

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	آپ فرما دیجئے ہر شے اللہ کی جانب سے ہے

لیکن ادب یہ ہے کہ بھلائی کی نسبت خدا کی جانب کی جائے اور برائی کو انسان اپنی جانب منسوب کرے - کیونکہ وہ برائی اسے کسی نہ کسی گناہ اور غلطی کی بنا پر لاحق ہوتی ہے -

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ	اے نبی آپ کو جو بھی بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی
اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ	جانب سے ہوتی ہے اور جو تکلیف پہنچتی ہے وہ

فَمِنْ نَّفْسِكَ (النساء) آپ کی جانب سے ہوتی ہے۔

اور یہ بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ تمام خیر و شر کی نسبت خدا کی جانب کی جائے کیونکہ وہ خیر و شر کا خالق ہے۔ اگرچہ اس فعل کو مخلوق انجام دے مثلاً زہر سے موت واقع ہوتی ہے لیکن موت کی نسبت زہر کی جانب ہرگز نہ کی جائے گی۔ بلکہ ممیت تو خدا کی ذات ہے اور تمام اسباب ہیں جو اس کے دستِ قدرت میں مسخر ہیں اور اس کے حکم کے بغیر تمام موجودات سے کوئی فعل صادر نہیں ہو سکتا۔ اس مضمون کو ہم تفصیلاً المميت میں ذکر کر چکے ہیں۔

تقریرِ بالا سے بندے کا نصیب بھی ظاہر ہو گیا کہ خدا کے علاوہ کسی سے نفع کی امید نہ رکھے اور نہ کسی کے نقصان سے خائف ہو۔

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران) تو تم مجھی سے ڈرو اور کسی سے نہ ڈرو۔ اگر تم مومن ہو۔

وظائف

جو شخص شبِ جمعہ میں الضاد کو سو مرتبہ پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا اور آفات سے محفوظ رہے گا۔

جو شخص کشتی میں سوار ہو اور یومیہ النافع کی تلاوت کرتا رہے وہ طوفان و غرق سے محفوظ رہے گا

جو شخص بیوی سے صحبت کرتے وقت اس اسم کی تلاوت کریگا اسے اولاد صالح نصیب ہو گی اور بیوی کو اس سے محبت پیدا ہو گی۔

النُّوْرُ

تمام اشیاء کو ظہور کے ساتھ منوّر فرمانے والا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور) اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

یعنی آسمان کو فرشتوں، سورج، چاند اور ستاروں کے ساتھ منوّر فرمایا۔ اور زمین کو انبیائے کرام اور علماء و صلحاء کے ذریعہ روشن فرمانے والا۔

بعض علماء فرماتے ہیں تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لانے والا۔ ابنِ عطاء اللہ کا قول ہے کہ دنیا تمام کی تمام ظلمت تھی یعنی حق اور ذاتِ خداوندی سے واقف نہ تھی۔ اسے حق و صداقت کی روشنی سے منوّر فرمانے والا۔

اس قول کا مقصد یہ ہے کہ تمام موجودات عدم محض یعنی معدوم تھیں جن کا کوئی وجود نہ تھا اسے اپنے نور سے منور فرمایا یعنی عدم سے وجود میں لائے اور ظاہری نور یعنی روشنی کا بھی انتظام فرمایا۔ اور نور روحانی کا بھی یعنی نورِ ہدایت و رشد اور نور ایمانی کا۔

لغت میں روشنی کے معنی مطلق نور کے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت سے مقامات پر یہ لغوی معنی بھی استعمال فرمائے۔ جیسے

وَجَعَلَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ نُوْرًا (یونس) اور اس نے سورج اور چاند کو نور بنایا۔

کہیں حضور اکرم علیہ السلام کو کہیں قرآن مجید کو کہیں ایمان اور رشد وہدایت کو۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے قلوب کو منور فرمانے والے

اور ان میں نورِ ایمان پیدا کرنے کا سبب ہیں۔ اس لئے آپ کو نور فرمایا گیا۔ اور اسی باعث آپ کو منیر کے خطاب سے بھی نوازا گیا جس کے معنی ہیں روشن کرنے والا۔ گویا منیر نور کی تفسیر ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس میں نور ہو وہ بشر نہ ہو۔ کوئی یہ باہم ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں جب سورج اور چاند جو ایک بے جان سی شے ہیں وہ نور ہو سکتے ہیں تو بشر کیونکر نور نہیں ہو سکتا۔ دراصل آج کل کے جہلا کا یہ مغالطہ ہوا کہ نور بھی کوئی مخلوق ہے۔ حالانکہ نورِ ایمان، نورِ ہدایت، نورِ معرفت وغیرہ الفاظ عام استعمال ہوتے ہیں۔ اور عام طور پر قرآن میں انہی معنٰی میں اس کا استعمال ہے اور اس کے یہ معنٰی اس آیت سے ثابت ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ	اللہ مومنین کا کارساز ہے کہ انہیں (کفر کی)
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ	اندھیریوں سے نور (ایمان) کی طرف نکالتا ہے۔
كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ	اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو
یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى	انہیں نور (ایمان) سے اندھیریوں کی طرف
الظُّلُمٰتِ (البقرۃ)	لے جاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کی نماز کے بعد یہ دعا فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ	اے اللہ میرے لئے میرے دل میں نور پیدا فرما دیجئے۔
وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ	میری قبر میں بھی نور پیدا فرمائیے۔ میری نگاہ

وَ نُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ	میرے کان، میری ہڈیاں، میرے
عَظْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا	گوشت، میرے خون اور میرے پٹھوں میں
فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عَصَبِیْ وَ	بھی نور پیدا فرما دیجئے۔ میرے دائیں،
نُوْرًا عَنْ یَمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ	میرے بائیں، میرے آگے، میرے
شِمَالِیْ وَ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّ	پیچھے، میرے نیچے اور میرے اوپر بھی نور ہی
خَلْفِیْ نُوْرًا وَّ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّ فَوْقِیْ	نور فرما دیجئے۔ اے اللہ میرے لئے
نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا	نور پیدا فرما دیجئے اور مجھے سراپا نور کر دیجئے
وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا بِرَحْمَتِكَ یَآ	اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے
اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ (مسلم)	ذریعہ۔

بندے کا نصیب یہ ہے کہ اپنے دل سے کفر و شرک اور فسق و فجور کی ظلمتیں دور کرے۔ اور اسے ہدایت و رشد، توحیدِ ربانی اور نور ایمان سے دل کو منور کرے۔

وظائف

جو شخص اس اسم کی کثرت کریگا اس کا دل اور اعضاء و جوارح نور ایمانی سے منور ہونگے اور اگر اس اسم کی جگہ وہ دعا پڑھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے تو زیادہ بہتر ہے۔

جو شخص شبِ جمعہ کو سات مرتبہ سورۃ نُور اور ایک ہزار ایک بار اس اسم کو پڑھے اس کا دل منور ہو۔ اور اگر ہمیشہ صبح کے وقت تلاوت کرے تب بھی یہی اثرات ظاہر ہوں۔

الھَادِیُ

بندوں کو ہدایت فرمانے والا اور انہیں اصلاح کی راہ بتانے والا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

اَلَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (طٰہٰ)

وہ وہ ذات ہے جس نے ہر شئے کو اس کی خلقت عطا کی پھر اسے راہ بتائی۔

یعنی دین و دنیا کی ہدایت عطا فرمائی۔ اور ہدایت کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے اولین درجہ یہ ہے کہ بچے کو دودھ پینے اور پرندہ کے چوزہ کو دانہ چگنے، شہد کی مکھی کو چھتہ بنانے اور اسی طرح تمام مخلوقات کو اپنی روزی مہیا کرنے کے ذریعے ہدایت فرمائے۔ اور سب سے بلند ترین مقام یہ ہے کہ اپنی معرفت کی ہدایت عطا فرمائی۔

بندہ کا نصیب یہ ہے کہ دوسرے انسانوں کو فسق و فجور سے نکال کر انھیں راہِ ہدایت پر چلانے کی سعی کرے۔

وظائف

جو شخص اس اسم کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائیں گے۔

البَدِیعُ

تمام اشیاء کو بغیر مثال کے بنانے والا یعنی کسی شے کا پہلے وجود نہ ہو اور وہ بغیر مثال کے پیدا فرمائے۔ اور یہ صفت بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی بلکہ تمام چیزیں اسی نے بغیر مثال کے پیدا فرمائیں۔

اس میں بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ فضائل حاصل کرنے اور رذائل سے بچنے کی سعی کرے حتیٰ کہ اس سے خلاف شرع کوئی امر صادر نہ ہو۔

وظائف

جو شخص اس اسم کا ستر ہزار بار ورد کرے گا اسکی حاجتیں پوری ہونگی۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے مصائب کو دُور فرمائے گا۔

جسے کوئی غم یا مصیبت پیش آئے تو وہ ایک ہزار بار یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پڑھے تو انشاء اللہ اسکی تکلیف دُور ہو۔ اور حاجت برآئے۔

اگر سوتے وقت باوضو اسے پڑھے حتیٰ کہ سو جائے تو جس کام کا ارادہ کریگا وہ اسے خواب میں نظر آجائے گا۔

جو شخص نماز عشا کے بعد یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ بارہ روز تک روزانہ بارہ سو بار پڑھے تو جس کام کے ارادے سے پڑھے گا انشاء اللہ عمل ختم ہونے سے قبل وہ کام برآئے گا۔ یہ خود میرا آزمودہ ہے اور مجھے کبھی پانچ روز سے زائد پڑھنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

الباقی

جس کا وجود ہمیشہ رہے۔ اور کبھی اس پر فنا واقع نہ ہو اور نہ اس کے لئے فنا ممکن ہو یعنی اس کے وجود و بقا میں کبھی انقطاع واقع نہ ہو بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو شے آئندہ زمانے میں ہمیشہ رہنے والی ہو اُسے باقی اور جو ماضی میں ہمیشہ سے ہو اسے قدیم کہتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ باقی بھی ہے اور قدیم بھی۔ یعنی پہلے بھی اس کے لئے کبھی فنا نہ تھی اور بعد میں بھی کبھی فنا نہ ہو گی۔ اور لفظ واجب الوجود ہر دو اسموں کو شامل ہے یعنی باقی اور قدیم۔

انسان کا فرض ہے کہ نیک اعمال اختیار کرے اور راہ خداوندی میں مال خرچ کرے کیونکہ دنیا کی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اعمال صالحہ کو بقا ہے۔ حضور نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔ جب آدمی مرتا ہے تو سب چیزیں یہیں رہ جاتی ہیں لیکن اس کا عمل اس کے ساتھ رہتا ہے۔ یا علم کہ جسے لوگوں کو سکھایا ہو تو جب تک اس کا سلسلہ چلتا رہے گا اسے ثواب ملتا رہے گا۔ یا صدقہ جاریہ جیسے مسجد، کنواں، وغیرہ۔ یا نیک اولاد کہ بعد میں باپ کیلئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وَمَا مِنْ كَاتِبٍ اِلَّا سَيَفْنٰى

ہر لکھنے والا عنقریب فنا ہو جائے گا

وَيَبْقَى الدَّهْرُ مَا كَتَبَتْ يَدَاهُ

لیکن لکھی ہوئی شے ہمیشہ باقی رہے گی

فَلَا تَكْتُبْ بِكَفِّكَ غَيْرَ شَيْءٍ

تو تو اپنے ہاتھ سے ہمیشہ ایسی شے

يَسُرُّكَ فِي الْقِيٰمَةِ اَنْ تَرَاهُ

تحریر کر جسے تو قیامت کے روز دیکھ کر خوش ہو جائے

خداتعالی اس ناچیز کی اس معمولی سی تحریر کو بھی حیات جاودانی عطا فرمائے اور اسے میری نجات کا سبب بنائے۔

وظائف

جو شخص اس اسم کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ضرر و نقصان سے نجات عطا فرمائیں گے۔

اَلْوَارِثُ

جو موجودات کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ جب تمام عالم فنا ہو جائے گا تو اس کی وارث و مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی اور اسی کی جانب یہ تمام مجازی ملکیتیں (جن کا عطا کرنے والا وہ خود تھا) اسی کی جانب لوٹ جائیں گی۔ حتیٰ کہ سب کے دعوائے ملکیت ختم ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝ (مریم)

ہم ہی زمین اور زمین پر جتنی اشیا ہیں سب کے وارث ہیں اور تمام چیزیں ہماری ہی جانب رجوع کریں گی۔

اور یہ وہ روز ہوگا جب نفخۂ اولیٰ یعنی صور سے تمام عالم فنا ہو جائے گا نہ زمین و آسمان رہیں گے اور نہ کوئی مخلوق اس وقت ارشاد ہوگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (مؤمن)

آج ملک کس کا ہے۔

اور جب کوئی جواب نہ ہوگا اور جواب بھی کیونکر ہو جب کہ جواب دینے والے اور انا الاعلیٰ کے دعوے کرنے والے سب فنا کے گھاٹ اتر گئے ہوں گے تو خود ہی ارشاد فرمائیں گے۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (مؤمن)

خالی اکیلے ایک زبردست اللہ کا۔

جنہیں اللہ تعالیٰ نے دور بین نگاہیں عطا فرمائی ہیں اور جنہیں ہدایت یافتہ دل دیا ہے ان کے کانوں میں تو یہ آواز ہمہ وقت گونجتی رہتی ہے ”آج ملک کس کا ہے“ وہ اس

امر کا یقین ہر وقت رکھتے ہیں کہ ہر روز، ہر وقت اور ہر لمحہ وہی اس کارخانہ عالم کا مالک الکل ہے جس میں کسی کا ذرہ برابر دخل نہیں۔ اور یہ وہ اشخاص ہیں جن کے دل حقیقت توحید اور حقیقت ایمان سے منور ہیں لیکن جن کی آنکھیں بند ہیں اور جن کے دلوں پر پردے پڑے ہیں وہ ان باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور اپنی عقل ودانش پر نازاں ہیں۔ حالانکہ اس عقل ودانش کا مالک بھی وہی ہے۔ اور خالق بھی وہی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○ (الاعراف)

ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں آنکھیں ہیں لیکن دیکھتے نہیں کان بھی ہیں لیکن سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ فی الحقیقت یہ لوگ غافل ہیں۔

بندہ کا فرض ہے کہ علماء و صلحاء کے طریقۂ کار کو اختیار کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ علمائے کرام انبیائے کرام کے وارث ہیں۔

وظائف

جو شخص اس کو مغرب و عشاء کے مابین ایک ہزار بار پڑھے گا اس کے دل سے حیرت رفع ہو گی۔

جو شخص طلوع آفتاب کے وقت اس اسم کو سو مرتبہ پڑھے تو رنج و تکلیف سے محفوظ رہے۔

الرَّشِیدُ

تمام بندوں کی رہنمائی فرمانے والا۔ جس کی تدابیر بغیر کسی کے مشورے اور بتانے کے جاری ہوں۔ اور یہ اسم دراصل ہادی کے معنٰی میں ہے۔ کیونکہ ہر بندے کی کامیابی اور تدابیر کا دارومدار اسی کی ہدایت پر موقوف ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ دوسروں کو کفر و شرک اور فسق و بدعات کی گمراہی سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھلائے اور انہیں اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونے کا حکم کرے۔

وظائف

جو شخص عشاء کے بعد اسے یومیہ سو بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کے اسباب پیدا فرمائیں گے۔

جس شخص کو اپنا کام حل کرنے کی تدبیر سمجھ میں نہ آتے وہ مغرب و عشاء کے مابین اس اسم کو ایک ہزار بار پڑھے اللہ تعالیٰ خواب میں اس کی تدبیر اس پر ظاہر فرما دیں گے یا دل میں اس کا القاء ہو جائے گا۔

اگر ہر روز باقاعدہ اس کا ورد کرے تو تمام مہمات حل ہوں اور کاروبار دن رات چوگنی ترقی کرے۔

اَلصَّبُوْرُ

اس کے معنی ہیں بہت صبر کرنے والا یعنی جو بندوں کی سرکشی اور گناہوں پر جلد قصاص اور انتقام نہ لے اور بعض علماء نے یہ معنی بھی بیان فرمائے ہیں کہ جس کام کا جس وقت پر خدا تعالیٰ ارادہ فرمائے۔ اسے اس کے وقت معینہ سے پہلے کرنے پر جلدی نہ فرماتا ہو۔

قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا — اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کے لئے ایک اندازہ معین فرمایا ہے۔

رہا خدا تعالیٰ کا بندے کی نافرمانی اور خطاؤں پر صبر کرنا اور اس پر عذاب نازل نہ فرمانا اور پھر بھی اس پر احسانات و انعامات کرنا حضور اکرم علیہ السلام نے اس کی کیفیت ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے۔

لَیْسَ اَحَدٌ اَوْ لَیْسَ شَیْءٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی سَمِعَہٗ مِنَ اللّٰہِ اِنَّھُمْ لَیَدْعُوْنَ لَہٗ وَلَدًا وَ اِنَّہٗ لَیُعَافِیْھِمْ وَیَرْزُقُھُمْ — اس سے زیادہ اللہ کی جانب سے صبر کی کیا شئے ہو سکتی ہے کہ لوگ تو اس کے لئے اولاد قرار دیں پھر بھی وہ ان سے درگذر کرے اور انہیں رزق بھی دیتا رہے۔

اور یہ صبر و حلم کی انتہا ہے کہ بندہ اس کی صریح نافرمانی کرے اور وہ درگذر فرمائے اور پھر بھی اس پر انعامات و اکرام ہوں۔

بندہ کا فرض ہے کہ جس شے کو اللہ تعالیٰ برا سمجھے اسے ترک کرے اور جو شے اسے

محبوب ہو وہ اختیار کرے۔ اور اگر کسی خادم یا چھوٹے سے کوئی غلطی سرزد ہو تو اس سے درگذر کرے۔ بلکہ اس پر احسان و اکرام میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

مسطح جو حضرت ابوبکر صدیق کے بھتیجے تھے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور ان پر حضور نے حد بھی جاری فرمائی تھی اور اس واقعہ سے پیشتر حضرت ابوبکر ان کے کفیل تھے۔ انہوں نے اس وقوعہ کے بعد ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ	تم میں سے فضل اور کشادگی کے مالک رشتہ والوں
وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى	مسکینوں اور مہاجرین فی سبیل اللہ کے دینے
وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ	سے ہاتھ نہ کھینچ لیں اور چاہیئے کہ لوگ معاف
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا	کریں اور درگذر کیا کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے
اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ	کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیں اور اللہ تعالیٰ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور)	بہت مغفرت فرمانے والے بہت رحم فرمانے والے ہیں

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ان کی سرپرستی و کفالت دوبارہ سے شروع فرمادی۔

ایک شاعر صحابہ کرام کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

يَجْزُوْنَ مِنْ ظُلْمِ اَهْلِ الظُّلْمِ مَغْفِرَةً

صحابہ ظالموں کو ظلم کے بدلے میں معاف کرتے ہیں

وَمِنْ اِسَاءَةٍ اَهْلِ السُّوْءِ اِحْسَانًا

اور جو ان سے برائی کرتے ہیں اس پر احسان کرتے ہیں

کَاَنَّ رَبَّكَ لَمْ يَخْلُقْ لِخَشْيَتِهٖ

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خوف کے لئے ان کے

سِوَاهُمْ مِنْ جَمِيْعِ النَّاسِ اِنْسَانًا

علاوہ اور کوئی انسان پیدا ہی نہیں کیا ہے

وظائف

جو شخص طلوعِ آفتاب سے قبل سو بار پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس روز مصیبت سے محفوظ رکھیں گے۔ اور دشمنوں کی زبان بند ہو۔

اسمائے قرآنیہ

اب ہم آخر میں اس عنوان کے تحت اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے مبارکہ کی جو قرآن مجید سے ثابت ہیں ذیل میں قارئین کرام کی سہولت کے لئے ایک فہرست پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ اسما ہیں جو قرآن مجید میں مفرد یا مرکب طور پر آتے ہیں۔ اور جو پوری آیات یا جملوں سے ثابت ہوتے ہیں ہم نے اس فہرست میں انہیں شمار نہیں کیا ہے۔

الفاتحہ:۔ الله۔ الرب۔ رب العلمين۔ الرحمٰن۔ الرحيم۔ المالك۔ مالك يوم الدين۔

البقرة:۔ الولی۔ النصير۔ القدير۔ البصير۔ ذو الفضل العظيم۔ الواسع۔ العليم۔ البديع۔ بديع السمٰوٰت والارض۔ السميع۔ التوّاب۔ العزيز۔ الحكيم۔ الرءوف۔ الاٰله۔ الواحد۔ الشديد۔ شديد العذاب۔ لا اٰله الّا هو۔ الغفور۔ المجيب۔ السريع۔ سريع الحساب۔ رءوف بالعباد۔ شديد العقاب۔ الحليم۔ الخبير۔ العليم۔ الحی۔ القيوم۔ العلی۔ العظيم۔ الحميد۔ اٰله ابرٰهيم۔ اٰله اسمٰعيل۔ اٰله اسحٰق۔ الكافی۔ الغنی۔ الوارث الشاكر۔ المحيط۔

اٰل عمرٰن:۔ القائم۔ الوهاب۔ الجامع۔ جامع الناس۔

ذوانتقام- مالك الملك - المعز- المذل - سميع الدعاء
خير الماكرين - شهيد - عليم بالمتقين - عليم بذات الصدور
خير النّٰصرين - وكيل •
النسآء:- الرقيب - الحسيب - الغافر - المقيت - الكبير -
العفو - الاصدق •
المآئدة:- علام الغيوب - خير الرازقين •
الانعام:- الفاطر - القاهر - القادر - اللطيف - الخالق -
خالق السمٰوٰت والارض - الجاعل. جاعل الظلمٰت والنور -
الشفيع - الاعلم - خير الفاصلين - الاسرع - اسرع الحاسبين -
العالم - عالم الغيب والشهادة - الاكبر - الفالق -
فالق الحب - فالق الاصباح - فالق النوٰى - مخرج الميّت -
مخرج الحيّ - سريع العقاب •
الاعراف:- مستوى على العرش - مرسل - مرسل الرياح -
مالك الخلق - مخرج الموتٰى - خير الحٰكمين - خير الفاتحين -
واسع العلم - ارحم الراحمين - خير الغافرين - منزل الكتاب -
متولى الصّٰلحين - المحي - المميت -
الانفال:- الموهن - المولٰى - القوى -
توبة:- مخزى الكٰفرين
يونس:- الكاشف - الراد - الرازق - مالك السمع - مالك الابصار -

مدبر الامر۔ حق۔ محی الموتیٰ۔

الھود:۔ العاصم۔ احکم الحاکمین۔ الاٰخذ۔ القریب۔ المجیب

المجید۔ فعال لما یرید۔ الحفیظ۔ الودود۔

یوسف:۔ المستعان۔ الغالب۔ القہار۔ الحافظ۔ فاطر۔

فاطر السمٰوٰت والارض۔

الرعد:۔ الکبیر۔ المتعال۔ الرافع۔ رافع السمٰوٰت۔

سخر الشمس والقمر۔ وال۔ شدید المحال۔ واق۔

ابراھیم:۔ سمیع الدعاء۔

الحجر:۔ الخلاق۔

النحل:۔ الناصر۔ الاعلیٰ۔ ممسک السماء۔ ممسک الطیر۔

الکفیل۔ الباقی۔

بنی اسرائیل:۔ المھتدی۔ الحق۔

الکھف:۔ المرشد۔ المقتدر۔ ذوالرحمۃ۔ الاقرب +

مریم:۔ رب السمٰوٰت والارض۔ الصادق۔ الوارث +

طٰہٰ:۔ الاشد۔ الخیر۔ الابقیٰ۔ الداعی +

الانبیاء:۔ الفاعل۔ الحاسب۔ العالم۔ خیر الوارثین +

الحج:۔ الھادی۔ خیر الرازقین۔ العلی +

مؤمنون:۔ خیر المنزلین۔ خیر الراحمین۔ الملک۔ رب العرش۔

النور:۔ المبین۔ النور۔

الشعرآء :- رب موسٰی - رب ھارون - الشافی - الساقی - المطعم -

الاحزاب :- الرقیب ۔

السبا :- علام - علام الغیوب ۔

الفاطر :- الجاعل - الممسک - المرسل - الشکور - خیر الناصرین ۔

الصّٰفّٰت :- رب المشارق - رب السمٰوٰت والارض - احسن الخالقین ۔

المؤمن :- غافر الذنب - قابل التوب - ذی الطول - الرفیع - رفیع الدرجات

الغفار - خالق کل شیء - الغافر - القابل -

السجدۃ :- ذو عقاب - ذو مغفرۃ ۔

الزخرف :- المنتقم - المقتدر -

الجاثیۃ :- ولی المتقین - الناصر -

الذاریات :- المتین - الرزاق - ذو القوۃ ۔

الطور :- البر -

النجم :- واسع المغفرۃ - رب الشعرٰی ۔

القمر :- الملیک ۔

الرحمٰن :- رب المشرقین - رب المغربین - ذو الجلال والاکرام -

الحدید :- الاول - الاٰخر - الظاھر - الباطن ۔

المجادلۃ :- العفو -

الحشر :- القدوس - السلام - المؤمن - المھیمن - المتکبر -

الجبار - البارئ - المصور -

الصف :- المتم۔

الطلاق :- البالغ - بالغ الامر - جاعل القدر۔

النوح :- الغفار۔

المزمل :- رب المشرق والمغرب۔

المدثر :- اهل التقوٰی - اهل المغفرة۔

البروج :- المبدئ - المعید - ذوالعرش۔

القریش :- رب البیت۔

الاخلاص :- الصمد - الاحد۔

الفلق :- رب الفلق۔

الناس :- رب الناس - ملک الناس - الٰه الناس -

فضیلتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

بنیادِ اسلام

اِس مضمون کے تحت سب سے پہلے یہ چیز ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اس کلمہ پر ایمان و اسلام کا دارومدار ہے کہ اس کے بغیر دنیا کا کوئی عمل مقبول نہیں کوئی بڑی سے بڑی نیکی اور کوئی بڑے سے بڑا عمل کیوں نہ ہو۔ اس کے بغیر سب اکارت ہیں۔ یہی تو وہ کلمہ ہے کہ جو کفر و اسلام میں تمیز پیدا کرتا اور مُسلم کو مُسلم کے خطاب سے اسی کلمہ کے باعث نوازا جاتا ہے۔

اِسی کلمہ کی بدولت وادی مکّہ میں ہلچل مچی تھی۔ اِسی کلمہ کی بدولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ اسی کی بدولت حضور اور حضور کے صحابہ نے شعب ابی طالب کی مصیبتیں جھیلیں۔ اسی کی بدولت پشتِ مبارک پر اوجھڑی ڈالی گئی۔ اسی کی بدولت گلے میں چادریں ڈال کر گھسیٹا گیا۔ اسی کی بدولت راہوں پر کانٹے بچھائے گئے۔ اسی کی بدولت بدر و احد، تبوک و حنین کے واقعات پیش آئے۔

یہی وہ چیز تھی جس کے باعث صحابہ کو جلتی آگ پر لٹایا گیا۔ ناک میں دھواں دیا گیا۔ تپتے پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ اسی کی بدولت ہزار ہا نے جام شہادت نوش کئے او یہی وہ چیز تھی کہ جس نے مسلمانوں کو ایک روز دنیا کا مالک بنا دیا۔ اسی کے لئے محمد رسول اللہ کو مبعوث کیا گیا اسی کے لئے قرآن نازل ہوا اور اسی کی خاطر آدم سے لے کر حضور تک تمام انبیاء مبعوث ہوئے۔

الغرض دنیا میں جب بھی اور جس وقت کوئی مصیبت اور کوئی تکلیف پیش آئی
یا کوئی نعمت خداوندی حاصل ہوئی تو وہ اسی کلمہ کی بدولت ہوئی جبھی تو جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ — سب سے بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے

ہم اگر اس کلمہ کی فضیلت میں کوئی حدیث یا صحابہ کے اقوال بھی پیش نہ
کریں تو اس کی فضیلت کے لئے تمہید ہی کافی ہے۔ لیکن چونکہ اس وقت میرا مقصود
یہ ہے کہ اس سلسلے میں جتنی بھی احادیث صحیحہ ممکن ہو سکیں سب کو یکجا جمع کر دوں
اس لئے مجبوراً کچھ لکھنا بھی ضروری اور ساتھ ہی ساتھ یہ چیز بھی پیش نظر کہ شائد یہی
چند سطور میری اخروی نجات کا سبب بن جائیں بقول امام غزالی ؎

وَمَا مِنْ کَاتِبٍ اِلَّا سَیَفْنٰی — وَیَبْقَی الدَّھْرُ مَا کَتَبَتْ یَدَاہُ
ہر لکھنے والا تو عنقریب فنا ہو جائے گا — مگر اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا
فَلَا تَکْتُبْ بِکَفِّکَ غَیْرَ شَیْءٍ — یَسُرُّکَ فِی الْقِیٰمَۃِ اَنْ تَرَاہُ
تو اب اپنے ہاتھ سے سوائے اس چیز کے کوئی شے تحریر نہ کر جسے تو قیامت کے دن دیکھ کر خوش ہو جائے

اس سلسلے میں سب سے پہلے صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش کرنا چاہتے
ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ حضور
کی نبوت و رسالت عام نہ ہوئی تھی۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں خود اور میرے ساتھ مکّہ کے رؤسا،
ایک بکرا لے کر ہبل پر قربان کرنے کے لئے گئے۔ جب بکرے کو قربان کر کے بت پر
چڑھا دیا گیا تو بت میں سے اچانک آواز آئی۔

يَا أَيُّهَا الْجَلِيْحُ أَمْرٌ نَجِيْحٌ رَجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اے شیطان ایک عجیب کام ظہور میں آیا۔ ایک عقلمند انسان ہے جو کہتا ہی لا الٰہ الا اللہ

حضرت عمر فرماتے ہیں لوگ یہ آواز سنکر بھاگ کھڑے ہوئے میں اپنے مقام پر کھڑا رہا تھوڑی دیر بعد پھر بُت میں زلزلہ سا پیدا ہوا اور یہی آواز آئی ؛ اے شیطان ایک عجیب کام ظہور میں آیا ہے ایک عقلمند آدمی کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ اسی طرح تیسری بار ہوا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم اسی روز سے کسی نئے واقعہ کا انتظار کر رہے تھے کہ چند روز بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اظہار فرمایا۔

گویا کہ آپ کے ظہور سے قبل ہی آپ کی نبوت اور اس کلمہ کا بتوں کی زبانی بھی اعلان کرا دیا گیا اور تمام شیاطین کو بھی اس اعلان سے باخبر کر دیا گیا۔ اور یہ حضرت عمر نے اپنے زمانہ کفر کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور فرماتے ہیں کہ اسی وقت سے میرے دل میں اس کلمہ کی محبت قائم ہو گئی تھی۔

انہی حضرت عمر سے کتب احادیث میں ایک اور واقعہ آتا ہے جو حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں ہم ایک روز مسجد نبوی میں حضور کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جسے ہم نہ جانتے تھے وہ مدینہ کا رہنے والا نہ تھا۔ اور کوئی مسافر بھی نہ تھا کیونکہ سفر کے آثار اس پر نظر نہ آتے تھے۔ وہ آ کر حضور کے زانو سے زانو مِلا کر بیٹھ گیا اور آپ کی رانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لئے اور سوال کیا یا رسول اللہ اسلام کیا شئے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (لا الٰہ الا اللہ) اور میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا اور خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

وہ شخص سُنکر بولا۔ آپ نے سچ فرمایا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہمیں بہت تعجب ہوا کہ یہ شخص خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق بھی کرتا ہے (کیونکہ اگر ناواقف ہے تو اس کی تصدیق بے کار اور اگر کوئی واقف ہے تو سوال بے معنٰی) اس کے بعد اس نے اور بھی بہت سے سوالات کئے لیکن ہمارے مضمون کا صرف اسی سوال سے واسطہ تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب وہ شخص چلا گیا تو حضورؐ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اسے تلاش کریں۔ لیکن وہ شخص ہمیں نہ ملا۔ تین روز بعد حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے عُمرؓ تو جانتا ہے وہ شخص کون تھا۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خُوب جانتا ہے۔ فرمایا وہ جبریل علیہ السّلام تھے جو تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔

اس حدیث سے یہ خُوب واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کی بنیادِ اوّل یہی کلمہ ہے بقیہ آگے سب اس کی فروعات ہیں

ایک اور حدیث میں ابن عمرؓ سے واضح طور پر مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤْدِی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ۔	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں

سب سے افضل ہے لا الٰہ الا اللہ۔ اور سب سے ادنیٰ راہ سے تکلیف کا دور کر دینا ہے نیز حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اس امت میں سے کوئی شخص خواہ وہ نصرانی ہو یا یہودی جس نے میری رسالت کی خبر سنی اور جو میں پیغام لے کر آیا ہوں اسے سنا۔ اور پھر وہ ایمان نہ لایا اور اسی حال میں مر گیا وہ یقیناً دوزخی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی عبدالقیس کی ایک جماعت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے دریافت فرمایا یہ جماعت کون سے قبیلے کی ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہم ربیعہ قبیلے سے ہیں آپ نے انکو مرحبا فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی کہ نہ تم کبھی رسوا ہو اور نہ پشیمان۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے مابین قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں اور ہمیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا سوائے اشہر حرم کے موقع نہیں ملتا (اشہر حرم سے مراد ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں)، ہمیں آپ فیصلہ کن احکام وہدایات سے متمتع فرمایئے۔ تاکہ ہم ان لوگوں کو جنہیں ہم اپنے گھروں میں چھوڑ آ آگاہ کر دیں اور اوران پر عمل کرنے سے ہم جنت میں داخل ہوں۔

چنانچہ آپ نے انہیں چار امور کے بجالانے کا حکم دیا اور فرمایا ایک خدا پر ایمان لاؤ۔ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ — اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی

وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ   معبود نہیں (یعنی لا الٰہ الا اللہ) اور محمد اللہ
وَاَنْ تُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ الخ   کے رسول ہیں اور نماز پڑھنا۔ وغیرذالک۔

اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ دین اسلام کی اصل بنیاد ہے اور نیز یہ کلمہ دخول جنت کا سبب ہے۔

جنّت کی بشارت

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے اور اس جماعت میں ابوبکر و عمر بھی تھے۔ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیان سے اٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ اور واپسی میں دیر فرمائی۔ ہمیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں کوئی ہماری عدم موجودگی میں کوئی آپ کو ایذا نہ پہنچا دے۔ اور یہ خیال آتے ہی ہم آپ کی تلاش میں گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ سب سی پہلے میں کھڑا ہوا۔ اور آپ کو تلاش کرتا ہوا قبیلہ بنی النجار کے ایک باغ کے پاس پہنچا میں دروازہ کی تلاش میں باغ کے چاروں طرف گھوما لیکن کہیں راہ نہ پائی۔ اچانک میری نظر ایک نالی پر پڑی جو باہر کنویں سے باغ کے اندر گئی تھی۔ میں اس میں سے گھسٹ کر اندر داخل ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ اے ابوہریرہ۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ ارشاد فرمایا تیرا کیا حال ہے یعنی کیوں پریشان آیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ باہر تشریف لے آئے اور واپسی میں دیر فرمائی۔ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی ہماری غیر موجودگی میں کوئی آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس خیال کے

آتے ہی ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر نالی کے ذریعہ اندر داخل ہوا۔ اور لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ یہ سُن کر حضور نے اپنی دونوں پاپوشیں علامت کے لئے مجھے عنائیت فرمائیں اور ارشاد ہوا کہ میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ۔ اور جو شخص بھی تمہیں باہر ملے۔ بشرطیکہ اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے بھی یقین رکھتا ہو۔ اسے جنت کی بشارت دے دو۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں حضور کے جوتے لے کر واپس ہوا۔ اور راہ میں سب سے پہلے مجھے عمر ملے انھوں نے دریافت کیا اے ابوہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں۔ میں نے جواب دیا انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حوالے کیا ہے۔ اور حکم کیا ہے کہ جو شخص بھی تجھے باہر ملے بشرطیکہ اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے بھی اس پر یقین رکھتا ہو میں اسے جنت کی بشارت سنا دوں۔

یہ سُن کر حضرت عمر نے میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مارا کہ میں پیٹھ کے بل نیچے گر گیا۔ پھر غصہ سے فرمایا۔ اے ابوہریرہ واپس چلے جاؤ۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زور زور سے رونے لگا۔ عمر میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے حضورؐ نے دریافت فرمایا تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کا پیغام سنانے کے لئے گیا تھا راہ میں مجھے عمر ملے۔ میں نے انہیں یہ خبر سنائی۔ انہوں نے یہ سن کر میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مارا کہ میں پشت کے بل گرا اور پھر مجھ سے کہا واپس جاؤ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے دریافت کیا تم نے ایسا کیوں کیا حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ابوہریرہ کو جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی باہر ملے اور اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس پر یقین بھی رکھتا ہو اسے جنت کی بشارت سنا دینا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں نے اسی کام کے لئے بھیجا تھا۔

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول ایسا نہ کیجئے ورنہ لوگ سن کر اسی پر بھروسہ کر لیں گے اور عمل کرنا ترک کر دیں گے۔ آپ انہیں عمل کرنے دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھا انہیں عمل کے لئے چھوڑ دو۔ (مسلم)

منکرِ کلمہ سے جنگ فرض ہے

بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں

فضیلتِ کلمہ

حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص اس امر کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں۔ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے (مسلم)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ان کلمات کو دن میں سو بار کہے۔ اسے سو غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملیگا اور اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے سو گناہ مٹائے جائیں گے۔ اور وہ اس روز شام تک محفوظ رہے گا۔ اور قیامت کے روز کوئی شخص اس سے بڑھ کر عمل لے کر نہ آئے گا۔ ہاں وہ شخص کہ جس نے ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھا ہو۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمام اور تمام حمد اسی کیلئے ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

شرح السنہ میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسٰی علیہ الصلاۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ مجھ کو کوئی ایسی شے بتائیے کہ میں اس کے ذریعہ تجھے یاد کیا کروں اور اس کے ذریعہ تجھ سے دعا مانگا کروں۔ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسٰی تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کر۔ موسٰی نے عرض کیا اے میرے پروردگار تیرا ہر بندہ یہی پڑھتا ہے۔ مجھے کوئی ایسی شئے بتائیے جو میرے لئے خاص ہو۔ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسٰی اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی تمام آبادی اور ساتوں زمینیں ایک پلڑہ میں رکھ دی جائیں اور ایک پلڑہ میں لا الٰہ الا اللہ رکھا جائے تو یہ ان سے بھاری رہے گا۔

حضرت انس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس

سے گذرے جس کے پتے خشک تھے۔ آپ نے اسکی ٹہنیوں پر لاٹھی ماری پتے جھڑ کر زمین پر آرہے۔ آپ نے فرمایا۔ الحمدللہ، سبحان اللہ، لاالٰہ الااللہ اور اللہ اکبر کہنے سے بندے کے گناہ اسی طرح جھڑتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑتے ہیں (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمدللہ تینتیس بار اللہ اکبر اور ایک بار یہ کلمہ پڑھے گا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ	اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے
لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ	اس کا کوئی شریک نہیں تمام ملک اور تمام
هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے

تو اس کے گناہ دریا کے جھاگ کے برابر بھی ہوں گے تو بخشے جائیں گے (مسلم)

فضائلِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو تکبیر سے پہچانتا۔ یعنی آپ نماز کے آخر میں بلند آواز سے اللہ اکبر فرماتے (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں حضور کی خدمت میں فقرائے مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ دولتمندوں نے اعلیٰ درجات اور جنت کی نعمتیں حاصل کر لی ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جیسے ہم نماز پڑھتے

اور روزہ رکھتے ہیں اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن وہ خیرات کرتے ہیں ہم خیرات نہیں کر سکتے۔ وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کر سکتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی شے نہ بتاؤں کہ تم ان لوگوں پر سبقت لے جاؤ جو تم سے قبل اسلام لا چکے اور ان لوگوں سے بھی مرتبہ میں بڑھ جاؤ جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے۔ اور تم سے کوئی شخص بہتر و افضل نہ ہوگا لیکن صرف وہی شخص جو وہی عمل کرے جو تم کرو۔ ان فقرائے مہاجرین نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ایسا عمل ضرور فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار کہا کرو۔

اس واقعہ کے چند روز بعد پھر فقرائے مہاجرین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی اس عمل کو سُنا اور انہوں نے بھی اس پر عمل کیا۔ اب وہ ہم سے پھر بڑھ گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے

حضرت ابن عمر سے روایت ہے انہوں ارشاد فرمایا سبحان اللہ مخلوقات کی عبادت ہے۔ الحمد للہ شکر کا کلمہ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ دوزخ سے نجات و خلاصی کا کلمہ ہے اور اللہ اکبر کا ثواب اس چیز کو بھر دیتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اور جب بندہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں میرا بندہ فرمانبردار ہوا اور بہت فرمانبردار ہوا (رزین)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سو مرتبہ صبح کے وقت سبحان اللہ اور سو بار شام کے وقت پڑھے

اسے اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جس نے سو حج کئے ہوں اور جو شخص سو بار صبح وشام الحمدللہ کہے۔ اس شخص کو اس کے برابر ثواب ملتا ہے جس نے سو مجاہدوں کو گھوڑوں پر سوار کیا ہو۔ اور جو شخص صبح وشام لاالٰہ الااللہ کہے اسے اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جس نے حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے سو غلام آزاد کئے ہوں اور جو صبح وشام سو بار لاالٰہ الااللہ کہے قیامت کے روز اس سے زیادہ کوئی شخص ثواب لے کر نہ آئے گا مگر وہ شخص کہ جس نے ان کلمات کو اتنی ہی بار یا اس سے زیادہ کہا ہو (ترمذی)

فضائلِ سُبحان اللہِ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چکی پیسنے اور ہاتھوں کی تکلیف بیان کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئیں تاکہ آپ سے غلام کی درخواست کریں۔ اور انہیں معلوم ہوا تھا کہ آپ کے پاس غلام آئے ہیں۔ لیکن آپ گھر نہ ملے۔ آپ اپنی شکایت حضرت عائشہ سے ذکر کر آئیں تاکہ جب حضور گھر تشریف لائیں تو حضرت عائشہ حضور سے ذکر فرمادیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کی آمد اور ان کی تکلیف کا ذکر کیا۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب ہم شب کو سونے کے لئے لیٹ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے اُٹھنے کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ لیٹے رہو۔ پھر آپ میرے اور فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنی پشت پر پائی۔ پھر حضرت فاطمہ کو خطاب کر کے

فرمایا اے میری جان کیا میں تجھے ایسی شئے نہ بتاؤں جو غلام سے بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ جب تم بستروں پر لیٹو تو سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر تنتیس تنتیس بار کہو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ کہنا ترازو کے آدھے پلڑے کو بھرتا ہے۔ اور الحمد للہ پوری ترازو بھر دیتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے خدا تک پہنچنے میں کوئی پردہ حائل نہیں وہ سیدھا خدا تک پہنچتا ہے (ترازو سے مراد قیامت کے دن نامہ اعمال کی ترازو ہے)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو کلمات ہیں جو خدا کو بہت محبوب ہیں اور پڑھنے میں بہت ہلکے پھلکے ہیں لیکن قیامت کے دن میزان میں بہت بھاری ہوں گے۔ وہ دو کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ سُبْحَانَ
اللّٰہِ الْعَظِیْمِ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے جس رات معراج ہوئی اس رات ساتویں آسمان پر میری ابراہیم سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا اے محمدؐ اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دینا اور ان سے کہنا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔ اور اس کا پانی شیریں ہے۔ اور اس کے میدان درختوں سے خالی ہیں۔ اس کے درخت سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں (ترمذی)

حضرت بسیرہ کہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کلمات کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ - اور انہیں انگلیوں پر شمار کیا کرو۔ کیونکہ قیامت کے روز انگلیوں سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا اور یہ جواب دیں گی۔ اس میں غفلت نہ کرنا۔ ورنہ رحمت خداوند تمہیں بھلا دے گی (ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرت ابوذر فرماتے ہیں صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا کلام بہتر ہے آپ نے فرمایا وہ کلام جسے خدا نے اپنے فرشتوں کے لئے پسند کیا ہے۔ اور وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے (مسلم)

حضرت جابر فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ ایک بار کہا اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگایا جاتا ہے۔ (ترمذی)

فضائلِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

جابر فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ اور سب سے بہترین دعا الحمد للہ ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الحمد للہ کہنا شکر کی بنیاد ہے اور جس بندے نے الحمد للہ نہیں کہا اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا۔ (بیہقی)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز جن لوگوں کو سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ وہ

لوگ ہوں گے جو خوشی و راحت اور تکلیف و غم الغرض ہر حال میں خدا کی حمد کرتے ہونگے یعنی الحمد کہتے ہوں گے۔ (بیہقی)

ابوہریرہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے سبحان اللہ وبحمدہٖ دن میں سو بار کہا۔ اس کے سب گناہ دور کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ دریا کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک اور حدیث میں انہی ابوہریرہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہٖ صبح و شام سو سو بار کہے۔ تو قیامت کے روز اس شخص کے عمل سے کسی کا عمل زیادہ نہ ہوگا۔ مگر وہ شخص کہ اس نے اتنی ہی بار یا اس سے زیادہ پڑھا ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح نیند سے بیدار ہوتے ہی یہ کلمات پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ	اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی
لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ	شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک اور اسی
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	کیلئے تعریف ہے اور ہر شے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں چاہے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (ابن السنی)

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدم شب کو سونے کے لئے لیٹتا ہے تو اس کے پاس ایک شیطان آتا ہے اور ایک فرشتہ آتا ہے۔ شیطان کہتا ہے تو شرارت و شیطنت کے ساتھ سو جا یعنی خدا کا نام

لئے بغیر۔ اور فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دن خیر کے ساتھ پورا ہونا چاہیئے۔ پس اگر انسان نے اللہ کا ذکر کیا اور اللہ کی حمد بیان کی تو وہ فرشتہ شیطان کو دھکے دیتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی صبح کو جاگتا ہے تو پھر اس کے پاس دونوں آتے ہیں شیطان پھر وہی تلقین کرتا ہے۔ اور دل سے ذکر اللہ کو بھلاتا ہے۔ اور فرشتہ اسے ذکر اللہ کی جانب متوجہ کرتا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ اِلَیَّ نَفْسِیْ بَعْدَ مَوْتِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ	سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری روح کو مرنے کے بعد لوٹایا۔ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جو زمین و آسمان کو زائل ہونے سے روکے ہوئے ہے اور اگر یہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اس کے علاوہ کون ہے جو انہیں روک لے۔ یقیناً اللہ بہت حلیم اور مغفرت فرمانے والے ہیں۔ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔ جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہت مہربان اور رحم فرمانیوالے ہیں

اگر اس حمد و ثنا کے بعد وہ بستر سے نیچے گر کر مر گیا تو شہید مرے گا۔ اور اگر اٹھ کر نماز پڑھی تو بہت سے درجات حاصل کئے۔ (ابن السنی)

نعمان بن بشیر سے روایت ہے جن چیزوں سے تم اللہ کا ذکر کرتے ہو ان میں سے سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ بھی ہیں۔ اور یہ عرش الٰہی کے چاروں جانب چکر

کاٹتے رہتے ہیں۔ اور ان میں ایسی آواز آتی ہے جیسا کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ کو اپنے پڑھنے والے کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارا بھی عرش الٰہی کے پاس اسی طرح ذکر ہوتا رہے۔ (حاکم)

عمران بن حصین فرماتے ہیں ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم میں کوئی یہ بھی طاقت نہیں رکھتا کہ یومیہ احد پہاڑ کے برابر عمل کرے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیوں نہیں تم میں سے ہر ایک اس کی استطاعت رکھتا ہے۔ یاد رکھو ایک بار سبحان اللہ کہنا احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے۔ ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہنا یہ بھی احد پہاڑ سے بڑا ہے ایک بار الحمد للہ کہنا یہ بھی جبل احد سے عظیم ہے اور اللہ اکبر بھی احد پہاڑ سے بڑا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ محبوب چار کلمات ہیں۔ سبحان اللہ، الحمد للہ۔ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور تمہیں اختیار ہے کہ ان میں سے جونسا چاہے پہلے پڑھو۔

فضیلت لاحول ولا قوۃ الا باللہ

جیساکہ تمام اسمائے حسنیٰ اور خدا کی عمدہ عمدہ صفات قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ اسی طرح یہ مذکورہ تمام کلمات یعنی سبحان اللہ، الحمدللہ، لاالٰہ الااللہ اور اللہ اکبر بھی قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مقام پر ایک واقعہ کے تحت لاحول کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں دو شخص تھے جو باہم بھائی بھائی تھے۔ ان میں سے ایک مومن تھا اور ایک کافر۔ مومن تو اپنی زندگی غربت اور فقروفاقہ کی حالت میں گذار رہا تھا۔ لیکن کافر عیش عشرت میں مدہوش تھا۔ خدا تعالیٰ نے اسے کفر کے باوجود رزق وافر عطا فرمایا۔ اور آرام کی زندگی عطا فرمائی۔ خدا کی نعمتوں میں سے اس کے پاس دو باغ بھی تھے۔ وہ اپنے غریب بھائی پر ان کے ذریعہ فخر کرتا۔ اور اسے خاندان بھر میں اس کے فقروفاقہ کی بنا پر ذلیل و رسوا کرتا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ غرور و تکبر اور ایک ضعیف مومن کی اہانت پسند نہ آئی۔ اور وہ دونوں باغات تباہ کر دئے گئے۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ	اور آپ ان سے دو شخصوں کا حال بیان فرما
جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ	دیں۔ ان میں سے ہم نے ایک کو انگور کے دو
أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا	باغ دیئے تھے۔ اور ان کا کھجوروں کے درختوں
بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ	سے احاطہ بنا رکھا تھا۔ اور ان دونوں کے درمیان

آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ	کھیتی بھی لگا رکھی تھی - یہ دونوں باغ اپنا پورا پھل
شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝	دیتے اور کسی پھل میں ذرا کمی نہ رہتی اور ہم نے
وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ	ان دونوں کے درمیان نہر چلا رکھی تھی - اور اس
وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ	شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا اس
مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ	نے اپنے ساتھی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے
جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ	کہا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور میرا
قَالَ مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ	مجمع بھی زبردست ہے (اس طرح) وہ اپنے پر
أَبَدًا ۝ وَّمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً	جرم قائم کرتا ہوا وہ اپنے باغ پہنچا اور کہنے لگا میرا
وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ	تو خیال ہے کہ یہ باغ کبھی برباد نہ ہوگا - اور میرا
خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ	تو گمان یہ ہے کہ قیامت بھی نہ آئے گی - اور
صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ	اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس
بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ	باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ ملے گی - اس کے
ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ	ساتھی نے بطور جواب کہا کیا تو اس ذات کا
رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ	انکار کرتا ہے - جس نے اول تجھے مٹی سے پھر
وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ أَحَدًا ۝	نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے پورا آدمی بنایا لیکن
وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ	میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ میرا رب ہے اور
قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ	اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا،
إِلَّا بِاللّٰهِ إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ	اور تو جس وقت اپنے باغ میں داخل ہوا تھا
مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى	تو تجھے یوں کہنا چاہئے تھا - ماشاء اللہ لاقوۃ

رَبِّيْ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ	الا ماللہ۔ (اور) اگر تو مجھ کو مال و اولاد میں کم دیکھتا
جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا	ہے تو امید ہے کہ خدا مجھے تیرے باغ سے بہتر
حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ	عطا فرمائے اور اس پر آسمان سے کوئی آفت
صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ اَوْ يُصْبِحَ	بھیج دے۔ جس سے وہ باغ دفعتہً ایک صاف
مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ	میدان ہو کر رہ جائے یا اس کے کنوؤں کا پانی
لَهٗ طَلَبًا ۝ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ	اندر گہرائی میں اتر جائے تو پھر تو اس کی کوشش
فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ	بھی نہ کر سکے اور اس کے پھلوں کو آفت نے
عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ	گھیر لیا۔ تو جو اس نے اس باغ پر خرچ کیا تھا
هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا	اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹہنیوں
وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ	پر گرا ہوا تھا اور کہتا تھا ہائے افسوس میں اپنے
بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ	پروردگار کے ساتھ شرک نہ کرتا۔ اور اس کے
لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ	پاس کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی۔ جو اللہ کے
دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝	علاوہ اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا
هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ	ایسے وقت میں مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے
هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝	اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ
(الکھف)	سب سے بہتر ہے۔

اِن آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لاحول کے ایک حصہ یعنی لاقوۃ الا باللہ کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس تمثیل کے ذریعہ لاحول کی فضیلت بھی بیان فرمادی نیز اس سے یہ بھی واضح فرمادیا کہ جو شخص اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کرنا اور اسے پکارتا

ہو اور ہمہ تن اس کی عبادت میں مصروف رہتا ہو اس کی تحقیر و توہین بھی تباہی کا سبب ہوتی ہے۔ نیز یہ امر بھی ثابت ہوا کہ اس کلمہ میں بھی وحدانیت و قوت خداوندی کا اثبات ہے۔ اور جس کلمہ میں وحدانیت خداوند کا اقرار ہو وہ کلمہ دیگر کلمات سے بدرجہا افضل و بہتر ہے اور اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ اور الحمد للہ وغیرہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

اس کی فضیلت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں بندہ تمام قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا اور اس کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ خدا تعالیٰ سے ایک قسم کی امداد طلب کرتا ہے کہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں نہ مجھ میں ہدایت پر چلنے کی طاقت وہ طاقت دینے والا بھی تو ہی ہے نہ بنیادی امور انجام وہی کی۔ اور جتنی قوتیں ہیں وہ سب تیری بخشی ہوئی ہیں۔ ہاتھ۔ کان۔ آنکھ۔ پاؤں۔ عقل و علم وغیرہ۔ اور جب اے خداوند مجھ میں کوئی قوت نہیں تو میں خود کو خطاؤں سے روکنے پر قادر نہیں ہوں بلکہ وہ قدرت بھی تیری عطا کردہ ہے۔ اس لئے میں تیری درگاہ میں اپنی عاجزی کا اظہار کر رہا ہوں کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو معاف فرما دیجئے۔ اور یہ تفسیر و شرح ہماری خود بیان کردہ نہیں ہے بلکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُهَا قَالَ أَتَدْرِيْ مَا تَفْسِيْرُهَا قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ إِلَّا بِعِصْمَةِ اللّٰهِ وَلَا	عبد اللہ فرماتے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا میں نے لاحول پڑھی آپ نے ارشاد فرمایا لاحول، اللہ کے گناہ سے بچنے کی کسی میں طاقت نہیں مگر اللہ کے بچانے سے ولاقوۃ اور اللہ کی اطاعت کی کسی میں قوت نہیں مگر

قُوَّةَ عَلٰی طَاعَتِ اللّٰہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ   اللہ کی مدد سے۔

عوام یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ کلمہ شیطان کو بھگانے کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی کو لاحول پڑھتے سنتا ہے تو وہ فوراً لڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے کہ کوئی میں شیطان ہوں یہ ان کی جہالت ہے۔ حالانکہ شیطان کو بھگانے کے لئے اعوذ باللہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ لاحول۔

بلکہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی سبحان اللہ اور الحمد للہ کی طرح ایک کلمہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمہ وقت اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک پہاڑی پر پہنچے صحابہ کرام نے جب اس پر چڑھنا شروع فرمایا تو بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضور نے ارشاد فرمایا تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے ہو یعنی نعوذ باللہ خدا بہرہ نہیں ہے بلکہ اللہ کا ذکر دل میں اور آہستہ کرو۔ کیونکہ اصل غرض اللہ سے لَو لگانا ہے نہ کہ چیخنا اور چلانا جیسے کہ آجکل کے عوام کا حال ہے۔

ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں میں حضور کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَنْزٍ مِّنَ الْكُنُوْزِ الْجَنَّةِ۔   کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں۔

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا   لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھاکر۔ یہ جنت کے

بِاللّٰہِ فَاِنَّھَا کَنْزٌ مِّنَ الْکُنُوْزِ خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

الْجَنَّۃِ (بخاری مسلم)

ایک اور حدیث میں جو نسائی نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے اس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لاحول ولا قوۃ الا باللہ جنت کے دروازوں

فَاِنَّھَا بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ میں سے ایک دروازہ ہے۔

(نسائی)

ایک اور حدیث میں جو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ آپ نے انہیں حکم فرمایا۔

قُلْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کر یہ جنت کا

فَاِنَّھَا غِرَاسُ الْجَنَّۃِ۔ ایک درخت ہے۔

تو جو شے جنت کی چابی۔ اس کا دروازہ اور اس کا درخت ہو تو اس کلمہ کی فضیلت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اور ان الفاظ سے حضور کی غرض وغایت یہ ہے کہ یہ کلمہ دخولِ جنت کا سبب ہے اور جو شے دخول جنت کا سبب ہو اس کا ذکر تو ہر وقت زبان پر جاری رہنا چاہئے۔ اور درخت اس لئے فرمایا کہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جنت ایک بنجر اور بیابان زمین ہے۔ اس میں نہ درخت ہیں نہ پھول پھلواری۔ اس کے درخت سبحان اللہ، الحمد للہ، لاالٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔ بندہ ان میں سے جب کوئی کلمہ کہتا ہے تو وہاں درخت لگ جاتا ہے۔ یعنی یہ کلمات جنت میں درخت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس حدیث میں لاحول

کو جنت کا درخت فرمایا۔ یعنی یہ کلمہ بھی وہی صورت اختیار کرتا ہے۔ اب کسی کی طبیعت چاہے تو اپنے لئے ایک بنجر زمین منتخب کرے اور چاہے اس میں درخت لگاتا رہے۔

اور ذکر کے علاوہ یہ مصائب و مہمات، رنج و تکلیف اور امراض جسمانی کے دفع کا بھی ایک طریقہ ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ کو نصیحت فرمائی اور انہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے کا حکم دیا اور ساتھ ساتھ فرمایا۔

اِنَّهَا دَوَاءٌ مِّنْ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ (حاکم)	یہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے۔ جن میں سب سے معمولی بیماری غم ہے۔

تو یہ کلمہ امراض دنیویہ اور دینیہ دونوں کے لئے مفید ہوا۔ دنیا میں تو مصائب دور ہونے کا سبب ہے اور آخرت میں دخول جنت کا۔

ایک حدیث میں اسے باقیات صالحات کے خطاب سے بھی نوازا ہے یعنی باقی رہنے والی نیکی۔ ارشاد فرمایا۔

اِسْتَكْثِرُوا مِنَ الْبَاقِيَاتِ الصَّالِحَاتِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (نسائی)	باقی رہنے والی نیکیوں کی کثرت کرو اور وہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ اور لاحول و لاقوۃ الا باللہ ہیں

اور باقیات صالحات کی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں تعریف فرمائی ہے ــــ ارشاد ہے۔

وَالْبَاقِيَاتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ	اور باقی رہنے والی نیکیاں اے نبی تیرے پروردگار کے پاس ثواب اور امید و انجام کے

آمد کا ○ (الکہف) کے لحاظ سے بہتر ہیں۔

ایک اور حدیث میں حضرت عباس کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

اے عباس، اے میرے چچا۔ کیا میں تمہیں کوئی شئے نہ بخشوں۔ کیا تمہیں عطا نہ کروں۔ اور کیا تمہیں کوئی ہدیہ نہ دوں کیا تمہیں وہ دس باتیں تعلیم نہ کروں کہ جب تم انہیں انجام دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے پہلے اور پچھلے، نئے اور پرانے، غلطی سے اور جان بوجھ کر۔ چھوٹے اور بڑے، ظاہر اور پوشیدہ جتنے بھی گناہ تم سے سرزد ہوئے ہوں سب کی مغفرت فرمادے۔ اول تم چار رکعت نماز پڑھو۔ اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، اور کوئی سورت پڑھو۔ اور پہلی رکعت میں سورت سے فراغت کے بعد کھڑے رہو۔ رکوع میں نہ جاؤ۔ اور پندرہ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پندرہ بار پڑھو۔ پھر رکوع میں جاؤ۔ اور رکوع میں تسبیحات سے فراغت کے بعد انہیں کلمات کو دس بار پڑھو۔ پھر رکوع سے اٹھ کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ سے فراغت کے بعد انہیں دس بار کہو۔ پھر سجدہ کرو۔ اور سجدے میں تسبیحات سے فراغت کے بعد انہیں دس بار پڑھو۔ پھر پہلے سجدے سے جب سر اٹھاؤ تو پھر انہیں دس بار کہو۔ پھر دوسرے سجدے میں تسبیحات کے بعد پھر دوسرے سجدے سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور انہیں دس بار پڑھو۔ تو اس طرح ہر رکعت میں پچھتر ہوئے۔ بقیہ رکعات میں بھی اسی ترتیب سے پڑھو۔ اگر تم سے ممکن ہو تو روزانہ یہ نماز پڑھتے رہو اگر روزانہ نہ پڑھ سکو تو جمعہ کی پابندی کر لو۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو مہینے میں ایک بار۔ اگر اس سے بھی مجبور ہو تو سال بھر میں

ایک بار ورنہ زندگی میں ضرور ایک بار پڑھ لو۔ کیونکہ یہ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ اور یہ گناہوں کو ایسے جھاڑتی ہیں جیسا کہ درخت کے پتے گرتے ہیں اور یہ جنت کے خزانے ہیں[1]۔

احادیث بالا سے لاحول کی مختلف فضیلتیں ثابت ہوئیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ جنت کا خزانہ اس کا دروازہ اور اس کا ایک درخت ہے۔ اور ہمہ قسم کے گناہوں کے جھاڑنے کا سبب اور ننانوے بیماریوں کی دوا ہے اور حضور اکرم علیہ السلام نے اس کی کثرت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے لاحول کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن احادیث کا جمع کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ غرض اس کی فضیلت کا اظہار ہے اس کے لئے سطور بالا بہت کافی ہیں۔

دوسرا امر جس کا ظاہر کرنا انتہائی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تمام احادیث میں صرف اتنے ہی الفاظ ہیں۔ علی العظیم کے الفاظ کسی حدیث میں نہیں ہیں بہتر ہے کہ انہیں الفاظ پر اکتفا کرے جو احادیث سے ثابت ہیں ورنہ حدیث میں زیادتی واقع ہوگی اور حضور پر جھوٹ بولنا لازم آئے گا جو قطعاً حرام ہے۔ ہاں نسائی اور بزار کی روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں چاہے وہ پڑھ لئے جائیں تو کوئی حرج نہیں

[1] اہل علم حضرات یہ شبہ نہ فرمائیں کہ اکثر احادیث میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ نہیں آیا ہے۔ دراصل ہم نے طبرانی کی روایت نقل کی ہے جو ابو الدرداء سے مروی ہے۔ اور اسے امام جزری نے اپنی حصن حصین میں نقل فرمایا ہے اور علماء اس امر پر متفق ہیں کہ امام صاحب نے اپنی کتاب میں کوئی ضعیف روایت نقل نہیں فرمائی۔

اس روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ گناہ سے بچانے اور ہدایت کرنے کی اللہ کے علاوہ
وَلَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ کسی میں طاقت نہیں اور اللہ سے اس کے علاوہ
کہیں بھی جائے پناہ نہیں۔

اِستغفار

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ انسان کو اپنا بُرا بھلا اور گناہ و ثواب کا علم حاصل ہو جائے۔ تاکہ وہ اخروی زندگی میں عذاب اخروی سے محفوظ رہ سکیں۔

لیکن ہدایت و رشد کے بعد بھی بعض اوقات انسان سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اور شیطان انہیں دھوکہ دے کر راہ سے غافل کر دیتا ہے۔ اور انسان خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے تقاضائے عقل تو یہ تھا کہ غلطی ہوتے ہی مواخذہ کر لیا جاتا اور اسی وقت ہم پر عذاب نازل ہو جاتا۔ کیونکہ جس نے جان بخشی، سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھ، چھونے کے لئے ہاتھ، چلنے کے لئے پاؤں اور سمجھنے کے لئے عقل و فہم عطا فرمائی۔ اور مزید یہ کہ رزق کے ذرائع اور اسباب معیشت بھی مہیا فرمائے اور لاتعداد نعمتوں سے ہمیں نوازا۔ تو اتنے احسانات واکرام کے بعد مالک کی نافرمانی کا تقاضا یہ تھا کہ ہمیں اسی وقت سزا دی جاتی۔ لیکن تب بھی یہ اس کی شان کریمی ہے کہ اس نے وہ ذرائع بھی بیان فرمائے کہ جن سے بندہ پھر

قربِ الٰہی حاصل کر سکتا اور اپنی غلطی کا ازالہ کر سکتا ہے۔ اور اس کی شکل یہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں معافی کا خواستگار ہو اور گذشتہ غلطی کا معافی کا طالب ہو اور آئندہ کے لئے اس سے عہد کرے کہ کبھی اس غلطی اور گناہ کا مرتکب نہ ہوگا۔

جب انسان کو یہ احساس پیدا ہو جائے اور وہ یہ عہد کرلے تو سمجھ لیجئے کہ اس کی غلطی کا ازالہ ہو چکا ہے اور اسے مغفرت خداوندی نے ڈھانپ لیا ہے۔ کیونکہ جو ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ہو اسے توبہ و استغفار کی توفیق ہی عطا نہیں ہوتی اور وہ تادمِ مرگ اس سے محروم رہتا ہے۔

اب ہم ذیل میں چند آیاتِ قرآنیہ اور احادیث پیش کرتے ہیں جن سے استغفار کا حکم اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ایک امر اور بھی ذہن نشین فرمائیں کہ استغفار کے علاوہ کوئی ذکر ایسا نہیں ہے جس کے پڑھنے کا خدا نے بھی حکم دیا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ اور دیگر تمام انبیاء نے بھی اپنی اپنی امتوں کو اس کا حکم دیا ہو اور آج تک تمام امتوں اور علماء و صلحاء کا اس پر اجماع رہا ہو یہ فضیلت صرف استغفار ہی کو حاصل ہے۔

سورۂ مائدہ میں اپنے گناہگار بندوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَ	کیوں وہ اللہ کی جانب رجوع کرتے اور اس سے
یَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ	استغفار نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ تو بہت
رَّحِیْمٌ ○	مغفرت فرمانے والے رحم فرمانے والے ہیں

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و ہدایت کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ نوح

میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝	میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو یقیناً وہ بہت مغفرت فرمانے والا ہے۔ تم پر آسمان سے بے پناہ پانی برسائے گا اور مال و اولاد کے ذریعہ تمہاری امداد فرمائیگا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں پیدا فرمائے گا۔

اس آیت کریمہ میں استغفار کے بہت سے فوائد ذکر فرمائیں۔ یعنی مغفرت بارش کا نزول۔ کثرت اولاد و مال۔ باغات کی عطا اور نہروں کا جاری ہونا۔ جو خود لامتناہی فوائد کو شامل ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کہ میں بہت گناہگار ہوں میری مغفرت کا کوئی ذریعہ بیان فرمایئے۔ انہوں نے استغفار پڑھنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور شخص آیا کہنے لگا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوتی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو۔ پھر ایک تیسرا شخص آیا اور کہا میں غریب آدمی ہوں اور مجھے روزی کے ذرائع میسر نہیں میرے لئے دعا فرمایئے۔ امام صاحب مذکور نے اسے بھی استغفار کا حکم دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور کہنے لگا میں نے ایک باغ لگایا تھا اس میں پھل نہیں آتا آپ نے اسے بھی فرمایا استغفار پڑھو۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا آپ ہر بات پر استغفار کا حکم دیتے ہیں اس کا کیا باعث ہے!

امام صاحب نے آیت مذکور پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ یہ استغفار میں یہ تمام خوبیاں خدا تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

سورۃ مزمل کے آخیر میں مسلمانوں کو خطاب کیا جاتا ہے۔۔۔۔ارشاد ہے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو کچھ بھی تم اپنی جانوں کیلئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے۔ وہ تمہارے لئے بہتر ہوگی اور اجر کے لحاظ سے بہت بڑی ہوگی اور اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ یقیناً اللہ تعالےٰ بہت مغفرت فرمانے والے، رحمت فرمانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جہاں استغفار کرنے والوں کے لئے مغفرت ورحمت کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں اس آیت میں ایک خاص نکتہ اور بھی ہے جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ابھی القاء فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نماز و زکوٰۃ۔ صدقہ اور اعمال صالحہ کی جزا جب آخرت کی بھلائی اور خدا تعالیٰ کی جانب سے ان اعمال پر اجر عظیم کا وعدہ ہے تو آخر میں استغفار کا حکم اس لئے صادر فرمایا کہ کوئی انسان بھول چوک یا غلطی سے پاک نہیں اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْيَانِ اور جب یہ عوارض انسان کے ساتھ لاحق ہیں اور اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں اور ہر انسان کے ساتھ ہمہ وقت شیطان لگا ہوا ہے جو اللہ کی جانب سے اسے غافل بنانے پر تلا ہوا ہے۔ اور کچھ نہیں تو ممکن ہے کہ شیطان نے نماز میں دخل اندازی

کی ہو اور کوئی شئے ترک کرادی ہو۔ جو انسان کو یاد نہ رہی ہو۔ یا قلب انسانی میں شبہات و وسواس پیدا کئے ہوں جس کے باعث ان اعمال میں خلوص باقی نہ رہا ہو یا احکام خداوندی کے مطابق اس کی صحیح ادائیگی نہ ہوئی ہو۔ یا احکام خداوندی کو سمجھنے سے انسان قاصر رہا ہو۔ اور اسی قسم کی اور سینکڑوں غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں۔ اس لئے بعد میں استغفار کا حکم دیا گیا کہ بندہ اس بات کا اقرار کرے کہ اے پروردگار میں حتی المقدور تیرا حکم بجالایا ہوں لیکن ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی بھول واقع ہوئی ہو جس کا مجھے علم نہیں۔ اس لئے مغفرت کا طالب ہوں۔ اور غالباً اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرتے ہی تین بار بلند آواز سے فرماتے۔

اَسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ - اَسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ - اَسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ

اور ایک حدیث میں وتروں کے بعد بھی حضور سے اس کا پڑھنا ثابت ہوا ہے۔ یہ تمام احکام امتوں کے لئے تھے۔ لیکن شائد قارئین کو یہ خیال ہو کہ انبیاء کرام کی ذات استغفار سے مستثنیٰ ہو۔ لیکن اس حدیث سے یہ خیال باطل ہو جاتا ہے نیز سورۂ نصر میں خاص حضور کو خطاب ہوتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○

تو اے نبی آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے یقیناً وہ بہت قبول فرمانے والا ہے۔

اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اتنا عمل تھا کہ ہر مجلس میں آپ ستر بار استغفار فرماتے اور ایک حدیث میں سو بار بھی آیا ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی ستر بار پڑھتے ہوں اور کبھی سو بار۔ یا مجلس سے اگر جلدی تشریف لیگئے تو استغفار

کی تعداد ستر ہوتی ہو اور جب زیادہ دیر تک قیام فرماتے ہوں تو سو ہو جاتی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس حدیث میں ایک خاص نکتہ ہے جسے صحابۂ کرام میں ابوبکر صدیق کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا۔ اور وہ یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رونے لگے۔ صحابہ نے ان کا مذاق اڑایا کہ اس میں رونے کی کونسی بات ہے اللہ تعالیٰ تو اپنی نصرت و فتح کا وعدہ فرما رہے ہیں اور تم روتے ہو۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا بات یہ ہے جب دین غالب آجاتا ہے اور لوگ نبی کی جوق در جوق اتباع کرنے لگتے ہیں تو پھر نبی کی دنیا میں ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جو ان کی بعثت کا مقصد ہوتا ہے وہ کامل ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان تسبیح و استغفار موت کے وقت زیادہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو یہاں لوگوں کے جوق در جوق اسلام لانے کی خبر دی اور حضور کو استغفار کا حکم فرمایا تو یہ آپ کی وفات کی جانب اشارہ ہے یعنی اب آپ کی دنیا میں کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے اور احکام کے نزول کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب اللہ سے استغفار فرماتے رہیئے اور موت کا انتظار کیجیئے۔ ۔ ۔ گویا کہ اب استغفار کا مقصود یہ ہوا کہ اے نبی آپ بھی انسان ہیں ممکن ہے کہ دعوت و تبلیغ میں کوئی ایسی کمی واقع رہ گئی ہو جسے صرف ہم ہی جانتے ہوں تو آپ استغفار فرمائیے تاکہ اس کمی کا ازالہ ہو جائے۔

اور جیسا کہ حضرت ابوبکر نے اس آیت کا مفہوم سمجھا وہ سب کو سامنے نظر آگیا کہ دو تین ہی ماہ کے اندر حضور اس دنیا سے تشریف لے گئے اور اب صحابہ کو کہنا پڑا کہ ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ عالم ہیں۔

درمیان کلام میں ایک اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ اعتراض منکرین حدیث اور انگریزیت زدہ لوگوں کی جانب سے کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقول ان مفسدین کے ہماری طرح ایک انسان تھے اور ان سے غلطیاں اور گناہ واقع ہوتے تھے۔ ورنہ استغفار کا حکم دیا جاتا اور نہ قرآن میں جا بجا حضور کو معاف کرنے کا ذکر آتا۔ اور جب آپ گناہوں سے پاک نہ ہوئے، تو آپ کے احکام ہمارے لئے کوئی باعث ہدایت نہیں۔ بلکہ آپ کی حیثیت محض ایک ایلچی کی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اس کے تفصیلی جوابات کے لئے تو خود ایک کتاب درکار ہے اور جسے خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن میں اس تحریر میں حضور پر ایمان رکھنے والوں سے خطاب کر رہا ہوں نہ کہ منکرین سے۔ اور اپنے مخاطبین کو ان کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے چند امور کا ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱ یہ امر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے۔ رہا ہم جیسا ہونا تو اگر تمہارا مقصد یہ ہے کہ حضور کے دو آنکھ دو کان ہاتھ پاؤں ناک وغیرہ ایسے ہی تھے جیسا کہ دوسرے انسانوں کے یعنی ہیئت و شکل اور نقش و نگار میں انسان تھے تو آمنا و صدقنا۔ اور اگر تمہارا مفہوم یہ ہے کہ آپ کا مقام اور ہمارا مقام ایک اور آپ کا درجہ اور ہمارا درجہ ایک ہے تو یہ ایک شیطانی دھوکہ ہی ہے۔ کیونکہ ایک بادشاہ بھی انسان ہوتا ہے اور ایک بھنگی بھی انسان ہوتا ہے انسانیت میں دونوں مساوی ہیں لیکن باہم مقام کا کتنا زبردست فرق ہے اب اگر کوئی شخص کسی حاکم کے روبرو یہ کہے کہ آپ اور بھنگی برابر ہیں تو حاکم تو اسے گردن زدنی قرار

دے گا۔ اور لوگ اسے پاگل خانہ بھیجنے کا انتظام کریں گے۔ تو جیسے درجہ کے لحاظ سے ایک حاکم و بھنگی برابر نہیں ہو سکتے تو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک وہ جاہل جسے ابھی فرق مراتب کی بھی تمیز نہیں تو یہ دونوں کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔

ثانیاً انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ اب جو ان کے لئے گناہوں سے معافی کا اعلان ہوا یا استغفار کا حکم دیا گیا تو اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بعض امور انبیائے کرام کو خدا کی جانب سے بھلائے جاتے ہیں تاکہ نبی سے بھول کر غلطی ہو اور پھر اس کا علاج بیان کیا جائے تاکہ امت پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اس غلطی کا ازالہ یہ ہے مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر نماز میں نہ بھولتے تو سہو کے احکام کیونکر ظہور پذیر ہوتے۔ بالفاظ دیگر انبیاء کرام بھولتے نہیں بھلائے جاتے ہیں۔ غلطی کرتے نہیں بلکہ خدا کی جانب سے غلطی کرائے جاتے ہیں تاکہ اس کے احکام ظاہر ہو جائیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام کی جو پکڑ ہوتی ہے وہ گناہ پر نہیں ہوتی بلکہ بہترین چیز کو چھوڑ کر جب انبیاء جائز بات پر عمل کرتے ہیں تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے کہ درجہ جواز تو عوام کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مقربین کے لئے۔ مثلاً یہ واقعہ کہ ایک بار غریب صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں سرداران مکہ آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے گفتگو کرنی چاہی لیکن ان ضعیفوں اور مجبوروں کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ اور آپ نے ان کے ایمان کی توقع کرتے ہوئے ان صحابہ کو پاس سے اٹھا دیا۔ حالانکہ یہ کوئی غلطی نہ تھی۔ بلکہ آپ کا یہ شوق تبلیغ تھا کہ آپ ہر صورت میں قوم کی ہدایت کے خواہاں تھے اور اپنا فرض انجام دے رہے تھے کوئی

گناہ یا غلطی آپ سے سرزد نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی درگاہ خداوندی سے مواخذہ ہوا جس کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کر لیا ہے اور جن کی اصلاح یقینی ہے تو آپ نے ان پر ایسے لوگوں کو ترجیح دی جن کی ہدایت بھی یقینی نہیں۔ تو گویا کہ ایک ظنی اور وہمی شئے کو ایک یقینی شئے پر ترجیح دی یہی آپ کی غلط فہمی ہے اور اگر نبی کا اس بات پر مواخذہ نہ کیا جاتا تو یہ اصول کیونکر ثابت ہوتا کہ ظن کے مقابلہ میں یقین کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اب ہم عنقریب اس آیت کا آخری حصہ استغفار کے تحت نقل کریں گے اسی لئے میں نے یہاں آیت پیش نہیں کی۔

چوتھا جواب مختصراً یہ ہے کہ اگر ایک انجان شخص آپ کی عزت نہ کرے یا آپ سے توہین آمیز خطاب کرے تو آپ کو ناگوار تو ضرور گذرے گا۔ لیکن آپ میں اگر عقل ہے تو آپ خاموشی سے سب کچھ سن کر گذر جائیں گے اور اس سے بات بھی نہ کریں گے جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کو اسکی بات بری محسوس نہیں ہوئی لیکن اس کے برعکس اگر آپ کی اولاد اسی قسم کی نازیبا حرکت کرے تو آپ اسے مارنے مرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

دراصل شئے یہ ہے کہ جس کو جتنا قرب ہوتا ہے اس سے توقعات بھی زیادہ ہوتی ہیں اور جب کوئی اس سے خلاف توقع کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو طبع نازک پر گراں گذرتا ہے۔ حالانکہ وہ شئے دوسروں کے لئے قابل مواخذہ نہیں ہوتی جیسا کہ ماں باپ کو اولاد سے زیادہ توقعات ہوتی ہیں تو ان کی معمولی سی لغزش بھی ماں باپ کو سیخ پا کر دیتی ہے۔ اسی سے انبیائے کرام اور خدا تعالےٰ کے تعلق کو سمجھ لیجئے کہ انبیائے کرام کی پکڑ کسی گناہ پر نہیں ہوتی بلکہ تربیت و اصلاح کی خاطر ہوتی ہے

چونکہ یہ شئے مضمون سے جداگانہ ہے اس لئے ہم تفصیلاً یہاں جوابات نہیں دے سکتے اور یہ بھی عوام کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے تحریر کیئے گئے ہیں۔ اب ہم وہ آیت پیش کرتے ہیں جس کا ہم نے اوپر حوالہ دیا تھا۔۔۔۔ ارشاد ہے

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ	اور اے نبی جب تمہارے پاس ہمارے وہ
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ	بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ	ہیں تو آپ ان سے فرمائیے کہ تم پر سلامتی ہو۔
الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ	تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کرنا مقرر
مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ	کیا ہے کہ جو تم میں سے نادانی سے برائی کرے پھر
تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ	اس کے بعد توبہ کرے اور اپنا عمل درست کرے
فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام)	تو اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والے ہیں

اس آیت میں یہ اصول واضح کیا گیا ہے کہ اگر انسان غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھے۔ اور پھر توبہ کرلے اور توبہ کے ساتھ ساتھ اس گناہ کو ہمیشہ کے لئے ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔ اور اس کی توبہ کو درجہ قبولیت عطا ہوگا۔

اور اس آیت سے خود منکرین حدیث کا جواب بھی ثابت ہوگیا کہ حضور کی بھول اور غلط فہمی کو اللہ تعالیٰ نے امت کی جانب منسوب فرمایا تاکہ امت کو یہ تعلیم دی جا سکے کہ خدا کے ہاں توبہ و استغفار کا دروازہ کشادہ ہے جس وقت بھی تم مغفرت کے طلبگار ہوگے تمہاری مغفرت ہوگی۔ لیکن شرط ہے کہ اس گناہ کے ترک کرنے کا ہمیشہ کے لئے عہد کرلو۔ گویا کہ خدا تعالیٰ

نے حضور کو خود بھلایا تاکہ امت کو توبہ و استغفار کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے توبہ و استغفار کا طریقہ واضح الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○

ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر فوراً ہی توبہ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ بھی توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو برے اعمال کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ موت انھیں آ گھیرتی ہے تو (عالم نزع میں) کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی (تو ایسوں کی توبہ قابلِ قبول نہیں) اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان سب کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور کسی انسان کو بھی یہ معلوم نہیں کہ اس کی موت کس وقت واقع ہو جائے۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ ہر وقت استغفار میں مشغول رہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور استغفار کی توفیق بھی حاصل نہ ہو۔

اب ہم ذیل میں چند احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ

"استغفار ہر مصیبت، ہر رنج و تکلیف سے نجات کا ذریعہ

ہے۔ اور وہ استغفار یہ ہے"۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔	مَیں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ اور عالم کا منتظم ہے اور مَیں اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اتنی غلطیاں کرو جو زمین و آسمان تک بھر جائیں۔ پھر اللہ سے استغفار کرو وہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم لوگ خطا نہ کرتے تو اللہ تمہاری جگہ نئی قوم پیدا کرتا جو خطائیں کرتی پھر خدا تعالیٰ سے مغفرت کی طالب ہوتی اور خدا تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے"۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

کہ ابلیس نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ مجھے تیرے عزت و جلال کی قسم ہے کہ جب تک انسانوں کا وجود رہے گا مَیں انہیں ضرور گمراہ کرتا رہوں گا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مجھے بھی میرے عزت و جلال کی قسم ہے جب تک لوگ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے مَیں بھی ان کی ضرور

مغفرت کرتا رہوں گا۔"

اور مغفرتِ اخروی کے علاوہ دنیا میں بھی اس وقت تک عذاب نازل نہیں ہوتا جب تک لوگ استغفار کرتے رہتے ہیں۔ یعنی استغفار عذاب کو روکنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○	اور اللہ اس وقت تک ہمیں عذاب نہ دیگا جب تک اے نبی ان میں آپ موجود ہیں۔ اور نہ اس وقت تک عذاب دیگا جبتک انمیں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جب اخیر شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرما ہوتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِیْ اَغْفِرْ لَهٗ، مَنْ يَّسْتَرْزِقُنِیْ اَرْزُقُهٗ، مَنْ يَّدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَهٗ۔	کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ میں اسکی مغفرت کروں۔ کون ہے کہ جو مجھ سے رزق طلب کرے کہ میں اسے رزق دوں۔ کون ہے جو مجھے پکارے کہ میں اسکی پکار کا جواب دوں۔

اور صبحِ صادق تک یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

"جب کسی روز کراماً کاتبین انسان کا اعمال نامہ خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اس کے اول و آخر استغفار ہوتا ہے (یعنی بندہ نے صبح اٹھتے بھی

استغفار کیا ہو اور رات کو سوتے وقت بھی) تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اس صحیفے میں دونوں استغفاروں کے درمیان جو چیز ہے میں نے اس کی بندے کے لئے مغفرت کی۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے :- کہ

"بندہ جب گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ سے غلطی سرزد ہوئی۔ میرے گناہ معاف فرما دیجئے تو اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میں گناہ معاف بھی کرتا ہوں اور گناہوں پر مواخذہ بھی کرتا ہوں۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ پھر کچھ روز تک جب تک اللہ چاہے بندہ گناہ سے رکا رہتا ہے۔ پھر گناہ کرتا ہے پھر شرمندہ ہو کر کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار میں نے غلطی کی تو میری غلطی معاف فرما اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میں سزا بھی دیتا ہوں اور معاف بھی کرتا ہوں۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ پھر تیسری بار بندہ غلطی کرتا ہے اور پھر اقرار جرم کرتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میں سزا بھی دیتا ہوں اور معاف بھی کرتا ہوں۔ میں نے اپنے بندے کو تین بار معاف کیا۔ اب اس کا جو جی چاہے عمل کرے۔

فضیلت استغفار میں بے شمار احادیث مروی ہیں اور سینکڑوں دعائیں بھی احادیث سے ثابت ہیں جن میں طلب مغفرت واقع ہوئی ہے۔ لیکن چار استغفار زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ خالی لفظ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ — میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

۲- اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔	مَیں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور عالم کا بندوبست فرمانے والا ہے اور مَیں اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔
۳- اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ	مَیں اللہ سے جو میرا رب ہے ہر گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی جانب رجوع کرتا ہوں۔

اور چوتھا استغفار سید الاستغفار ہے۔ جس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

"جو شخص صبح کے وقت اس استغفار کی تلاوت کرے گا اور شام ہونے سے قبل اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور اگر شام کے وقت اسے پڑھے اور صبح سے پیشتر مر جائے تو جنت میں داخل ہو۔ وہ استغفار یہ ہے:-

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا	اے میرے مولا تو میرا رب ہے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا مَیں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا مَیں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں میں نے جو برے کام کئے ہیں انکے شر سے تیری پناہ ان نعمتوں کے ذریعہ چاہتا ہوں جو تو نے مجھ پر فرمائی ہیں۔ اور مَیں گناہوں سے بھی پناہ چاہتا ہوں

انت۔ اے میرے مولا میری مغفرت فرما کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ اے میرے مولیٰ میری اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر اسے میری مغفرت کا ذریعہ بنا۔ اور مجھے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما۔ اور مجھ پر دنیا و آخرت میں اپنی رحمت کے دروازے کشادہ فرما۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ اللّٰھم انی اعوذ بك من الھم والحزن واعوذ بك من العجز والکسل واعوذ بك من البخل والجبن واعوذ بك من غلبة الدین وقھر الرجال۔ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین۔

تاج کمپنی کے انمول ہیرے

۱- قرآن مجید مع ترجمہ مولٰنا محمود الحسن صاحب۔ حاشیہ پر تفسیر مولٰنا شبیر احمد صاحب عثمانی
بڑی تقطیع، عکسی طباعت دو رنگہ

۲- قرآن مجید مع ترجمہ مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی حاشیہ پر مکمل تفسیر بیان القرآن
بے نظیر تفسیر اور بے نظیر خوبصورت عکسی طباعت

۳- قرآن مجید مع ترجمہ از شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن
بینظیر لفظی ترجمہ۔ دیدہ زیب عکسی طباعت

۴- قرآن مجید مع ترجمہ از شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن
شاہ عبد القادر کا ترجمہ اور تاج کمپنی کی طباعت۔ سونے پر سہاگہ ہے

۵- قرآن مجید مع ترجمہ از مولٰنا فتح محمد خاں صاحب جالندھری۔

۶- قرآن مجید مع ترجمہ از مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی۔ حاشیہ پر تفسیر بیان القرآن اختصار شدہ

۷- قرآن مجید مع ترجمہ از مولٰنا عبد الماجد صاحب دریابادی۔ حاشیہ پر مکمل تفسیر ماجدی
تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے ایک بے بہا تحفہ

۸- قرآن مجید مع ترجمہ انگریزی۔ از مسٹر مارماڈیوک پکتھال۔ کتابی تقطیع، بہت آسان صاف انگریزی ترجمہ

۹- قرآن مجید۔ چھ اردو ترجموں کے ساتھ۔ حاشیہ پر تفسیر عثمانی و تفسیر موضح القرآن
دنیا بھر میں ایک نئی چیز۔ بڑی تقطیع

مکمل فہرست
مفت
طلب کریں!

۱۰- قرآن مجید مع انگریزی ترجمہ و تفسیر از مولٰنا عبد الماجد دریابادی۔
انگریزی جاننے والے کہتے ہیں یہ ترجمہ و تفسیر بے نظیر ہے۔

۱۱- قرآن مجید مع ترجمہ اردو و انگریزی یکجا۔ از مولٰنا فتح محمد خاں و مسٹر مارماڈیوک پکتھال۔

۱۲- قرآن مجید۔ بلا ترجمہ۔ چھوٹی تقطیع سے لیکر بڑی تقطیع تک سینکڑوں اقسام عکسی طباعت

۱۳- پنجسورے، یازدہ سورے، اوراد، دعائیں۔ دلائل الخیرات۔ مناجات مقبول، نشر الطیب اور
دیگر بے شمار اسلامی، مذہبی مطبوعات۔ عورتوں اور بچوں کے لئے اعلیٰ ترین لٹریچر

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ قرآن منزل، پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

حوالہ نمبر
۱۹۳

دِین و دُنیا

بُخاری شریف کے بارے میں اہلِ علم کا قول ہے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح اور مُستند کتاب جو اس رُوئے زمین پر موجود ہے، یُوں تو حدیثِ رسُولؐ پر متعدد طویل اور ضخیم مجلدات موجود ہیں لیکن بخاری شریف تمام کتبِ حدیث پر اپنے راویوں اور روایتوں کی ثقاہت، اسناد اور صحت کے اعتبار سے امتیاز کا درجہ رکھتی ہے۔ صدیاں بیت گئیں اور اس مقدس کتاب کی طرف وابستگانِ دین و مذہب کا رجوع ہے کہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اور بڑھتا ہی جائے گا۔

اصل کتاب یعنی بخاری شریف کے تیس ضخیم پارے ہیں۔ جو حدیثیں بخاری میں درج ہیں ان میں موضوع اور موقع کے لحاظ سے مکررات بھی ہیں۔ ان پورے تیس پاروں کا رکھنا اور پڑھنا موجودہ اُلجھنوں اور پریشانیوں کے دور میں ہر شخص کیلئے آسان نہیں، چنانچہ اسی مشکل اور عام ضروریات و احتیاجات انسانی سے متعلق جملہ اہم امور اور مسائل کے پیشِ نظر تاج کمپنی لمیٹڈ نے احادیث سے مستنبط فقہی مسائل کی تصریح کے ساتھ ایک کتاب خلاصۂ بخاری یعنی دین و دنیا مرتب کرائی ہے۔ یہ کتاب دراصل بخاری کے تیس پاروں کی روح ہے۔ کوئی ضروری مسئلہ ایسا نہیں ہے جو نظر انداز کیا گیا ہو۔ ضرورت ہے کہ دین و مذہب سے شیفتگی رکھنے والے ہر گھر میں اس کتاب کا ایک نسخہ موجود رہے تاکہ صحیح مذہبی رہنمائی ہوتی رہے۔ کتابی تقطیع ۸۶۴ صفحات جلد عمدہ۔ حوالہ نمبر ۱۹۳۔ قیمت آٹھ روپے

تاج کمپنی لمیٹڈ، پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

مینیجنگ ایجنٹس۔ عنایت اللہ اینڈ کو

حوالہ نمبر
۱۹۱

بندۂ مُومن

علامہ اقبال کا ایک شعر ہے:۔

بہ مُصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ٭ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

یہ کتاب اِسی شعر کی تفصیلِ جمیل ہے۔ اس کتاب میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ان حدیثوں کا متن مع ترجمہ و شرح صاف اور عام فہم زبان میں درج ہے جن کی ہر مسلمان کو مسلمان بننے کے لئے قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے۔ جن پر عمل کر کے ہم اپنے اخلاق و کردار میں، سیرت اور زندگی میں، فکر اور عمل میں وہ انقلاب پیدا کر سکتے ہیں جو اُمتِ مُسلمہ کو پھر حیاتِ نَو سے رُوشناس کر دے اور جس کے بغیر نہ ہمارا اسلام قبُول ہو سکتا ہے نہ ہم اپنے تئیں مسلمان کہہ سکتے ہیں:

بھٹکے ہوئے آہُو کو پھر سُوئے حرم لے چل

یہ کتاب اسی پیغام کی مکمل تشریح ہے —— کتابی تقطیع۔ ضخامت ۲۷۶ صفحات۔ کاغذ عمدہ۔ جلد اعلیٰ۔ شاندار ڈسٹ کور سے مزین۔ حوالہ نمبر ۱۹۱ —— قیمت چھ روپے

تاج کمپنی لمیٹڈ، پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی
مینیجنگ ایجنٹس۔ عنایت اللہ اینڈ کو

بسم الله الرحمن الرحيم

هو الله — الذي لا إله — إلا هو — الرحمن جل جلاله — الرحيم جل جلاله — الملك جل جلاله

القدوس جل جلاله — السلام جل جلاله — المؤمن جل جلاله — المهيمن جل جلاله — العزيز جل جلاله — الجبار جل جلاله

المتكبر جل جلاله — الخالق جل جلاله — البارئ جل جلاله — المصور جل جلاله — الغفار جل جلاله — القهار جل جلاله

الوهاب جل جلاله — الرزاق جل جلاله — الفتاح جل جلاله — العليم جل جلاله — القابض جل جلاله — الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله — الرافع جل جلاله — المعز جل جلاله — المذل جل جلاله — السميع جل جلاله — البصير جل جلاله

الحكم جل جلاله — العدل جل جلاله — اللطيف جل جلاله — الخبير جل جلاله — الحليم جل جلاله — العظيم جل جلاله

الغفور جل جلاله — الشكور جل جلاله — العلي جل جلاله — الكبير جل جلاله — الحفيظ جل جلاله — المقيت جل جلاله

الحسيب جل جلاله — الجليل جل جلاله — الكريم جل جلاله — الرقيب جل جلاله — المجيب جل جلاله — الواسع جل جلاله

الحکیم جلّ جلالہ	الودود جلّ جلالہ	المجید جلّ جلالہ	الباعث جلّ جلالہ	الشہید جلّ جلالہ	الحق جلّ جلالہ
الوکیل جلّ جلالہ	القوی جلّ جلالہ	المتین جلّ جلالہ	الولی جلّ جلالہ	الحمید جلّ جلالہ	المحصی جلّ جلالہ
المبدی جلّ جلالہ	المعید جلّ جلالہ	المحیی جلّ جلالہ	الممیت جلّ جلالہ	الحی جلّ جلالہ	القیوم جلّ جلالہ
الواجد جلّ جلالہ	الماجد جلّ جلالہ	الواحد جلّ جلالہ	الاحد جلّ جلالہ	الصمد جلّ جلالہ	القادر جلّ جلالہ
المقتدر جلّ جلالہ	المقدم جلّ جلالہ	المؤخر جلّ جلالہ	الاول جلّ جلالہ	الاٰخر جلّ جلالہ	الظاہر جلّ جلالہ
الباطن جلّ جلالہ	الوالی جلّ جلالہ	المتعال جلّ جلالہ	البر جلّ جلالہ	التواب جلّ جلالہ	المنتقم جلّ جلالہ
العفو جلّ جلالہ	الرؤف جلّ جلالہ	مالک الملک جلّ جلالہ	ذوالجلال والاکرام جلّ جلالہ	المقسط جلّ جلالہ	الجامع جلّ جلالہ
الغنی جلّ جلالہ	المغنی جلّ جلالہ	المانع جلّ جلالہ	الضار جلّ جلالہ	النافع جلّ جلالہ	النور جلّ جلالہ
الہادی جلّ جلالہ	البدیع جلّ جلالہ	الباقی جلّ جلالہ	الوارث جلّ جلالہ	الرشید جلّ جلالہ	الصبور جلّ جلالہ

تاج کمپنی لمیٹڈ، ناشران قرآن مجید و اسلامی مطبوعات کراچی - لاہور

جملہ حقوق عکس لطباعت محفوظ

لا اله الا الله محمد رسول الله

تاج ۱۳۲-۱